حصہ سوم
مشکوٰۃِ حقانیتؒ
مملو
بمعارف وارثیہ
از
مولانا فضل حسین صدیقی وارثی اٹاوی

چنانچہ راقم الحروف کو صدہا لوگوں سے قسم قسم کے واقعاتِ برکات بیعت سننے کا اتفاق ہوا ہے یہ تذکرہ ایسا نہیں کہ چند اوراق میں ختم ہو سکے۔ جسکو خوش نصیبی سے حضورؒ انور کا دستِ مبارک نصیب ہوا ہے کچھ وہی جانتا ہے اور صرف وہی نہیں بلکہ جن لوگوں کو شرفِ حضوری نصیب ہوا ہے خواہ وہ مرید ہوے یا غیر مرید آپؒ ان کے مدد و معاون ہو گئے۔

تبدیلیٔ شکل

حافظ پیاری صاحب کا واقعۂ حسن و عشق کی ایک داستان ہونے کے علاوہ اپنے آخری حصہ سے جس سے کہ اُن کی زندگی کا رُخ پلٹ گیا حضورؒ انور کی ایک خرق عادت اور کرامت پر بھی مبنی ہے کہ آپؒ نے ان کی خواہش کے موافق انہیں کے خیال اور انہیں کے مذاقِ عشق کے بموجب ان کے محبوب مرغوب کی صورت اپنی شکل میں دکھا کر اپنی طرف مائل کیا۔ اور ہمیشہ اُسی صورت میں ان کے سامنے رہے۔

ایسے واقعات بھی پیش آئے ہیں کہ حضورؒ انور نے دوسری شکلوں میں لوگوں کی رہنمائی فرمائی ہے۔

مولینا تحیر وارثی کتاب علین الیقین میں لکھتے ہیں کہ ایک طالبِ زیارت اپنے ذوق و شوق میں حضورؒ انور کی خدمتِ عالی میں حاضر ہوا۔ راستہ میں دریا حائل تھا۔ ساحل پر کوئی کشتی بھی نہ ملی وہ سخت متوحش تھا کہ ایک شخص کے پکارنے کی آواز آئی وہ اس کی طرف چلا تو دیکھا کہ ایک لڑکا ہے اس نے ان کو اپنے ساتھ لیا اور کہا:

”ایک راستہ ایسا ہے جو کسی کو معلوم نہیں آؤ میں تم کو اس راستہ سے پار اتار دوں“

وہ مسافر اس لڑکے کے ساتھ ہو گیا۔ وہ لڑکا پار اتار کر نگاہوں سے غائب ہو گیا۔

جب یہ زائر مع قافلہ حضورِ انور کی خدمتِ عالی میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا:

"وہ لڑکا کتنا چالاک تھا۔"

اس شخص نے بیساختہ عرض کیا "حضور ہی تھے۔" آپ متبسم ہو کر خاموش ہو گئے۔"

قاضی رحمت علی صاحب اکبر آبادی لکھتے ہیں کہ حضورِ پُر نور قصبہ بلاؤلی ضلع مین پوری میں رونق افروز تھے۔ جب میں شرفِ قدمبوسی سے مستفید ہو کر آگرہ آیا تو یہاں سے آٹھ آدمی بوقتِ شب حضور کی قدمبوسی کے لیے چل دیئے رات کا سفر تھا راہ سے بھٹک گئے اور تمام شب جنگل میں حیران و پریشان پھرتے رہے۔ آخر ایک دہقانی کو دیکھا کہ کاندھے پر ایک موٹا لٹھ لئے ہوئے سامنے سے نمودار ہوا اور خود بخود پوچھنے لگا:

"تم کیا حاجی صاحب سے ملنے جاتے ہو؟"

انہوں نے جواب دیا: "ہاں"

اس نے کہا: "ہمارے ساتھ چلو۔"

چنانچہ سب اس کے ساتھ ہو گئے۔ دو ایک کھیت کی مسافت طے کی ہو گی کہ وہ اشارہ سے بتانے لگا:

"دیکھو وہ سامنے کوٹھی ہے۔ اسی میں حاجی صاحب ٹھہرے ہوئے ہیں وہاں چلے جاؤ۔"

ہم سب لوگ وہاں پہنچ گئے۔ جب صبح کو خدمتِ عالی میں حاضر ہو کر قدمبوس ہوئے تو آپ نے مسکرا کر فرمایا:

"تم لوگ راستہ بھول گئے تھے۔"

یہ سب ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔

معلوم ہوا کہ رہبر آپ ہی تھے۔

ایسے اکثر واقعات ہیں اور حضورِ انور کے مختلف اقسام کے فیوض و برکات

میں ایک قسم یہ بھی شامل ہے ۔

مولوی سید شرف الدین صاحب قبلہ مدظلہ العالی (آنریبل جسٹس پٹنہ ہائیکورٹ) جنکو حضورؒ انور کی ذات محمود الصفات سے ایک خاص عشق و محبت کا درجہ حاصل ہے۔ اپنے عینی مشاہدہ سے مطلع فرماتے ہیں "میرا مسلک حسن پرستی ہے مجھے حضورؒ انور کے حسن و جمال کو دیکھ کر جس کو عالمِ پیری میں دیکھا ہے ہمیشہ ایک خیال گذرتا ہے کہ میں نے حضورؒ پُر نور کو کمسنی میں نہیں دیکھا ۔"

بہرائچ میں، میں حضورؒ کے ہمراہ تھا۔ ایک مرتبہ میں خدمتِ عالی میں حاضر تھا اور حضورؒ انور اس وقت نہایت شاد و مسرور تھے کبھی مثنوی مولینا روم اور کبھی پدماوت سناتے تھے اس وقت بھی میں اسی خیال میں بیٹھا تھا کہ اس ضعیفی میں تو یہ قیامت کا حسن ہے کمسنی میں کیا ہو گا۔ حضورؒ انور اس وقت بیٹھے ہوئے تھے۔ احرام شریف کا دامن اٹھا کر منہ پر ڈال لیا اور پھر ہٹایا تو میں نے حضورؒ انور کو بلا ڈاڑھی اور بلا مونچھ کے چودہ پندرہ برس کے سن میں دیکھا۔ اسی وقت سجدۂ شکر بجا لایا۔ اور وہ صورتِ زیبا دیکھی ہے نہ بھولا ہوں نہ بھولوں گا۔ حضورؒ نے تبسم فرما کر مجھے رخصت کر دیا ۔

اچھی صورت کے ساتھ یہ اعجاز بھی تھا۔ مبارک ہیں وہ آنکھیں جن میں اُس حُسنِ دلفریب کی نیرنگیاں سمائی ہوئی ہیں ؎ :

تیرے جلوے کی تو کیا بات ہے سبحان اللہ
دیکھنا یہ ہے کہ ہے دیکھنے والا کیسا

اسی طرح ایسے واقعات بھی ہیں کہ حضورؒ انور نے ایسے اہم مواقع پر اپنے مریدین میں بھی اپنی ہی شان کا ظہور دکھا دیا ۔

چنانچہ مکتوب نویس بارگاہِ وارثیؒ حاجی اوگھٹ شاہ صاحب قبلہ کہتے ہیں کہ جس سال حضرت شاہ فضل حسینؒ صاحب وارثیؒ سجادہ نشین شاہ منعمؒ فریضۂ حج ادا کرنے کے لیے بیت اللہ شریف گئے تھے۔ اسی مرتبہ مولینا رشید احمد

صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ بھی گئے تھے اور اسی سال مولینا رشید احمد صاحب گنگوہی حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قبلہ مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ سے مستفید بیعت ہوئے تھے۔ شاہ فضل حسین صاحب وارثی حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کے مکان ہی پر قیام پذیر ہوئے۔

حضرت شاہ فضل حسین صاحب خود اس واقعہ کو بیان فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ مجھے اور مولینا رشید احمد صاحب سے اس مسئلہ پر گفتگو ہوگئی کہ شیخ کامل صورت اور سیرت بدل سکتا ہے۔ مگر مولانا رشید احمد صاحب میرے اس بیان کی تردید فرماتے تھے۔

مولینا حاجی امداد اللہ قبلہ نے اس کے متعلق اپنی زبان سے کچھ ارشاد نہیں فرمایا۔ خاموش سُنتے رہے۔ جب نمازِ ظہر کا وقت آیا اور سب حرم شریف میں گئے تو عجیب نظارہ پیشِ نظر ہوگیا کہ لوگ مجھ پر گرنے اور قدمبوسی کرنے لگے عام شہرت ہوگئی کہ حضورِ انور اسی سال تشریف لائے ہیں۔
آپؒ کے مریدین و معتقدین نے مجھکو گھیر لیا اور ایک ایک دریافت کرتا تھا کہ:

"حضورؒ کب آئے؟"

میں اسی حالتِ حیرت واستعجاب میں بعد نمازِ ظہر مکان پر واپس آیا تو حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ نے فرمایا:
"لیجئے آج حاجی صاحبؒ نے یہ مسئلہ بھی حل کر دیا شیخ کا اپنی صورت کا بدلنا تو ایک طرف رہا مرید کی بھی صورت بدل سکتا ہے۔"
حضورؒ پر نور کے ایسے واقعات بہت ہیں اور جو حیرت انگیز باتیں کتابوں میں نظر آتی ہیں ان کا آپ کی ذات بابرکات میں عینی مشاہدہ ہوتا تھا اور یہ بات حضورؒ انور کی خصوصیات میں تھی کہ جیسا سوال ہوتا ویسا ہی جواب دیتے تھے اور جو باتیں احاطۂ تحریر و تقریر سے باہر ہیں اور استدلال وغیرہ سے ان کا یقین نہیں ہو سکتا ان کا مشاہدہ کرا دیتے تھے۔

کیفیت باطنیہ

حضورِ انورؐ کے صفات کمالیہ میں کیفیت باطنیہ ایک قابلِ امتیاز درجہ رکھتی ہے اور اس سے اس بات کی پوری تصدیق ہوتی ہے کہ آپؐ کی حق بین نگاہوں سے کوئی بات پوشیدہ نہیں تھی اور حاضر و غائب کے حالات سے آپؐ باخبر رہتے تھے جیسا کہ اکثر واقعات و حالات سے ظاہر ہے۔

یہ ظرفِ عالی کی خوبی تھی کہ کبھی کسی کا نقص یا عیب ظاہر نہ فرماتے نہ کوئی ایسی بات ارشاد فرماتے تھے جس سے کوئی کچھ خیال کر سکے۔ حالانکہ ہر ایک بات کا علم رکھتے تھے اور کوئی بات آپؐ سے مخفی نہ تھی۔ حتیٰ کہ اشارۃً بھی کوئی بات زبانِ مبارک سے ایسی ارشاد نہیں ہوتی تھی جس سے معلوم ہو کہ کسی راز سربستہ سے آپؐ واقف ہیں۔ ہمیشہ لوگوں کے کہنے سننے پر ہر ایک بات کا اعتبار کر لیتے۔ شاید اس کی یہ وجہ ہو کہ شریعت ظاہر پر حکم دیتی ہے۔

کسی شخص کی کیفیت بتا دینا یا کسی مخفی حال کو بیان کر دینا اہلِ تصوف کے نزدیک کشف کے نام سے موسوم ہے۔ جو ابتدا ہی سے پیدا ہو جاتا ہے اور وہ اس کو کوئی اہمیت نہیں دیتے مگر اس کشف میں یہ خاص بات ہے کہ جو سامنے آیا اس کا حال بتا دیا کسی واقعہ کی پیشین گوئی کر دی مگر روحانی مدارج طے کرنے کے بعد جو بصیرت پیدا ہوتی ہے یا قدرتاً جن مقدس نفوس کو وہ چشم بینا عطا ہوتی ہے جو ظاہر و باطن حاضر و غائب کو یکساں دیکھے۔ اُس کشف میں اور اس کشف میں آفتاب و ذرہ کا فرق ہے۔

اس وقت علومِ مغربی کے نئے دور میں تحقیق و تدقیق میں کوئی بات اٹھا نہیں رکھی اور ایکسریز کے ذریعے سے مخفی چیزوں کے دیکھنے پر بھی ان کو کامیابی حاصل ہوئی۔ قدرت نے دنیا میں ایسے لوگوں کو بھی ظاہر کیا جن کی آنکھوں میں یہ قوت دیکھی گئی۔

چنانچہ جزیرہ روڈمین میں ایک لڑکی ہے جس کے متعلق اکثر جرائد

ہیں یہ خبر دیکھنے میں آئی کہ وہ لوگوں کے اندرونی خیالات معلوم کرنے اور کثیف و غیر شفاف چیزوں کے آر پار دیکھنے میں عجیب طاقت رکھتی ہے۔

اکاڈمی آف میڈیسن اور اکاڈمی آف سائنس کے مشہور ڈاکٹر جان کومکن پوس نے اس کا بڑے غور و تعمق سے معائنہ کیا اور دو گھنٹے متواتر معائنہ کرنے کے بعد بیان کیا:

"لڑکی میں یہ حیرت انگیز طاقتیں موجود ہیں جنکو عام طور پر ایکسریز کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔"

مگر ایکسریز کی طاقت بھی حاضر شخص کی حالت دیکھنے کے لیے مخصوص ہے اور خدا کی اس طاقت کے سامنے کوئی ہستی نہیں رکھتی جو وہ اپنے مقبول اور برگزیدہ بندوں میں ظاہر کرتا ہے۔

حضرت مولینا روم رحمۃ اللہ فرماتے ہیں ۔:

آئینۂ دل چوں شود صافی و پاک
نقشہا بینی بروں از آب و خاک

حضور پُر نور کی ذات مستجمع الصفات میں دیگر خوبیوں کے علاوہ کیفیتِ باطن اس قدر وسیع تھی جو حیرت انگیز ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ آپؒ کی بات، بات میں کیفیاتِ باطنی کا ظہور رہتا تھا۔

چنانچہ مختلف کیفیاتِ باطنیہ کا بتدریج ذکر کیا جاتا ہے جن کو نہ کشف کی طاقت سے مثال دی جاسکتی ہے نہ ایکسریز کی قوت سے۔

جس طرح آپؒ کی نگاہ ظاہر و باطن کو یکساں دیکھتی تھی اسی طرح آپؒ کا قلب اس قدر مجلی و مصفا تھا کہ اس پر دوسروں کے خیالات کا فوراً عکس پڑتا تھا۔ نہ غور و تامل کی ضرورت تھی نہ قوتِ ارادی صرف کرنے کی حاجت ہوتی تھی۔

مولوی نادر حسین صاحب وارثی نگرامی (بارہ بنکی) اپنا واقعہ لکھتے ہیں۔

میں لکھنؤ میں عربی پڑھتا تھا اسی زمانہ میں مجھکو ملازمت کا شوق پیدا ہوا مگر کہیں کچھ سلسلہ پیدا نہ ہوا تو میں نے قانون یاد کرنا شروع کیا۔ انہی دنوں میں حضورؒ پر نور لکھنؤ تشریف لائے اور سرائے امین آباد میں شیخ تفضل حسین کی فرودگاہ پر قیام فرمایا۔ میں خدمتِ عالی میں حاضر ہوا تو ایک سفید پوش حضورؒ انور کی خدمتِ عالی میں حاضر تھے۔ حضورؒ انور نے مجھکو دیکھ کر ارشاد فرمایا:

"ایک شخص آگرہ میں متلاشیٔ روزگار تھا وہ پہلے پانچ روپے کا نوکر ہوا پھر تو سینکڑوں کی ہزاروں کی آمدنی ہوئی۔"

میں سمجھا کسی کا تذکرہ فرما رہے ہیں۔ مگر وہ سفید پوش جو حضورؒ کی خدمتِ عالی میں حاضر تھے انہوں نے مجھ سے کہا:

"تمہارے لیے ارشاد ہے سلام کرو۔"

میں نے اسی وقت سلام کیا یا قدمبوس ہوا۔

اُسی ہفتہ عشرہ میں پانچ روپیہ کی ملازمت مل گئی اور اس شرط سے ملی کہ کہ دو تین مہینہ میں کاغذات مرتب کر دو اور حساب کتاب درست کر دو تو مختارِ عام کر دیئے جاؤ گے اور تنخواہ بڑھا دی جائیگی۔

میں اس زمانہ میں اپنا کام بھی کرتا اور قانون بھی یاد کرتا تھا۔ ارادہ تھا کہ وکالت کا امتحان دوں۔

جب میں دوبارہ حضورؒ انور کی خدمتِ عالی میں حاضر ہوا تو آپؒ نے خودبخود فرمایا:

"کہاں وکالت کرو گے لکھنؤ میں یا بارہ بنکی نواب گنج میں۔"

میں نے عرض کیا "ابھی تو قانون یاد کرتا ہوں۔"

چنانچہ اسی سال تین مہینے کے بعد امتحان ریونیو ایجنٹی میں پاس ہوا۔ پہلے لکھنؤ میں رہا پھر میں نے حاضر ہو کر عرض کیا:

"بارہ بنکی جانے کا ارادہ ہے۔"

حضورِ پُر نور نے فرمایا:

"بہتر ہے وہاں جلدی جلدی ملاقات ہوا کرے گی"۔

چنانچہ میں بارہ بنکی میں اپنا کام کرنے لگا اور حضورؒ انور کا جو ارشاد تھا وہ پورا ہوا۔

وہی صاحب لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورؒ انور قصبہ نگرام میں میرے مکان پر رونق افروز تھے مجھ سے ارشاد فرمایا:

"نادر حسین اگر تم نہ ہو تو نور الحسنؑ سب انتظام کرلے"۔ یہ سنکر مجھے خیال ہوا کہ اب میری موت آگئی۔

اس خیال کا آنا تھا کہ حضورؒ پر نور نے بتیابانہ ارشاد فرمایا:

"نادر حسین جیسے تم نواب گنج میں ہو اور تم کو مقدمات کے سبب سے نگرام آنے کی فرصت نہ ملے اور ہم نگرام آئیں تو نور الحسن سب انتظام کرلے"۔

میں نے کہا: "جی ہاں"۔

فی الحقیقت حضورؒ انور کے ارشاد کا یہ مفہوم تھا کہ جس طرح مولوی نادر حسین صاحب حضورؒ انور کے فیوض و برکات سے اس قابل ہوئے۔ اسی طرح نور الحسن بھی ہونگے۔ اس ارشاد کا یہ نتیجہ ہوا کہ شیخ نور الحسن صاحب انٹرینس پاس کرکے حضورؒ کی خدمتِ عالی میں حاضر ہوئے تو آپؒ نے خود بخود ارشاد فرمایا:

"پھاٹک تک پہنچ گئے"۔

انہوں نے عرض کیا: "جی ہاں"۔

مولوی نادر حسین صاحب کا بیان ہے کہ میری سمجھ میں ارشاد کا مطلب نہیں آیا۔

میں نے باہر آکر نور الحسن[1] سے دریافت کیا: "پھاٹک تک پہنچنے کا کیا مطلب ہے"۔

انہوں نے کہا: "انٹرینس کے معنے پھاٹک کے ہیں، شاید اسی کی طرف

---

[1] مولوی نادر حسین صاحب کے صاحبزادہ کا نام ہے۔

اشارہ ہے"

چنانچہ پھر ان کی تعلیم ایف اے وغیرہ کی نہیں ہوئی۔ ایگریکلچر پاس کرکے ملازمت شروع کردی۔ اب نائب تحصیلدار ہیں اور تحصیلداری میں انتخاب ہو گیا ہے۔

یہ حضورؒ انور کی دنیوی برکتیں ہیں اور ایسے صدہا واقعات سننے میں آتے ہیں۔ حضورؒ انور سب کی خواہشات سے خود باخبر رہتے تھے اور امداد فرماتے تھے۔

مولوی شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی (بیرسٹر لا، مقیم انگلستان) رئیس گدیہ ضلع بارہ بنکی تحریر فرماتے ہیں:

ایک مرتبہ کا ذکر ہے جبکہ رمضان شریف کا مہینہ تھا حضورؒ انور گدیہ میں رونق افروز تھے۔ میں شب کے وقت خدمتِ عالی میں حاضر ہونے کے لئے چلا۔ میرے مکان کے قریب ایک مسجد ہے اسمیں تراویح ہو رہی تھی اس وقت قرآن پاک کے الفاظ نے مجھے محو کر لیا کچھ دیر مسجد کے باہر کھڑا ہوا سنتا رہا۔ پھر خیال آیا کہ حضورؒ انور کی خدمت میں جانا ہے کہیں دیر نہ ہو جائے مگر دل قرآن شریف کی طرف متوجہ تھا۔

میں حاضر ہوا تو آپؒ استراحت فرما رہے تھے مجھے دیکھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا:

"آؤ مشیر تم کو قرآن سنا دیں۔"

میں حیرت میں رہ گیا کہ آج یہ نئی بات کیسی اور کبھی تو ایسا ہوا نہیں۔

الغرض حضور پُر نور نے مجھکو مختلف قرآتوں سے قرآن شریف سُنایا۔

یہ واقعہ بھی شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں آگرہ وغیرہ کی طرف سیر و سیاحت کو گیا تو آگرہ سے سنگ تراشی کی چیزیں لیتا آیا۔ ایک چھوٹا سا صندوقچہ بھی تھا۔ حضرت اس زمانہ میں گدیہ میں رونق افروز

تھے۔ دل میں آیا کہ اس صندوقچہ کو حضورؒ کی خدمت میں پیش کر دوں، مگر پھر یہ خیال آیا کہ آپؒ کیا کریں گے۔ کسی کو دے دیں گے اس لیے اس کو مکان ہی میں رکھوں، لیکن پھر دل نے یہی طے کیا کہ حضورؒ انور کی خدمت میں نذر کر دوں۔ چنانچہ اس کو لیکر حاضر ہوا تو آپؒ نے اٹھا کر دیکھا بہت پسندیدگی کا اظہار فرمایا، خوشی ظاہر فرمائی اور تھوڑی دیر کے بعد فرمایا:

"مشیر اسے تم رکھو تمہاری خوشی ہو گئی، ہم نے لے لیا۔"

یہ بھی بالکل نئی بات تھی۔ مگر ظاہر ہے کہ حضورؒ انور کی یہ کیفیت تھی کہ قلبی حالت پر آپؒ کو فوراً اطلاع ہو جاتی اور اُسی کے موافق ارشاد فرماتے تھے۔

مولانا مولوی سیّد عبدالغنی صاحب قبلہ وارثی بہاری مدظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں کہ مولوی سیّد رحیم الدین ایڈیٹر الپنچ بانکی پور کا واقعہ ہے کہ جب حضورؒ انور بہار تشریف لائے تو مولوی رحیم الدین صاحب کے ذوق وشوق کا یہ عالم تھا کہ حضورؒ انور کی پالکی کے ساتھ ۱۹ میل تک دوڑتے ہوئے بلچھی تک آئے۔ کسی نے مولوی رحیم الدین صاحب کے خاندان والوں سے یہ کہہ دیا کہ مولوی صاحب فقیر ہونے کو گئے ہیں اس خبر سے ان کے گھر میں کہرام مچ گیا اور ان کے بڑے بھائی نے مولوی صاحب کے دوستوں کو خطوط لکھے اور مجھ سے بھی ایک شخص کی زبانی کہلا بھیجا کہ "رحیم الدین کو مرید ہونے سے منع کر دو حاجی صاحب کا طریقہ خلافِ شرع ہے۔" اور اسی قسم کی باتیں تھیں۔

اس سفر میں حضورؒ انور کا یہ معمول دیکھا گیا کہ روزانہ صبح کو مثنوی معنوی پڑھتے تھے اور اس وقت سیّد عبدالآد شاہ صاحب اور فضیحت شاہ صاحب وغیرہ کو طلب فرماتے۔

چنانچہ جس دن بلچھی میں شام کو میرے پاس مولوی رحیم الدین صاحب کے بھائی کا پیام پہنچا ہے۔ اس کی صبح کو حضورؒ پرنورؒ نے مولوی رحیم الدین صاحب کو بھی طلب فرمایا اور میں بھی اس جلسہ میں حاضر ہوا تو حضورؒ انور جو شعر جس کے

حسبِ حال ہوتا اس کی طرف مخاطب ہو کر اس کا مطلب بیان فرماتے تھے۔

چنانچہ ایک شعر کا یہ مضمون تھا:

"کوّا کائیں کائیں کرتا ہے۔"

آپؒ نے مولوی رحیم الدین صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا:

"سُنا رحیم الدین کوّے کی عادت ہی کائیں کائیں کرنے کی ہے۔ اُسکی طرف خیال نہ کرنا چاہیئے۔"

جب حضورؒ پر نورؒ دہلی سے رخصت ہو کر بہار تشریف لے گئے تو مولوی رحیم الدین صاحب کے ایک دوست جو میرے بھی دوست ہیں حضورؒ پر نور کی خدمت عالی میں حاضر ہوئے۔ آپؒ نے ان کو کبھی نہیں دیکھا تھا اور نہ ان سے کسی نے تعارف کرایا تھا لیکن ان کے بیٹھتے ہی حضورؒ انور نے ارشاد فرمایا: "مولینا رومؒ فرماتے ہیں ؎

چوں قلم در دست غدارے بود

لاجرم منصور بردارے بود

اور ایک شخص نے اس کا ترجمہ اس طرح کیا ہے ؎

جب قلم ہو ہاتھ میں غدار کے

کیوں نہ ہو منصور اوپر دار کے

مولینا سیّد عبدالغنی صاحب قبلہ فرماتے ہیں:

میرے ان دوست کا بیان ہے کہ اس ارشاد سے مجھے اس بات کا یقین ہو گیا کہ یہ ارشاد مولوی رحیم الدین صاحب کے بھائی کے خط کی طرف ہے۔

اس کے بعد مولوی رحیم الدین صاحب نے بہت کوشش کی اور خود لکھ کر کئی درخواستیں پیش کیں۔ ہمراہیوں سے سفارشیں کرائیں مگر آپؒ نے ان کی بیعت نہیں لی۔

حاجی محمد شاکر خان صاحب وارثی خلف الرشید مولوی محمد ناظر خان صاحب پنشنر کورٹ انسپکٹر رئیس رائے بریلی لکھتے ہیں کہ میرے والد جد کے خالہ زاد بھائی حضور پر نور سے بیعت کرنے کی غرض سے خدمتِ عالی میں حاضر ہوئے تو ہم لوگ بھی ہمراہ تھے۔

راستہ میں ان کے دل میں یہ خطرہ گذرا کہ حضور بیعت لیتے وقت یہ کیوں کہلواتے ہیں:

"ہاتھ پکڑتا ہوں پنجتن پاک کا"

جس وقت وہ حاضر ہو کر مرید ہونے لگے تو حضور انور نے حسبِ معمول مُرید فرمایا مگر یہ جملہ نہیں کہلوایا جس کا ان کو بعد میں بہت خیال رہا اور اس بات کا افسوس رہا۔

حضور انور کی یہ کیفیتِ باطن تھی کہ عرضِ حاجت کی ضرورت ہی نہ تھی سب کا حال آئینہ تھا۔

منشی عبدالغنی صاحب قبلہ وارثی رئیس پوّوہ غنی خان ضلع رائے بریلی تحریر فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضور انور کی خدمتِ عالی میں اس غرض سے حاضر ہُوا کہ حضور انور کو اپنے مکان پر لاؤں۔ گھر سے چلتے وقت حسبِ دستور مستورات نے طرح طرح کی فرمائشیں کر دیں کہ لکھنؤ سے ہمارے واسطے فلاں فلاں چیزیں لیتے آنا۔

میں جب دیوہ شریف حاضر ہوا تو معلوم ہُوا کہ حضور پُر نور موضع چوراسی ضلع لکھنؤ میں رونق افروز ہیں۔ میں وہیں حاضر ہوا اور خدمتِ عالی میں عرض کیا تو آپؒ نے بہت قریب کی تاریخ ارشاد فرمائی۔ کل پانچ دن درمیان میں تھے۔

اس وجہ سے مجھکو خیال ہوا کہ اب لکھنؤ وغیرہ جانا مناسب نہیں ہے براہِ راست مکان کو چلنا چاہیئے۔ کیونکہ انتظام کرنا ہے اور حضور انور کی تشریف آوری کا وقت قریب ہے۔

یہ خیال کر کے میں نے حضورؒ انور سے رخصت کی اجازت مانگی۔ تو آپؒ نے نور محمد شاہ صاحب خادم سے فرمایا :
" وہ کنگھی اور رام پور کا سر دتہ غنی خان کو دیدو۔" اور جن مستورات کی فرمائشیں تھیں انہیں کی نسبت ارشاد فرمایا :
" ان کو دیدینا۔"
میں رخصت ہوکر چند قدم چلا تھا کہ پھر حضورؒ نے طلب فرمایا اور ایک نہایت نفیس خاصدان عطا کیا اور ارشاد فرمایا :
" یہ فلاں بی بی کو دیدینا۔"
مجھے خاصدان کی بالکل یاد نہیں تھی۔ غرضکہ جو جو چیز جس جس کی فرمائش تھی وہ سب نام بنام حضورؒ انور نے اپنی طرف سے مرحمت فرمائیں اور میں بہ اطمینان مکان کو واپس گیا۔
حضورؒ انور کے روبرو حاضر و غائب کے حالات آئینہ تھے۔ یہ کیفیتِ باطنیہ خاص ہے۔ اس کو اُس کیفیت سے کوئی مناسبت نہیں ہے جس کو کشف کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اُس کشف میں صحت و غلطی کا احتمال ہے۔
چنانچہ حضورؒ انور ہی کے ایک واقعہ سے اس کا فرق معلوم ہوتا ہے۔
مولوی حکیم محمود علی صاحب فتحپوری ناقل ہیں کہ میرے ماموں صاحب قبلہ میر رحمت علی مرحوم و مغفور جو نہایت ثقہ بزرگ تھے مجھ سے میری والدہ صاحبہ قبلہ کا واقعہ بیان فرماتے تھے جو یہ ہے :
وہ تپ کہنہ میں مبتلا ہوئیں، ہر چند علاج معالجہ ہوا مگر کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی اور روز بروز حالت خراب ہوتی گئی جب بالکل مایوسی ہوئی تو ایک مجذوب اور درویش جنکا نام جھاڑو شاہ تھا اور فتح پور کے لوگ ان کو بہت مانتے تھے۔ ان کی خدمت میں گئے تو انہوں نے صورت دیکھتے ہی فرمایا :
" سید بابا جس مائی کی دعا کے واسطے آیا ہے وہ ابھی بہت زندہ رہیگی اور اس کی اسقدر اولادیں ہوں گی۔ کیوں پریشان ہے، جا مائی اچھی

ہو جائے گی۔"

میرے ماموں صاحب قبلہ یہ سنکر خوش خوش مکان پر آئے۔ اتفاق سے اسی روز حضورؑ بھی فتح پور میں تشریف لائے۔ ماموں صاحب قبلہ حضورِ انور کی خدمتِ عالی میں حاضر ہوئے مگر اُن کے دل میں اس وقت خیال یہی تھا کہ کاش حضورِ انور میری ہمشیرہ کے نسبت کچھ ارشاد فرمائیں تاکہ دل مطمئن ہو جائے۔ حضورؒ ان کی جانب مخاطب ہوئے اور ارشاد فرمایا:

"رحمت علی رحمت علی اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ سُنا سُنا دلی بنی سب مجبور رہیں وہ بے نیاز ہے۔"

ماموں صاحب کہتے تھے کہ سُنتے ہی میری جان نکل گئی اور سمجھ گیا کہ اب ہمشیرہ کا بچنا محال ہے چنانچہ دوسرے ہی روز ان کا انتقال ہو گیا۔

حضورِ انور کے سامنے تمام حالات کا انکشاف حقیقی تھا زبان مبارک سے جو الفاظ نکلتے تھے وہ لسان الغیب کی طرح ہوتے تھے اور وہی ہوتا تھا جو آپؒ فرماتے تھے۔

مولانا ناظم علی صاحب فضلی (مہتمم مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ) تحریر فرماتے ہیں کہ مولینا حافظ سراج الیقین صاحب نبیرۂ صاحب سجادہ ــــــ حضرت شاہ نجات اللہ محب صادق قدس سرہٗ نے اپنے صاحب زادہ کی تقریب سجادہ نشینی اپنی حیات میں فرمائی۔ اس زمانہ میں حضرت شاہ نجات اللہ کا عرس بھی تھا اس وجہ سے حضرت حاجی صاحب اور حضرت مولینا محمد نعیم صاحب فرنگی محل قدس سرہما بھی شریک جلسہ تھے۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے۔ حافظ سراج الیقین صاحب سے ملتے ہی صاحبزادہ کی سجادہ نشینی کی بابت مسکرا کر مکرّر ارشاد فرمایا:

"بھرؤ یہ کیا پیال کے پاؤں کھڑے کرت ہو"

چنانچہ اس سجادگی کا کسی اعتبار سے کچھ نتیجہ نہ ہوا اور وہ صاحبزادے

حافظ سراج الیقین صاحب کے سامنے ہی قضا کر گئے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضورِ انور کے سامنے کوئی بات مخفی نہ تھی۔ ظاہر و باطن کی من وعن خبر تھی۔

مرزا محمد ابراہیم بیگ صاحب شیدا وارثی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جب کاتک کا میلہ تھا زائرین کا مجمع کم ہُوا تو ایک خادم نے اس خیال سے آستانہ عالی کا دروازہ بند کر دیا کہ تھوڑی دیر حضورِ پر نور آرام فرمالیں مگر اس وقت آپ نے نہایت جلال میں آکر ارشاد فرمایا:

"دروازہ کھولدو ہم احسان فراموش نہیں ہیں۔"

خادم نے دروازہ کھول دیا پھر مجمع ہو گیا مگر چہرۂ اقدس پر آثارِ جلال نمایاں تھے اور آپ بار بار دروازہ کی طرف دیکھتے تھے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ کسی کا انتظار ہے۔ اسی عرصہ میں دیکھا گیا کہ ایک عرب آیا جس کی تیس پینتیس برس کی عمر ہوگی۔ میلے اور بوسیدہ لباس میں تھا۔ حضورِ انور اس کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ اور معانقہ کیا اور بکمالِ شفقت دریافت فرمایا:

"ابو سعید تمہارے کون تھے۔"

اُس نے عرض کیا "میرے دادا تھے اور ان کا اور میری دادی کا عرصہ ہوا انتقال ہو گیا۔"

ارشاد فرمایا:

"حسن تمہارے باپ زندہ ہیں۔"

اس نے عرض کیا: "ان کا بھی انتقال ہو گیا اور آخر وقت میں مجھکو یہ وصیت کی تھی کہ حضورِ انور کے حلقۂ غلامی میں داخل ہو جانا۔ اسی واسطے میں عرب سے آیا ہوں۔"

حضورِ انور نے اس کو مرید فرمایا تہ بند اور شیرینی وغیرہ مرحمت فرمائی اور فرمایا:

"جب ہم مدینہ شریف گئے تھے تو ان کے دادا نے ہماری بہت

خاطر کی تھی ۔"

مولوی نادر حسین صاحب وارثی نگرامی دوکیل بارہ بنکی) تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور پُر نور موسم گرما میں میرے مکان واقع نگرام میں تشریف لائے بستی کے اکثر و بیشتر باشندے حضورِ انور کو لینے کے لیے دو میل تک گئے ۔ میں کہاروں کے ساتھ پالکی اٹھائے ہوئے آ رہا تھا جمعہ کا دن تھا ، حضورؐ نے ارشاد فرمایا :

" تمہارے مکان کے پاس مسجد ہے ؟"

میرے چچا نے عرض کیا کہ :" نادر حسین کے مکان کے پاس مسجد ہے ۔"

پھر ارشاد فرمایا :

" سایہ ہے ؟"

عرض کیا گیا کہ سایہ ہے

دوبارہ پھر حضور پُر نور نے [illegible] یا :

" سایہ ہے ؟ " تیسری مرتبہ پھر یہی فرمایا تو میں پالکی کا کندھا بدلوا کر سامنے حاضر ہوا اور عرض کیا :

" مسجد اچھی اور سایہ دار ہے ۔"

حضورِ انور یہ سنکر خاموش ہو رہے ۔

میرے دل میں وسوسہ پیدا ہوا کہ کیا حضرت کو معلوم نہیں ہے کہ مسجدیں سایہ دار ہوتی ہیں ۔ یہ کیا معلوم تھا کہ کیوں بار بار دریافت کرتے ہیں ۔

جب حضورِ انور مکان پر تشریف لائے تو قاضی سید احمد حسن صاحب جو مسجد کے پیش امام تھے ۔ حاضرِ خدمت ہوئے ۔ آپؐ نے ان کی نسبت ارشاد فرمایا :

" قاضی تو چلے بھنے ہیں ۔"

پھر ان سے فرمایا کہ " مختصر خطبہ اور چھوٹی صورتیں پڑھنا ۔"

" قاضی صاحب رخصت ہو کر مسجد کو چلے گئے ۔

جب حضور انور مسجد کو تشریف لے گئے تو میں نے دیکھا کہ صدہا مستورات حضور کی زیارت کے لیے اپنے شیرخوار بچوں کو گود میں لیے ہوئے مسجد کے باہر درختوں کے سائے میں کھڑی ہیں۔ بہت سخت دھوپ کی تپش تھی۔

اس وقت خیال آیا کہ حضور انور کا بار بار دریافت فرمانا کہ مسجد سایہ دار ہے۔ ان کی تکلیف کے خیال سے تھا۔

جب حضور پر نور فنیس سے اُتر کر مسجد میں تشریف لے گئے تو اندر باہر جس قدر نمازی تھے سب قدمبوس ہونے لگے ناچار میں نے اور چند شخصوں نے حلقہ بنا لیا کہ حضور کو بہ آسانی منبر پر پہنچا دیں ہم لوگ حلقہ بنا رہے تھے نگاہ ہو کرتے ہیں تو آپ منبر کے پاس پہلی صف میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہم سب حلقہ بنائے ساکت و دم بخود رہ گئے۔ پہلی صف میں جہاں حضور پر نور تشریف رکھتے تھے میں نہ پہنچ سکا۔ جب خطبہ ختم ہوا تو میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ کاش اس وقت نماز میں حضور کی قربت نصیب ہوتی تو اس نماز کی عظمت مکہ معظمہ میں نماز پڑھنے کے برابر ہوتی۔

اس خیال کا آنا تھا کہ حضور انور نے میری جانب نگاہ فرمائی اور پھر اپنے برابر دیکھا۔ فوراً حضور انور کے برابر ایک شخص کی جگہ خالی ہو گئی اور میں نے خاص حضوری میں نمازِ جمعہ ادا کی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔

مولینا مولوی مفتی ابوذر صاحب وارثی سنبھلی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ بعض علماء کا خط آیا کہ عید اضحیٰ ۲۹ تاریخ کے چاند سے ہونی چاہیئے مگر حضور انور یہی فرماتے رہے:

"نہیں نہیں ہم تو تیس ہی کے حساب سے پڑھیں گے۔"

میں نے عزیزی المکرم حکیم افاقت اللہ صاحب وارثی مرحوم سے کہا: "حضرت فتویٰ کے مقابلہ میں کیوں ہٹ کرتے ہیں۔" عزیز مرحوم نے جواب دیا:

"میں نہیں جانتا جو کچھ ان کی مرضی ہے وہی درست ہے۔ میں تو ان کے ہر عمل کو تسلیم کر چکا۔ اور قدرے کبیدہ خاطر ہو کر کہا کہ اگر ۱۰ ذی الحجہ

کو ناز پید پڑھیں گے تو میں بھی جب ہی پڑھوں گا۔"

ابھی وقت نہیں آنے پایا تھا کہ انہیں علماؔ کا خط آیا کہ وہ خبر غلط تھی انتیس کا چاند نہیں ہوا کسی نے بھوپال سے ویسے ہی لکھدیا تھا۔ اس وقت حافظ شیراز رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر یاد آیا ہے:

بہ مے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نہ بود ز راہ و رسم منزل ہا

مجھے اپنے خیال پر ندامت ہوئی اور میں تائب ہوا۔

جناب مولوی حکیم محمد وصی علی صاحب علوی، قادری، قلندری کاکوری بیان فرماتے ہیں کہ میں حضرت حاجی صاحبؒ قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؒ نے خود بخود فرمایا:

"شاہ تراب علی صاحب (قلندر قدس سرہ العزیز) کے خاندان میں ہو اچھا اچھا برادری کا واسطہ ہے۔"

یہ فرماکر نہایت شفقت سے پیش آئے اور ایک رومال بھی تبرکاً عنایت فرمایا۔

مولوی صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ جب میرے والد بزرگوار مولینا مولوی محمد حبیب علی صاحب علوی نور اللہ مرقدہ آپؒ سے ملے تو آپؒ نے معانقہ فرمایا اور ایک تہہ بند عنایت کیا اور فرمایا:

"شاہ کاظم صاحب قلندر (رضی اللہ عنہ) کے خاندان سے ہو ایک ہی معاملہ ہے۔"

اس واقعہ میں ایک خاص بات قابل لحاظ ہے۔

حضرت شاہ کاظم صاحب قلندر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت شاہ تراب علی صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ پس حضورؒ انور نے بھی مولینا مولوی محمد حبیب علی صاحب قبلہ کو اور ان کے فرزند رشید مولوی محمدؐ وصی علیؒ صاحب کو اسی ترتیب سے یاد فرمایا۔

یہ حضورِ انور کا مذاقِ طبیعت تھا اور یہ بات آپ کے اندازِ تکلم میں بھی داخل تھی
مولوی ناظم علی صاحب فضلی نائب مہتمم مدرسہ عالیہ فرقانیہ تحریر فرماتے ہیں کہ
میرے والدین اولاد کی جانب سے مایوس ہو چکے تھے حتیٰ کہ میں پیدا ہوا چونکہ
اکثر حاجی صاحب قبلہ کرسی میں تشریف لاتے تھے۔ میری رشتہ کی پھوپھی صاحبہ
نے ایامِ شیر خوارگی میں مجھکو حاجی صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے
برجستہ فرمایا:

"بوڑھا ہوگا، بوڑھا ہوگا"

چنانچہ اس وقت میری عمر قریب پچاس سال کے ہے کئی بار ایسی سخت
علالتیں اٹھائیں کہ دو ایک مرتبہ موت کی خبر بھی مشہور ہوگئی لیکن ابھی وقت
نہیں آیا ہے۔ آثارِ پیری نمودار ہیں۔

حضورِ انور کی خدمت میں جو شخص جس غرض سے آتا آپ اس کی ضرور
کفالت فرماتے تھے ماؤشما کا کوئی فرق نہ تھا اور روزانہ سینکڑوں آدمی حضورِ انور
کے فیوض و برکات سے مستفید ہوتے تھے اور آپ بغیر کچھ سُنے خود بخود امید افزا
الفاظ میں ان کی تشفی فرما دیتے تھے۔

حضورِ انور کی روحانیت اور کیفیتِ باطن کے یہ تجربات صرف مسلمانوں
ہی کو نہیں ہیں بلکہ ہنود بھی اس کے قائل ہیں۔

چنانچہ چوبے بنائیک راؤ صاحب رئیس سمتھرا (جو ضلع اٹاوہ کے معزز
و مقتدر اور قدیم رؤسا میں ہیں) نے نہایت عقیدت و محبت بھرے انداز
سے اپنا واقعہ راقم الحروف کو لکھا یا جو حسبِ ذیل ہے:

چوبے صاحب موصوف کا زمانۂ شباب نہایت عیاشی و بادہ نوشی
میں گذرا جس کو اب وہ خود نہایت بدوضعی و آوارگی کا زمانہ بتاتے ہیں۔

چوبے نائک صاحب کا بیان ہے کہ میں حضورِ انور کے اکثر محامد و محاسن
سنا کرتا تھا سمتھرا کے لال محمد صاحب حضورِ انور سے بیعت تھے وہ حضرت
کی نہایت ثنا و صفت کیا کرتے تھے مگر چونکہ مجھکو مذہبِ تصوف سے

کوئی سروکار نہ تھا۔ اس لیے کبھی حاضری کا خیال بھی نہ ہوا۔ اسی اثنا میں اعزہ و اقارب کی علالتوں کا سلسلہ نہایت طول پکڑتا چلا گیا۔ سخت پریشانیوں کا سامنا ہُوا۔ ایک سال میں چھبیس چھبیس ہزار روپیہ کا کھاتہ طبیبوں اور ڈاکٹروں کا خرچ پڑا۔ ریاست پر قرض کا بھی بہت بار ہو گیا اور مصائب کے ختم ہونے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ ہر طرح کی کوششیں کی گئیں مگر کوئی تدبیر سود مند نہ ہُوئی۔

اس پریشانی کے عالم میں مجھکو لال محمد صاحب وارثی کی باتوں کا خیال آیا اور حضورِ پرنور کی زیارت کا اشتیاق پیدا ہُوا۔

ایک روز میں نے سُنا کہ آپؒ اٹاوہ میں تشریف لاتے ہیں۔ چنانچہ میں ریلوے اسٹیشن پر گیا اس وقت اسٹیشن پر بہت اژدہام تھا۔ شام کو میں آپؒ کی فرودگاہ پر حاضر ہُوا اُس وقت کچھ لوگ آپؒ کے پائے مبارک دبا رہے تھے میرے دل میں یہ خیال راستہ سے پیدا ہو گیا تھا کہ آپؒ مسلمان ہیں میں ہندو ہوں اگر میری کوئی خاص وقعت نہ ہوئی تو میرے لیے شرم کی بات ہوگی۔

چنانچہ میں جیسے ہی حاضر ہو کر آداب بجا لایا کسی شخص نے عرض کیا :

"حضور! یہ پنڈت جی ہیں۔"

آپؒ فوراً اٹھ بیٹھے۔ اُس زمانہ میں مجھکو رامائن دیکھنے کا بہت شوق تھا۔ آپؒ نے مجھکو مخاطب فرما کر پدماوت کے کچھ اشعار سنائے جن میں توحید کا بیان تھا۔

اس وقت کی کیفیت گفت و شنید سے الگ ہے۔ عجیب روحانی مسرت تھی...!

میں جس غرض سے حاضر ہوا تھا وہ یہ تھی کہ میں جس کا مرید ہوں بس اسی کا ہو جاؤں۔ اس کے سوا کچھ نظر نہ آئے۔

دوسری بات یہ تھی کہ میں جو زیرِ بار اور پریشان ہوں۔ یہ پریشانی کب تک جائے گی۔ تیسرے یہ کہ میرے خاندان کی علالتوں کا سلسلہ کب تک

رفع ہوگا۔

مگر میں نے خدمت عالی میں کچھ عرض نہیں کیا۔ حضورؒ انور نے اشعار وغیرہ سنانے کے بعد مسکرا کر فرمایا:

"پنڈت جی ہمارے یہاں بھی آنا"

میں نے عرض کیا کہ "کب حاضر ہوں"

ارشاد فرمایا:

"ایک مہینے کے بعد!"

میں اس روز سے دن گننے لگا اور ٹھیک ایک مہینہ گذرنے پر دیوہ شریف کی حاضری کا قصد کیا۔ جب بارہ بنکی کے اسٹیشن پر پہنچا تو اتفاق سے اکّے اور گاڑیاں سب رک گئیں۔ چاروں طرف نظر کر کے دیکھا کوئی خالی سواری نظر نہ آئی اور تلاش سے بھی نہ ملی۔

اس وقت میں دل میں خیال کرتا تھا کہ میں تو بلا یا ہوا آیا ہوں کیا پا پیادہ ہی دیوہ شریف تک بلانا منظور ہے؟

اسی خیال میں تھا کہ ایک شخص آیا اور اس نے مجھ سے دریافت کیا:

"آپ کہاں جائیں گے؟"

میں نے کہا "دیوہ شریف جاؤں گا"

اس نے کہا "آپ چپ چاپ میرے ساتھ چلے آئیں"

میں اس کے ساتھ ہو گیا۔ درختوں کی آڑ میں اُس کا اِکّا کھڑا تھا۔ اس نے مجھے لیجا کر بہ آرام تمام سوار کرا دیا اور بہ آسائش دیوہ شریف تک پہنچا دیا۔

وہاں پہنچکر معلوم ہوا کہ جو لوگ حضورؒ انور کی خدمت میں آتے ہیں ان کو لنگر سے کھانا ملتا ہے۔

میں نے خیال کیا یہ انتظام غربا کے لیئے ہوگا۔ مجھے خود انتظام کرنا چاہیئے۔ چنانچہ میں نے بازار سے کھانا منگا کر کھا لیا۔

جب میں خدمتِ عالی میں حاضر ہوا تو اس وقت آپؒ زنانہ مکان میں تھے۔

جہاں مستورات آپؒ کی زیارت سے مستفید ہو رہی تھیں۔
جب آپؒ باہر تشریف لائے تو جیسے ہی مجھے دیکھا نہایت شفقت سے گلے لگا لیا اور ارشاد فرمایا:
"ہم تم سے بہت خوش ہوئے۔ اس مکان کے بالاخانہ پر قیام کرو۔"
چنانچہ میں حسب الارشاد ٹھہر گیا۔ حضور انور کے لنگر کی جنس اپنے اسی خیال سے میں نے استعمال نہیں کی۔ شب کو مجھے سوء ہضمی کی شکایت ہوگئی اور دست آنے لگے بڑی پریشانی ہوئی اسی حالت میں خیال پیدا ہوا کہ کہیں یہ اس کی سزا تو نہیں ہے کہ میں نے آپؒ کے لنگر کی جنس سے گریز کیا۔
چنانچہ میں نے سید معروف شاہ صاحب قبلہ سے اس کا تذکرہ کیا تو انہوں نے مسکرا کر فرمایا:
"آپؒ کا خیال صحیح ہے۔ اسی وجہ سے یہ بات ہوئی ہے۔ اچھا اب تجربہ کیجیے اور لنگر کی جنس منگا کر استعمال کیجیے۔"
چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ آپؒ کے لنگر سے خشک جنس آئی اور آدمی نے کھانا پکا کر مجھکو اسی حالت میں کھلایا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ کھانا تھا یا داروئے شفا تھی کہ معاً آرام ہوگیا اور سب شکایتیں خود بخود رفع ہوگئیں۔
دو روز میں دونوں وقت حاضرِ خدمت ہوا مگر میری جو غرض تھی اس کے متعلق آپؒ نے کچھ ارشاد نہیں فرمایا اور ہجومِ خلائق کے باعث مجھکو بھی زبانی عرض کرنے کا موقع نہیں ملا۔ تیسرے روز جب میں رخصت ہونے کے لیے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تو آپؒ نے تبسم فرما کر ارشاد فرمایا:
"پنڈت جی جانا چاہتے ہو"
میں نے عرض کیا: "جب حکم ہو"
آپؒ نے فرمایا "ڈھونگ میں کچھ نہیں رکھا۔ اچھے نصیب ہوتے ہیں تو آپ سے آپ ہو جاتا ہے اور پنڈت جی برس دو برس کی تو کوئی بات نہیں ہے۔"

یہ فرما کر آپؒ نے نور محمد شاہ صاحب خادم کو حکم دیا :

"پنڈت جی کو پھل بھی دو اور میوہ بھی دو"

چنانچہ مجھکو دو قسم کے میوے عطا ہوئے۔ میں حضورؒ کے خاص دستِ مبارک سے تبرک لیکر قدمبوس ہوا اور چلا آیا۔

آپؒ کے ارشاد سے اُس وقت قلب بالکل مطمئن تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میرا سب کام ہوگیا اور اب برس دو برس سے زیادہ کی یہ پریشانی نہیں ہے۔

چنانچہ حضورؒ کے ارشاد کے بموجب دو ہی برس میں سب مصائب دور ہو گئے اور مجھے ایک گرو مہاراج کے درشن ہوئے جن کا میں بیعت ہوا اور میری جو خواہشات تھیں وہ سب پوری ہوگئیں۔ حضورؒ انور کا مرقع جو مجھکو عطا ہوا تھا میرے مندر میں موجود ہے۔

ایسے واقعات روزمرّہ میں داخل تھے اور بارگاہِ عالی سے کوئی خالی ہاتھ نہیں آنے پاتا تھا۔ حضورؒ انور کی کیفیاتِ باطنی کا جن لوگوں کو احساس ہے وہ واقف ہیں کہ آپؒ کے سامنے حاضر و غائب کے حالات آئینہ تھے اور نگاہوں سے کوئی مخفی نہ تھا۔

حاجی فیضو شاہ صاحب خادم بارگاہِ وارثی ناقل ہیں کہ میں سنگترے لینے کے لیے نیپال گیا تو واپسی میں ایک تھادر[1] کی دوکان پر جنس لینے لگا۔ اس نے مجھ سے دریافت کیا "کہاں رہتے ہو؟"

میں نے کہا "لکھنؤ کے اطراف میں"

وہ اطراف نہیں سمجھا اور پوچھنے لگا "اطراف کیا؟"

میں نے کہا "تم کو اس سے کیا غرض، تم جنس دیدو"

اس نے مجھ سے بہت ضد کی اور خدا جانے وہ "اطراف" کے کیا معنے

---

[1] تھادو نیپال کی طرف ایک قوم ہے۔

سمجھا کہ مجھکو گالیاں دینے لگا۔ میں نے بھی اس کو ترکی بہ ترکی جواب دیا وہ وہاں بڑا جادوگر مشہور تھا، لوگوں نے مجھکو ڈرایا کہ ہلاک ہو جاؤ گے مگر میں بڑی سرکار کا خادم تھا۔ میں کس کی سُنتا تھا۔ اس نے ایک کہی تو میں نے چار کہیں۔ لوگوں نے بیچ بچاؤ کرا دیا۔

جب میں حضورِ انور کی خدمتِ عالی میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا:

"ہم نے تم کو سیر کرنے کے لیے بھیجا تھا یا لڑنے کو۔"

میں نے عرض کیا: "اُس نے مجھے گالیاں دیں، میں نے اُسے گالیاں دیں جادو کی دھمکی میں کیا بھلا میں آسکتا تھا۔"

حضورِ انور نے ارشاد فرمایا:

"جن لوگوں کو خاندانِ قادریہ سے نسبت ہے اُن پر جادو ٹونے کا اثر نہیں ہوتا۔"

اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ غائب پر بھی پوری نظر تھی۔

حضورِ انور کی کیفیتِ باطنی کی طرح آپ کا تاثر بھی قابلِ حیرت ہے اور متذکرہ بالا واقعہ حضورِ انور کے تاثر کی بھی خبر دیتا ہے۔

حضورِ انور کے بعض ایسے واقعات بھی ہیں کہ آپؒ اپنے نادیدہ مشتاقوں کے رُوبرو بغیر کسی ظاہری اطلاع وغیرہ کے خود پہنچ گئے۔

چنانچہ منشی یعقوب خان صاحب ساکن رنجیت پورہ ناقل ہیں کہ حضورؒ بنارس تشریف لے گئے تو میں وہیں موجود تھا۔ حضورِ پر نور سیر کے لیے جا رہے تھے میں بھی تھا دیگر زائرین بھی ہمراہ تھے اور خدام بھی ساتھ تھے۔ آپ خود بخود ایک گلی میں تشریف لے گئے اس گلی میں ایک عالی شان مکان نظر آیا۔ آپؒ نے ہم سب ہمراہیوں کو باہر ٹھہرنے کے لیے ارشاد فرمایا۔ اور خود اندر زنانہ مکان میں چلے گئے۔ وہ ایک ہندو ڈپٹی کلکٹر کا مکان تھا جو کسی دوسرے شہر میں تھے۔ خدام اور سب ہمراہی نہایت متحیّر کھڑے ہوئے تھے اتنے میں کیا

دیکھتے ہیں کہ وہ ہندو ڈپٹی کلکٹر بھی اتفاقاً بحصول رخصت اسی وقت بنارس آئے اور اپنے مکان پر ہم لوگوں کا مجمع دیکھ نہایت تعجب سے دریافت کرنے لگے۔

"تم کون ہو اور کیوں یہاں کھڑے ہو؟"

ہم نے کہا "حضرت قبلہ اندر تشریف لے گئے ہیں، ہم ان کے ہمراہ ہیں۔"

انہوں نے کہا "کون حضرت قبلہ؟"

ہم نے حضور پرنور کا نامِ نامی بتایا۔ یہ سنتے ہی وہ طیش میں آ گئے اور اپنے مکان میں اندر چلے گئے۔

ہم لوگوں میں سے بھی بعض خوف زدہ ہوئے اور اندر جانے کا قصد کیا مگر ایک صاحب نے روکا۔

تھوڑی دیر میں وہ ڈپٹی صاحب ہماری خاطر و مدارات کے لئے باہر آئے اور نشست کا انتظام کیا اور اس وقت ان کی آنکھیں پرنم تھیں اور عجیب پرکیف حالت تھی۔

غرضکہ ہمارے سامنے سارے گھر نے اسلامی عقیدہ قبول کیا اور حضور کی بیعت میں داخل ہوئے۔

بعد میں معلوم ہوا کہ ان ڈپٹی صاحب کی بیوی دیر نہیں معلوم کہ خواب میں کچھ دیکھ کر یا تعریف سنکر، حضور انور کی زیارت کی بیحد متمنی تھیں۔

حضور پرنور کی یہ کیفیتِ باطنی تھی کہ خود اُن کے مکان پر اُن کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔

اکثر خدامِ حاضر باش نے دیکھا ہے کہ حضور انور کا جب کوئی مرید یا متوسل کسی تکلیف میں مبتلا ہوتا تو آپ کو بھی بے چینی ہو جاتی تھی مگر زبانِ مبارک سے کچھ ارشاد نہیں فرماتے تھے بس حضور کی بے تابانہ حالت سے پتہ چلتا کہ کوئی نہ کوئی رنج و مصیبت میں ضرور ہے۔

منشی عبدالغنی خان صاحب وارثی پوروہ غنی خان ضلع رائے بریلی لکھتے ہیں کہ مجھ سے خدام حاضر باش رحیم شاہ صاحب نور محمد شاہ صاحب نے بیان کیا کہ حضورؒ انور محلہ امین آباد واقع لکھنؤ کی سرائے میں قیام پذیر تھے آدھی رات کا وقت تھا حضورؒ پرنور استراحت فرما رہے تھے کہ یکایک نہایت بیتابی کے عالم میں اٹھ بیٹھے اور پھر لیٹ رہے۔ صبح تک یہی کیفیت رہی۔ صبح ہوتے ہی ارشاد فرمایا کہ "جیل کی سیر دیکھیں گے"۔

ہم لوگ ساتھ ہوئے۔ آپؒ کی تشریف آوری کی جب خبر ہوئی تو جیل کا سب عملہ باہر آ گیا اور حضورؒ انور کو اندر لے گئے۔ آپؒ سیدھے وہاں پہنچے جہاں پھانسی کے دو ملزم بند تھے۔ جن میں ایک ہندو تھا اور دوسرا مسلمان تھا۔ آپؒ کا رُخ اس ہندو کی طرف تھا۔

اس ہندو کا یہ واقعہ سننے میں آیا کہ اس نے فیض آباد میں حضورؒ پرنور کی زیارت کی تھی اور عام طور پر لوگوں کو حضورؒ کے قدموں پر گرتے دیکھا تھا۔ اس کے دل میں بھی آپؒ کی شان و عظمت کا سکہ جم گیا اور عقیدت ہو گئی۔

وہ جیل میں مقید تھا۔ جب اس کی بریت کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو اس رات کو نہایت بیتابی سے آپؒ کو یاد کرنے لگا اور پورے طور پر رجوع ہو گیا کہ اب آپؒ ہی میری مدد کو پہنچیں۔

اُدھر اس کو حضور کی یاد میں بے چینی ہوئی اِدھر آپؒ بھی بے چین ہو گئے اور صبح کو اس کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔ وہ حضورؒ کو دیکھتے ہی اپنے مذہب کے موافق رسم تحیت و تعظیم بجا لایا اور ایک پاؤں سے کھڑا ہو گیا اور آپؒ کی مدح و صفت کرنے لگا۔

اس واقعہ کی نسبت سید معروف شاہ صاحب قبلہ نے بھی راقم الحروف سے بیان فرمایا ہے کہ اس وقت میں بھی حضورؒ کے ہمراہ تھا۔ آپؒ نے فرمایا:

"معروف شاہ خدا کو اختیار ہے، چاہے اس عالم میں سزا دے چاہے اس عالم میں۔ اس کو سب قدرت ہے چاہے تو معاف کر دے"۔

میں نے عرض کیا "حضورؒ بجا ہے۔"

یہ فرما کر آپ چلے آئے اسی دن آخری پیشی تھی مقدمہ پیش ہوتے ہی چھوٹ گیا اور چھوٹتے ہی آپؒ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا۔ اس وقت اس کا عجیب ذوق و شوق کا عالم تھا بار بار قدموں پر گرتا تھا اور کہتا تھا:

"تم پرمیشر روپ ہو۔"

جب تک زندہ رہا ہر سال دیوہ شریف میں آتا رہا۔ منشی عبدالغنی خان صاحب قبلہ وارثی نے بھی اس برہمن کو دیکھا ہے۔ ان کا بیان ہے کہ حضورؒ انور کی محبت میں اس کی عجیب باسوز و گداز کیفیت تھی۔

حضورؒ انور کی شفقت و عنایت جو مریدین و متوسلین کے حال پر تھی اس کا ذکر لفظوں میں ادا نہیں ہو سکتا۔ ماں باپ سے زیادہ حضورؒ انور کے قلب پاک میں دردمندی اور بےچینی پیدا ہو جاتی تھی جب کسی کی تکلیف و مصیبت کو محسوس فرماتے تھے، مگر تسلیم و رضا کی پابندی زبان سے اُف نہیں کرنے دیتی تھی۔ ہاں آپ کا کریمانہ برتاؤ اور دردمندانہ انداز دیکھ کر ضرور آپؒ کی شفقت و محبت کا منظر پیشِ نظر ہو جاتا تھا۔

آہ وہ قلبِ منور جو دنیا کے بکھیڑوں سے آزاد ہو، وہ ذاتِ اقدس جس کے ساتھ کسی فکر و پریشانی کا لگاؤ نہ ہو مگر اپنا نام لینے والوں کے لیے بےچین رہے اور بےچین ہی نہیں شریکِ حال اور صرف شریکِ حال ہی نہیں بلکہ اُن کے مصائب و تکالیف کا بار اپنے سرِ اقدس پر لینے کے لیے تیار ان کا مددگار و غمخوار وہ نام لیں یا نہ لیں مگر اس ذاتِ مبارک کو دستگیری ضروری ہے۔ حضورؒ انور اگرچہ نظر سے صورتاً اوجھل ہوں مگر اپنی شفقت سے معناً سامنے ہیں۔ اگر کوئی مرید یاد بھی نہ کرے تو آپؒ کا احساسِ باطنی اس کی مصیبت میں ہمدردی کرتا تھا آپؒ اُس کے حال سے ہر وقت خبردار تھے۔ اس پر ظاہر ہو یا نہ ہو آپؒ کی معاونت ضرور اس کے شاملِ حال تھی۔

چنانچہ مولوی سید شرف الدین صاحب قبلہ وارثی مدظلہ العالی دائم نیل

ممبر ایگزیکٹو کونسل بہار) فرماتے ہیں کہ حضورِ انور بستی تشریف لے گئے تو میں بھی ہمراہ تھا۔ مجھسے ارشاد فرمایا:

"تم واپس جاؤ"۔

میں نے عرض کیا: "ابھی ریل کے آنے میں دو تین گھنٹے کی دیر ہے"۔

فرمایا "دیکھو ایسا نہ ہو کہ ریل گاڑی چھوٹ جائے"۔

میں نے حضورِ انور کی اس تاکید سے کسی خاص امر کی جانب اشارہ سمجھا اور حضورِ پرنور سے رخصت ہو کر معہ حکیم یعقوب بیگ صاحب کے اسٹیشن پر آیا گاڑی بہت دیر میں آئی اور حکیم صاحب ایک درجہ میں سوار ہو گئے۔

حکیم صاحب نے مجھ سے کہا: "یہاں بڑا ظلم ہوتا ہے"۔

میں نے دریافت کیا تو کہنے لگے:

"چند لڑکے امتحان دینے کے لیے گئے تھے اور واپسی کے وقت عجلت میں اعلیٰ درجہ میں سوار ہو گئے وہ بیچارے گرفتار کر لیے گئے"۔

یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ میں نے دیکھا کہ ایک صاحب پلیٹ فارم پر برہنہ پا دوڑے چلے جاتے ہیں۔

حکیم صاحب نے کہا یہی اس لڑکے کے ساتھ ہیں"۔

میں گاڑی سے اُترا اور ان سے پوچھا:

"آپ اس قدر پریشان کیوں ہیں؟"

انہوں نے کہا: "ہم مولوی صفدر حسین صاحب وارثی (سب جج و رئیس گورکھپور) کو کیا منہ دکھائیں گے۔ ان کے لڑکے محمود کو یہاں پکڑ لیا ہے۔ یہ سنکر میں اس طرف گیا اور محمود کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ لایا اور گاڑی میں سوار کر کے گورکھپور پہنچا دیا۔

اس وقت حضورِ پرنور کے ارشاد فیض بنیاد کا مطلب سمجھ میں آیا کہ اس کام کی وجہ سے تاکید ہوئی تھی۔

"اتنا قبل جاؤ کہ گاڑی نہ چھوٹ جائے"۔

یہ حاضر و غائب پر نظر تھی اور یہ حضورؒ انور کی کیفیت باطن تھی کہ حقیقت
نگاہوں سے کوئی غائب ہی نہ تھا۔
مرزا محمد ابراہیم بیگ صاحب شیدا وارثی ناقل ہیں کہ ایک شخص نے حضورؒ
کی خدمتِ عالی میں قریب دو سیر کے مونگ پھلی پیش کی۔ اس زمانہ میں یہاں
مونگ پھلی اس کثرت سے نہیں ہوتی تھی۔
اس نے پیش کرتے وقت یہ بھی عرض کیا: "یہ کلکتہ اور بمبئی میں ملتی
ہیں۔"
حضورؒ انور نے حسبِ عادت ان کو تقسیم کر دیا اور مجھ سے فرمایا: "تم اسی
وقت بمبئی چلے جاؤ اور ایک من خرید لاؤ۔"
میں فوراً تیار ہو گیا۔ رخصت ہوتے وقت حضورؒ پرنور نے ایک لنگوٹ اور
تہ بند بھی مجھے دیا اور ارشاد فرمایا:
"بمبئی میں اس کی ضرورت آئے گی تو دے دینا۔"
جس وقت میں بمبئی پہنچا تو میرے ایک قدیم دوست مولوی ضیاالدین صاحب
ناریل بازار میں ہیں ان کے مکان پر ٹھہر گیا۔
مولوی صاحب موصوف نے مجھ سے بیان کیا کہ "آپ کے ایک پیر بھائی
درویش یہاں ہیں وہ بہت بیمار ہیں اور قریب المرگ ہیں ان کو دیکھ آئیے۔"
میں اسی وقت مولوی صاحب کے ہمراہ گیا تو دیکھا کہ ایک معمر درویش تہ بند
باندھے ہوئے بستر پر بے ہوش پڑے ہیں اور چند آدمی ان کی تیمارداری اور خدمت
میں مصروف ہیں۔ میں نے ان شاہ صاحب کو قبل اس کے نہیں دیکھا تھا۔ مگر
ان کے لباس کی وضع سے سمجھا کہ یہ فقراءِ وارثیہ میں سے ہیں اور قلب میں ان سے
ایک خاص اُنس کا احساس بھی ہوتا تھا۔
تھوڑی دیر میں شاہ صاحب ہوشیار ہوئے اور مجھکو دیکھ کر فرمایا:
"بھائی تم آ گئے" اور اسی حالت میں معانقہ کیا اور پھر خاموش ہو گئے۔
میں مولوی صاحب کے ہمراہ واپس چلا گیا۔ دو گھنٹے کے بعد اُن کے

خادم نے آکر مجھ سے کہا:

"شاہ صاحب کا انتقال ہوگیا اور آپؒ کی نسبت ان کی یہ وصیت ہے کہ انہیں کی رائے سے تجہیز وتکفین ہو اور کفن بھی وہی دیں گے"۔

میں وہی لنگوٹ اور تہبند جو مجھے حضورؒ نے مرحمت فرمایا تھا، لیکر گیا اور وہی کفن ان کا ہوا اور تجہیز وتکفین کرادی۔

دوسرے روز بمبئی سے ایک من مونگ پھلی لیکر دیوہ شریف پہنچا اور حضور سے کل واقعہ عرض کیا۔ آپؒ نے چند جملے ارشاد فرمائے جن کا مفہوم یہ تھا:

"خیر مونگ پھلی کے بہانے شاہ جی کا کفن تو پہنچ گیا"۔

حسرت موہانی سے

نہ دیکھے اور دل عشاق پہ پھر بھی نظر رکھے

قیامت ہے نگاہِ یار کا حسنِ خبرداری

حضورؒ انور کی یہ کیفیتِ باطن تھی۔ کہ مرید خواہ کہیں ہو اس کے حالات سے خبر رکھتے تھے اور امداد فرماتے تھے۔

بارگاہِ عالی میں ایسے واقعات آئے دن پیش آتے رہتے تھے اور حضورؒ پرنور کی اس روشن ضمیری وکیفیتِ باطنی کا تجربہ صرف مریدین عقیدت گزین ہی کو نہیں بلکہ دیگر سلاسل کے افراد بھی اس کے شاہد ہیں۔

چنانچہ مولوی سید فرزند حسین صاحب وکیل و رئیس خانپور ضلع اٹاوہ (جو ایک معمر اور ثقہ بزرگ ہیں اور حضرت مولانا شاہ سرفراز علی صاحب قبلہ مسعودی شکر گنجی سے بیعت ہیں) بیان کرتے ہیں،

میں کبھی آپؒ کی خدمتِ عالی میں حاضر نہیں ہوا تھا اور نہ بظاہر آپؒ مجھ سے واقف تھے، مگر ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۰۸ھ کا واقعہ ہے کہ حضورؒ انور اٹاوہ میں ایک مقام پر کھڑے ہوئے تھے اور میں راستہ سے گذر رہا تھا۔ آپؒ نے خود بخود مجھکو بلالیا۔ اس زمانہ میں میرے چچا حاجی سید خادم حسین صاحب اور میرے خالو شیخ خیرالدین صاحب (جو حضورؒ پرنور سے بیعت تھے) فریضۂ حج ادا کرنے

کے لیے گئے ہوئے تھے۔ جب میں حاضر خدمت ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

"تم خیرالدین کے بھانجے ہو ان کا کل مکہ معظمہ میں انتقال ہوگیا اور بہت اچھے رہے"

یہ فرماکر رخصت کر دیا۔ میں نے اسی وقت آپ کا یہ ارشاد اور تاریخ وغیرہ نوٹ کرلی۔

جب میرے چچا حاجی خادم حسین صاحب فریضۂ حج ادا کرنے کے بعد مکان پر واپس آئے تو انہوں نے شیخ خیرالدین صاحب کے انتقال کی وہی تاریخ ۱۴ ذی الحجہ اور مکہ معظمہ کا مقام بیان کیا جو حضورِ پُر نور نے ارشاد فرمایا تھا۔

حضورِ پرنور کی روشن ضمیری کے یہ واقعات ہیں جو کیفیتِ باطنیہ کے زیر عنوان درج کیے گئے۔ مگر حقیقتہً ان کل واقعات میں سے بعض ایسے ہیں جو حضور کی باطنی امداد بھی ظاہر کرتے ہیں اور جو واقعات معمولاً روزمرہ پیش آتے ہوں ان کو خصوصیت سے نہیں لکھا جا سکتا۔ آپ کی جو بات تھی وہ عام تھی۔

غائبانہ تصرفات

جیسا کہ حضورِ پرنور کی کیفیتِ باطنیہ سے ظاہر ہے کہ ظاہر و باطن کے حالات سے بالکل باخبر تھے۔ اور تمامی واقعات و حالات حضورِ انور کی کیفیتِ باطن کی خبر دے رہے ہیں، مگر اس موقع پر بعض ایسے حالات لکھے جاتے ہیں جو بالکل تصرفات غائبانہ یا امدادِ باطن سے تعلق رکھتے ہیں۔

حضورِ انور اپنے مریدین و متوسلین کی جیسی خبرگیری فرماتے تھے وہ اکثر واقعات سے ظاہر ہوتی ہے۔" غائبانہ تصرفات بطور نمونہ لکھے جاتے ہیں۔ جو حضورِ انور کی ذاتِ اقدس سے صرف غائبانہ طور پر ظاہر ہوئے۔

منشی عبدالغنی خان صاحب قبلہ وارثی رئیس پودہ غنی خان ضلع رائے بریلی لکھتے ہیں کہ میرے برادرِ خورد علی محمد خان صاحب وارثی رسالدار میجر کا واقعہ ہے

کہ ان کا رسالہ چھاؤنی میرٹھ سے تبدیل ہو کر جالندھر کو جا رہا تھا۔ اثنائے راہ میں جب منزل پر ٹھہرنا ہوا تو ایک شخص محفوظ علی خاں جو ٹرپ اوّل کا سوار تھا اس نے دوسری ٹرپ کے سواروں کے ہمراہ پانی پلانا شروع کر دیا۔ اس کو کچھ اور حکم دیا گیا تھا جس کے خلاف وہ کر رہا تھا اس لیے اس کو روکا گیا اور مکرر سہ کرر روکنے پر وہ بدزبانی کرنے لگا۔ اس کی گستاخی سے چونکہ دوسروں کے لیے ایک بُری مثال ہوتی تھی اس لیے علی محمد خان صاحب رسالدار نے اسکو قید کر لینے کا حکم دیا چنانچہ وہ کوتل گارڈ میں قید کر لیا گیا۔ اسی حالت میں اتفاق سے اس کے ہاتھ ایک بندوق آ گئی (اس وقت علی محمد خان صاحب گھوڑوں کے سنٹر میں چہل قدمی کر رہے تھے) ایک شخص نے محفوظ علی کے ہاتھ میں بندوق دیکھ کر آواز دی:

"اس کے ہاتھ میں بندوق ہے ہٹ جاؤ"

اس پر رسالدار صاحب نے محفوظ علی کو آواز دی:

"وہیں ٹھہر جاؤ!"

یہ سنتے ہی اس نے ایک فیر کر دیا اور رسالدار صاحب کے داہنے بازو میں گولی لگی جس کے سبب سے وہ بہت زخمی ہوئے۔

رسالدار صاحب موصوف کا بیان ہے کہ مجھکو اس وقت تک بالکل گھبراہٹ پیدا نہ ہوئی بلکہ میں نے ارادہ کیا کہ اس کو جلدی سے جا کر پکڑ لوں مگر درمیان میں بہت سے گھوڑے بندھے ہوئے تھے جن کی وجہ سے میں جلدی نہ پہنچ سکا میرے دیکھتے دیکھتے اس نے دوسرے فیر کی تیاری کر لی۔ اس وقت مجھے حضورِ انور کی ذات کے سوا اور کوئی سہارا نظر نہ آتا تھا۔

میں حضورِ انور کی جانب متوجہ ہو گیا۔ میرا متوجہ ہونا تھا کہ محفوظ علی سوار اندھا ہو گیا۔ اِدھر اُدھر پھرتا تھا اور اس کو کچھ نظر نہ آتا تھا۔ فوراً پکڑ لیا گیا۔ بعد میں محفوظ علی نے خود بیان کیا ہے کہ:

"پہلے فیر تک تو مجھکو دکھائی دیتا تھا مگر دوسرے فیر پر آنکھوں کی بصارت

بالکل جاتی رہی ۔"

یہ حضور انور کے غائبۃ نصرت تھے کہ یاد کرتے ہی امداد پر آمادہ نظر آتے ہیں ۔

منشی عبدالغنی خان صاحب قبلہ وارثی ناقل ہیں کہ مجھ سے حضور انور کے خدام حاضر باش رحیم شاہ صاحب و تراب علی شاہ صاحب و نور محمد شاہ صاحب نے یہ واقعہ اپنا چشم دید بیان کیا :

سفر پنجاب میں ہم لوگ حضور انور کے ساتھ تھے ۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ حضور انور کی خدمتِ عالی میں ایک مسلمان پنجابی اپنی بیوی کو ساتھ لیکر حاضر ہوا اور نہایت جوشِ عقیدت سے قدمبوس ہوا ۔ جب ہم لوگوں کے ساتھ اس کی نشست ہوئی تو اثنائے گفتگو میں اس نے اپنا واقعہ بیان کیا جس کا خلاصہ یہ ہے :

"میں حضور انور کی غلامی کا شرف رکھتا ہوں اور عرصہ ہوا جب میں مرید ہوا تھا ۔ مجھے اپنی بیوی سے بہت محبت ہے ۔ عرصہ ہوا جب وہ سخت علیل ہوگئی تھی مرض کو کسی طرح افاقہ نہیں ہوتا تھا روز بروز بڑھتا ہی جاتا تھا حتیٰ کہ ایک روز سب کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ وہ مرگئی ۔ مجھے اس واقعہ سے سخت رنج والم ہوا اس وقت کی پریشانی کا عالم بیان سے باہر ہے ۔ اسی بدحواسی میں مجھکو خیال ہوا کہ مجھ سے اس کی تجہیز و تکفین نہ دیکھی جائے گی ۔ اب کسی طرف کو چل دینا چاہیئے یا زہر کھا کر مرجانا چاہیئے تاکہ اسی کے ساتھ میں بھی دفن ہو جاؤں ۔ پھر خیال آیا کہ مجھے مرنے سے پہلے حضور انور کی زیارت سے مشرف ہونا چاہیئے ۔

چنانچہ دماغ و عقل تو معطل ہو ہی رہے تھے ۔ میں نے اپنے گھر میں سب سے تاکید کردی کہ جب تک میں دیوہ شریف سے واپس نہ آؤں اس کی تجہیز و تکفین نہ کی جائے ۔

یہ کہتے ہی چل دیا ۔ گھر میں ایک کہرام مچا ہوا تھا ۔ میرے مکان سے

ریلوے اسٹیشن بہت دُور ہے میں شام کو روانہ ہوا تھا، اندھیری رات تھی کچھ رات گئی ہوگی کہ ایک موضع میں پہنچا اور ایک شخص کے دروازے پر ٹھہر گیا شب بھر بے آب و دانہ وہاں پڑا رہا علی الصباح وہاں سے روانہ ہوا دُور سے دیکھا کچھ آدمی آرہے ہیں۔ قریب پہنچا تو دیکھا کہ خود حضورؒ انور ہیں۔ میں بیتابی سے چل کر حضور پُر نور سے قدمبوس ہوا اور بے اختیار رونے لگا۔۔ اضطرابی حالت تھی اس وقت منہ سے کچھ بات ہی نہ نکل سکی۔

پس بار بار بیکسی کے عالم میں حضورؒ کے قدموں کو چُومتا تھا اور روتا تھا، حضور نے خود بخود مجھ سے ارشاد فرمایا:

"تمہاری بیوی کو سکتہ ہوگیا ہے تم واپس جاؤ"

میں حضورؒ کا ارشاد سنتے ہی مکان پر واپس آیا تو اپنی بیوی کو دیکھ کر متحیّر رہ گیا۔ وہ نہایت صحیح و تندرست بیٹھی ہوئی تھی۔

میں نے پوچھا کہ کس وقت اس کو صحت ہوئی تو ٹھیک وہی وقت بتایا جو میری قدمبوسی اور حضورؒ انور کے ارشاد کا وقت تھا۔

میں اس وقت نہایت شاد و مسرور و مطمئن ہوگیا اور مجھے خیال ہوا آجکل حضور انور اسی نواح میں ہیں چل کر قدمبوس ہونا چاہیئے۔

میں حضور کی تلاش میں مکان سے نکلا تو معلوم ہوا کہ حضورؒ انور دیوہ شریف میں ہیں عرصۂ دراز سے اس طرف تشریف نہیں لائے۔

یہ حضورؒ کی غائبانہ امداد تھی کہ جو مرید جہاں اور جس وقت یاد کرتا آپؒ اس کی مدد کو وہیں اور اسی وقت پہنچ جاتے تھے۔

منشی عبدالغنی خان صاحب قبلہ وارثی یہ واقعہ بھی بیان فرماتے ہیں کہ حضورؒ پر نور ستر کھ ضلع بارہ بنکی میں چوہدری عبداللہ صاحب کے باغ میں رونق افروز تھے۔ میں بھی ہمراہ تھا اور حضورؒ انور کے خرقہ پوش فقیر کریم شاہ صاحب بھی ساتھ تھے۔

ہم لوگ ——— باہر بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے اور حضورؒ

اندر کمرے میں تشریف رکھتے تھے۔

اندھیری رات تھی، آسمان پر ابر محیط تھا بجلی چمک رہی تھی۔ آپ نے کریم شاہ صاحب کو اندر طلب کیا اور ارشاد فرمایا :

" باغ کی روش پر دیوار کے کنارے کنارے چلے جاؤ تم کو ایک ضعیفہ بیٹھی ہوئی ملے گی۔ اس کو اپنے ہمراہ لے آؤ۔"

کریم شاہ صاحب حضور انور کے ارشاد کے موافق چل دیئے تو کچھ دُور پر جا کر دیکھا کہ ایک ضعیفہ بیٹھی ہوئی ہے کہہ رہی ہے "میاں مجھکو کنوئیں سے نکال کر جانے کہاں چلے گئے۔ اب اس اندھیری رات میں مجھکو راہ نہیں ملتی کدھر سے جاؤں۔"

کریم شاہ صاحب نے دریافت کیا :

" کیا معاملہ ہے ؟ "

تو اس نے کہا کہ میں اندھیری رات میں راستہ بھول کر اس طرف چلی آئی تھی اور اتفاق سے اس کنوئیں میں گر پڑی۔ میں ڈوبنے نہیں پائی تھی کہ حضورؒ نے مجھکو اوپر ہی سے اُٹھا لیا۔ بجلی کی چمک میں میں نے خوب پہچان لیا کہ حضورؒ ہی تھے۔ مگر مجھکو جیسے ہی نکال کر اوپر بٹھایا آپ غائب ہو گئے۔ ان کے سوا ہماری کون خبر لینے والا ہے۔" یہ کہکر رونے لگی۔

کریم شاہ نے کہا :

" حضورؒ ہی نے مجھے تمہیں لینے کے لیے بھیجا ہے۔" اب تم میرے ساتھ چلو۔"

وہ ان کے ساتھ چلی آئی اور جیسے ہی حضورؒ انور کی خدمتِ عالی میں حاضر ہوئی حضورؒ کے قدموں میں سر رکھ کر زار زار رونے لگی اور اس حالت میں بار بار کہتی تھی :

" میاں اب مجھکو یقین ہو گیا کہ جس طرح حضور نے یہاں میری مدد فرمائی ہے اسی طرح قبر میں اور حشر میں بھی مدد فرمائیں گے۔"

جب اس کی رقت کم ہوئی تو حضورِ انور نے اس کو منع فرمایا :
"زبان سے کچھ نہ کہو۔"
جو ہوا وہ ہوا اگر اس وقت حاضرین کی تعداد پچاس سے کم نہ ہو گی جن کے سامنے یہ حاضر ہوئی تھی۔
منشی امانت اللہ خاں صاحب وارثی مرزا پوری تحریر فرماتے ہیں کہ ٹھاکر پنجم سنگھ صاحب رئیس ملاوئی ضلع مین پوری کا واقعہ ہے۔
ایک مرتبہ ٹھاکر صاحب موصوف کو چکر آگیا اور قریب تھا کہ منہ کے بل غلاظت میں گر پڑیں — ٹھاکر پنجم سنگھ صاحب وارثی خود فرماتے ہیں کہ اسوقت میں نے بچشمِ خود دیکھا کہ دفعتاً حضورِ پُر نور کا دستِ مبارک نمودار ہوا اور گرتے سے مجھکو پلٹ دیا نہ گرا نہ چوٹ آئی۔
مولوی سید شرف الدین صاحب قبلہ وارثی مدظلہ العالی د آنریبل ممبر ایگزیکٹیو کونسل فرماتے ہیں کہ ہمارے صوبہ بہار میں ایک قصبہ شیخ پورہ ہے جہاں ڈاکٹر اور حکیم بہت ہے۔ میر ابرار حسین صاحب رئیس شیخ پورہ اور ان کا تمام گھر حضورِ پُر نور سے شرفِ بیعت رکھتا ہے۔
ایک مرتبہ میر ابرار حسین صاحب کی اہلیہ کو مرضِ فالج ہوا اطبائے غذا ایک دم بند کر دی۔ صرف ماٗ العسل دیا جاتا تھا مریضہ کی بھوک پیاس سے بری حالت تھی۔ میر ابرار حسین صاحب کی یہ کیفیت تھی کہ ایک قدم مکان کے اندر تو ایک باہر۔ مریضہ کی حالت سے سخت پریشان تھے۔ ایک مرتبہ جو اس مکان میں گئے جہاں مریضہ تھی کہ وہ پلنگ سے اتر کر نیچے فرش پر بیٹھی ہوئی ہیں اور ہنس رہی ہیں ان کے دونوں ہاتھوں میں دودھیا بالائی اور پانی کے کچھ آثار پائے جاتے ہیں۔ انہوں نے میر ابرار حسین صاحب سے کہا :
"تم نہ مجھے پانی دیتے تھے نہ کھانا دیتے تھے حضورِ انور نے تشریف لاکر مجھے سب کچھ دیا۔"
چنانچہ وہ اسوقت تک صحیح ہیں۔

حضورؒ انور کے غائبانہ تصرفات کے متعلق مولینا سید عبدالآد شاہ صاحب تحریر وارثی کتاب عین الیقین میں تحریر فرماتے ہیں :

باندہ میں دو شخصوں کے درمیان یہ عہد ہوگیا تھا کہ ہم دونوں ایک بزرگ سے بیعت ہوں گے۔ ان دونوں میں سے ایک شخص تو باندہ ہی میں تھا اور دوسرا کسی دوسرے شہر میں چلا گیا تھا۔ اسی زمانہ میں حضورؒ انور باندہ میں رونق افروز ہوئے تو وہ شخص حضورؒ انور کی خدمتِ عالی میں حاضر ہوا اور جمالِ عدیم المثال کو دیکھتے ہی اس کو عقیدت پیدا ہوگئی کہ حضورؒ پرنور سے بیعت ہوجانا چاہیئے مگر جو عہدِ واثق اپنے دوست سے کرچکا تھا اس کا خیال کرکے متامل ہوا اور دو متضاد خیال اس کے قلب میں پیدا ہوگئے۔

یہ بھی سوچتا تھا کہ عہد کو نہیں توڑنا چاہیئے۔ پھر یہ بھی خیال کرتا تھا کہ مبادا یہ وقت پھر نصیب نہ ہو۔

انہیں خیالات کی الجھن میں تھا کہ حضورؒ پرنور نے حکم دیا :

" باہر بیٹھو "

اور تھوڑی دیر میں اس کو اندر طلب فرماکر ارشاد فرمایا :

" تمہارا دوست مرید ہوگیا "

یہ سنتے ہی وہ شخص قدمبوس ہوا اور بکمالِ ذوق شوق حضورؒ انور کی بیعت سے مشرف ہوا۔

دو تین گھنٹے کے بعد اس کو اپنے دوست کا تار ملا جس میں لکھا تھا :

" میں حضورؒ پرنور کی بیعت سے مشرف ہوگیا، غالباً حضورؒ باندہ تشریف لیجائیں تم بھی مرید ہوجاؤ "

یہ تار لیکر وہ شخص بادیدۂ پرنم حضورؒ انور کی خدمتِ عالی میں حاضر ہوکر قدمبوس ہوا اور توجہ عالی ہمیشہ مبذول رہنے کے لیے ملتجی ہوا۔ آپؒ نے فرمایا :

" محبت ہے تو سب کچھ ہے لاکھوں کوس بھی ہو تو نزدیک ہے "

مولینا تحریر رحمۃ اللہ علیہ یہ واقعہ بھی عین الیقین میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ دو عرب حضورِ انور کی خدمتِ عالی میں حاضر ہوئے ایک نے عرض کیا:

"امسال آپ حج کو تشریف لے گئے تھے تو زیارت نصیب ہوئی تھی (دوسرے عرب کی طرف اشارہ کر کے) یہ بھی اسی سال حضورِ انور سے بیعت ہوا ہے۔

حاضرین نے کہا کہ:

"حضور تو عرصۂ دراز سے حج کے لیے تشریف نہیں لے گئے"۔

عرب صاحب نے کہا کہ "واللہ امسال آپ کو خانۂ کعبہ میں دیکھا ہے"۔

حضورِ انور نے مسکرا ارشاد فرمایا:

"کوئی دوسرا ہوگا"۔

ایک وقت میں مختلف مقامات میں حضورِ انور کا ظہور فرمانا اکثر لوگوں نے دیکھا ہے اور دیگر سلاسل کے بزرگوں کے مشاہدہ میں بھی ایسے تصرفاتِ غائبانہ حضورِ انور کے گذرے ہیں۔

چنانچہ شیخ نہال الدین صاحب متوطن کرسی ضلع بارہ بنکی کا بیان ہے کہ مولینا مولوی حاجی صادق الیقین صاحب کا واقعہ ہے جو ایک عالمِ متبحر اور جوان صالح بزرگ تھے اور جن کے والد ماجد حضرت مولینا حافظ سراج الیقین صاحب نے اپنی حیات میں ان کو حضرت مولینا شاہ نجات اللہ صاحب محب صادق قادری کے مقدس سجادہ پر بٹھانے کی رسم ادا فرمائی تھی۔ وہ اپنے غلوئے شریعت کے باعث حضورؒ سے خوش اعتقاد نہ تھے اور اکثر لوگوں کو حضورِ انور سے احتراز کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔

حسنِ اتفاق سے مولینا صادق الیقین صاحب نے تحصیل علوم کی غرض سے ہندوستان سے سفر کیا اور عرصہ تک بغداد میں تعلیم پائی اور بعد ازاں مکۂ معظمہ اور مدینۂ منورہ کی زیارت سے مستفید ہوئے اور سات برس تک

بیت اللہ شریف میں مقیم رہے، اس کے بعد ہندوستان کا قصد فرمایا اور اپنے وطن یعنی قصبہ کرسی میں آنے سے قبل نہایت عقیدت و محبت سے مولانا حضور پر نور کی خدمتِ عالی میں دیوہ شریف میں حاضر ہوئے۔ مولینا کی ابتدائی مخالفتوں کی وجہ سے لوگوں کو بیحد تعجب ہوا کہ کیا معاملہ ہے اور انہوں نے گرویدگی کا سبب پوچھا تو مولینا صادق الیقین صاحب نے بیان کیا:

"میں حضور پر نور کے علوئے مرتبت سے واقف نہیں تھا۔ میں نے سات برس تک مکہ معظمہ میں نماز پڑھی اور ہر وقت کی نماز میں برابر اپنے داہنی جانب حضور انور کو دیکھا۔ اس عینی مشاہدہ سے میں اپنے خیالات سے تائب ہوا۔"

شیخ جمال الدین صاحب کا بیان ہے کہ اس واقعہ کو مولینا نے گونڈا میں بھی بیان فرمایا اور میرے علاوہ اس وقت شیخ خلیل الدین صاحب و منشی امتیاز علی صاحب و منشی محمد اسماعیل صاحب ساکنان قصبہ کرسی ضلع بارہ بنکی بھی موجود تھے۔

حالتِ نزع میں امداد

مختلف مقامات میں بیک وقت حضور انور کا ظہور فرمانا

اکثر واقعات سے معلوم ہوتا تھا اور یہ مشاہدات بھی لوگوں کی نگاہوں سے گذرے ہیں۔

اکثر ایسے واقعات راقم الحروف کی معلومات میں بھی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ لوگوں نے حضور انور کو اپنے متوسلین کے پاس وقتِ مرگ دیکھا ہے۔ مگر چونکہ ان روایتوں کی کامل صحت کے متعلق راقم الحروف کو تشفی بخش سند نہیں ملی۔ اس لیے میں ان کو نظر انداز کرتا ہوں۔ علاوہ ازیں حضور انور کے تمامی تصرفات فیض آیات کے بیان کرنے کا ادعا میں نے نہیں کیا ہے اور نہ کوئی شخص کر سکتا ہے، البتہ جو کچھ مستند روایات سے ثابت ہوا ہے

اس کو حوالۂ قلم کرتا ہوں۔

چنانچہ بعض روایات حسبِ ذیل ہیں :

شیخ محمد شفیع صاحب وارثی مرزاپوری (جنکا نام پیشتر لالہ بدھولال تھا اور اب وہ ایک نہایت سچے اور پکّے مسلمان ہیں اور مسلمانوں کے ہر کام میں پیش پیش رہتے ہیں اور خدمتِ اسلام میں دل و جان سے سعی کرتے ہیں) ناقل ہیں کہ ۱۹۰۲ء میں بدرالنساء بی بی صاحبہ (جو ناظر عبدالکریم صاحب رئیس مرزاپور کی صاحبزادی تھیں) نے بر سبیلِ تذکرہ اپنے اعزہ سے حضورِ انور کا ذکرِ خیر سنا اور ان نیک نہاد بی بی نے ایک عریضہ حضورِ پرنور کی خدمتِ عالی میں اشتیاقِ زیارت اور حاضری کے لیے ارسال کیا۔ حضورِ انور کی طرف سے اس درخواست کا یہ جواب آیا کہ :

"حاضری کی تکلیف اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے وہ ہماری مرید ہیں۔"

جوابِ خط کے بعد وہ آرزومندِ زیارت عالمِ رویا میں حضورِ انور کی زیارت سے مستفید ہوئیں اور حضورِ پرنور نے ان کو بیعت سے مستفید فرمایا۔

اس واقعہ کو ایک سال کا عرصہ گذرا ہوگا کہ ان بی بی صاحبہ کو دق کا عارضہ لاحق ہوگیا۔ عرصہ تک مرزاپور میں علاج ہوتا رہا مگر صحت نہ ہوئی۔ اس کے بعد علاج کی غرض سے ان کے اعزہ ان کو بنارس لے گئے وہاں بھی افاقہ کی صورت نظر نہ آئی۔

جس دن اس حمیدہ صفات خاتون کا انتقال ہوا ہے اسی دن یہ واقعہ پیش آیا کہ قریب دو بجے شب کے اُن بی بی نے اپنے شوہر محمد حسن صاحب مرحوم و مغفور سے کہا :

"اس کمرہ سے جوتے وغیرہ الگ کرا دیئے جائیں اور سب لوگ باہر چلے جائیں، حضورِ پرنور تشریف لاتے ہیں" لوگ باہر چلے گئے۔ اور بدنما چیزیں وہاں سے ہٹا دی گئیں اور عرصہ تک اس مکان میں تنہائی رہی۔

قریباً صبح کے چار بجے ہوں گے کہ وہ حضورِ انور کا جمال عدیم المثال

دیکھتے دیکھتے جاں بحق تسلیم ہوگئیں ؎:

بچہ ناز رفتہ باشد ز جہاں نیاز مندے
کہ بوقت جاں سپردن بہ سرش رسیدہ باشی

مولینا مولوی سید عبد الغنی صاحب قبلہ وارثی بہاری مدظلہ العالی مترجم طبقات الکبریٰ و الکلم الروحانیہ وغیرہ تحریر فرماتے ہیں کہ مولوی سید رحیم الدین صاحب نقشبندی (ایڈیٹر ایلچ) مرحوم و مغفور جو ایک ذاکر و شاغل شخص تھے ۔ یہ واقعہ اپنا چشمدید بیان کرتے تھے کہ مولوی سید شرف الدین صاحب وارثی (ممبر ایگزیکٹو کونسل بہار) کے حقیقی چھوٹے ماموں سید داور حسین صاحب کے زمانۂ علالت میں ان کے پاس میں بھی موجود تھا جس رات ان کا انتقال ہوا ہے میں نے بچشم خود تین مرتبہ دیکھا کہ حضورؒ پر نور اُن کے سرہانے تشریف لائے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضورؒ انور کے تصرفاتِ روحانی ضرب المثل ہیں اور وہ صرف مریدین عقیدت گزین ہی کی بیان کردہ روایات پر مبنی نہیں ہیں بلکہ دیگر سلاسل کے محترم بزرگوں کے چشم دید مشاہدات سے بھی اُنکی تصدیق ہوتی ہے۔

چنانچہ زینت آرائے مسندِ رشد و ہدایت مہر سپہر علوم شریعت و طریقت حضرت مولینا مولوی سید کریم رضا صاحب چشتی نظامی اشرفی درویشی (متوطن بیتھو ضلع گیا و مقیم حال دہلی) ایک والا نامہ میں تحریر فرماتے ہیں جو حسبِ ذیل ہے ۔

" حضرت حاجی صاحب قبلہ کے واقعات وحالات کرامات و آیات حضرت کے مریدوں اور غیر مریدوں سے بہت کچھ سُنے ہیں مگر افسوس ہے کہ ان میں سے کوئی بھی یاد نہیں رہا۔ ہاں ایک واقعہ جو معتبر راوی سے سنا ہے وہ ہدیۂ خدمت کیا جاتا ہے:

میرے ایک دوست حاجی احمد حسن صاحب (جو حضرت حافظ

سید بہادر علی شاہ صاحب جبل پوری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہیں اور وہ مرید و خلیفہ حضرت شاہ سلیمان صاحب تونسوی کے تھے) یہ بیان فرماتے ہیں:

"۱۳۲۲ھ میں میں حج کو گیا تھا۔ روزِ عرفہ عرفات کے میدان میں ناگاہ حضرت حاجی صاحب قبلہ کو برای العین دیکھا اور تھوڑی دیر میں نظروں سے غائب ہو گئے۔"

اس وقت یہ بات معلوم ہوئی کہ کوئی مرید حضرت کا مر گیا ہے غالباً ایسے تنگ اور سخت وقت میں اس مرید کی مدد کے لیے آپؒ وہاں تشریف لائے تھے۔

حالاتِ متذکرہ بالا اور دیگر واقعات سے حضورِ انور کے تصرفات غائبانہ کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس زمانہ میں حضورِ پرنور کی مقدس روحانیت سے کس قدر حیرت انگیز فیوض و برکات اہلِ دنیا کو حاصل ہوئے اور ظاہر و باطن حاضر و غائب سب کی دستگیری فرماتے رہے ؎

رہا انہیں کے سبب سینکڑوں اسیر ہوئے
نجات ہو گئی جس کے یہ دستگیر ہوئے

تصرفاتِ ظاہری

حضورِ انور کے ظاہری تصرفات جو حضورِ انور کا وسیلہ پکڑنے سے متعلق ہیں یا ارشادِ عالی سے علاقہ رکھتے ہیں وہ بھی بطورِ مثال ہدیۂ ناظرینِ کرام کیے جاتے ہیں:

مولوی بشیر الزماں خان صاحب رئیس سندیلہ ضلع ہردوئی تحریر فرماتے ہیں کہ ہمارے چھوٹے دادا صاحب قبلہ کے بڑے صاحبزادہ شیخ امتیاز الزماں صاحب مرحوم و مغفور کو حضورِ پرنور سے خاص محبت تھی۔ ایک مرتبہ شیخ امتیاز الزماں صاحب ایک مہاجن کے قرضہ کی علت میں دیوانی کی طرف سے جیل میں محبوس ہو گئے۔ داروغہ مجلس شیعہ مذہب تھا اور حضورِ انور کی جانب سے خوش اعتقاد

نہ تھا۔ وہ شیخ امتیاز الزماں صاحب کے خیالات سے واقف تھا اور جانتا تھا کہ یہ حضورؐ پر نور کے عاشقِ صادق ہیں۔

اس نے شیخ امتیاز الزماں صاحب سے نالائم الفاظ میں حضورؐ پر نور کا ذکر چھیڑا اور گفتگو نے یہانتک طول پکڑا کہ داروغۂ مجلس نے کہا:

"اگر فی الحقیقت تمہارے مرشد ایسے ہی عالی منزلت ہیں جیسا کہ تم بیان کرتے ہو تو تم کو اس مصیبت سے نجات کیوں نہیں دلاتے۔"

انہوں نے کہا:

"یہ سزائے اعمال ہے وہ چاہیں تو چشم زدن میں بیڑا پار ہو جائے۔"

داروغۂ مجلس نے کہا: "چھ مہینے کی خوراک مہاجن نے جمع کرادی ہے غیر ممکن ہے کہ چھ ماہ کے اندر تم خلاصی پا جاؤ۔"

شیخ امتیاز الزماں صاحب کو غصہ آگیا اور انہوں نے کہا:

"اس وقت کی بات یاد رکھو میں انہیں کے سہارے پر کہتا ہوں کہ تین دن سے زیادہ یہاں نہ رہوں گا۔"

اس نے جواب دیا: "تمہاری خام خیالی ہے۔ اگر تین دن میں رہا ہو جاؤ تو میں اپنا مذہب چھوڑ دوں اور ان سے بیعت ہو جاؤں۔"

یہ گفتگو ختم ہو چکی تو شیخ امتیاز الزماں صاحب نے نہایت بے تابی کے ساتھ حضورؐ انور سے مدد مانگی۔

دوسرے دن بوقتِ شب خواب میں دیکھا کہ ایک بہت بڑی بارگاہ ہے جہاں نقیب و چوبدار وغیرہ اپنے اپنے قاعدہ سے کھڑے ہوئے ہیں اور میں دروازہ پر روکا گیا ایک شخص نے مجھ سے کہا:

"یہ بارگاہِ عالی حضورؐ سرورِ عالم فخرِ بنی آدم رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے بغیر حکم کوئی اندر نہیں جا سکتا" تھوڑی دیر کے بعد کسی نے میرا نام لیکر آواز دی اور میں اس بارگاہِ عالی میں حاضر ہوا۔

میں نے وہاں جا کر دیکھا تو ہزاروں آدمیوں کا مجمع تھا اور سب سرنگوں

خاموش کھڑے ہوئے تھے۔ شہ نشین پر کارچوبی پردے پڑے ہوئے تھے اور زیرِ شہ نشین متعدد کرسیاں بچھی ہوئی تھیں ان پر چند نقاب پوش بزرگ تشریف فرما تھے۔

تھوڑی دیر کے بعد حضورِ پرنور تشریف لائے اور دستِ مبارک کے اشارے سے ٹھہرنے کا حکم دیا۔ میں ساکت کھڑا رہا۔

تھوڑی دیر کے بعد ایک نقاب پوش کرسی سے اٹھے اور پردہ کے قریب جاکر عرض کیا :

"کیا حکم ہوتا ہے۔"

اندر سے آواز آئی : "اب صاحبزادہ کی ضد ہے تو اسے رہا کر دو۔"

یہ سنکر حضورِ انور میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا :

"مبارک ہو کل رہا ہو جاؤ گے۔ تم کو حضرت مولائے کائنات حضرت علی مرتضیٰ شیرِ خدا نے خلاصی عطا فرمائی۔

اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی اور اتنا اطمینانِ قلبی اور فرحت و سرورِ دلی حاصل تھا جس کا بیان احاطۂ تحریر سے باہر ہے۔

جس وقت میں بیدار ہوا ہوں صبح صادق کا وقت تھا۔ اسی وقت میں نے داروغۂ مجلس کو بلایا اور یہ پورا خواب بیان کر کے اپنی خلاصی کا مژدہ سنایا۔ میں نے دیکھا کہ اس خواب کو سن کر اس پر ایک خاص اثر مرتب ہوا اور وہ حیرت سے میرا منہ تکنے لگا اور اسی حالت میں اس کی زبان سے نکلا :

"دیکھئے جب حکمِ رہائی آجائے۔"

چنانچہ کچہری کھلنے پر دس بجے دن کے بعد رہائی کا حکم آگیا اور میں بفضلہ تعالیٰ رہا ہو گیا۔

اس واقعہ سے داروغۂ مجلس کے دل میں خوش عقیدگی پیدا ہوئی اور وہ تائب ہو کر حضورِ انور کی بیعت سے مشرف ہوئے۔

بظاہر یہ صورت پیش آئی کہ وارنٹ گرفتاری میں کوئی بے ضابطگی

ہو گئی جس کا نتیجہ رہائی ہوا۔

حضورِ پُر نور کا وسیلہ عجیب وسیلہ ہے جو اس زمانہ میں بے نظیر و بے عدیل ہے اور کسی طرح اپنے متوسل کو ناکام نہیں چھوڑتا۔ یہ بات بھی ہے کہ اگر آپؒ کا نام لیوا سوائے آپؒ کے کسی اور ذریعہ کو وسیلہ بنائے تو اس کی کامیابی مشکل ہو جاتی ہے۔

غیرتِ وارثی کا اقتضا یہ ہے کہ ان کا دست گرفتہ کسی اور کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائے۔

چنانچہ منشی نواب حسین صاحب مارہروی مرحوم و مغفور بیان کرتے تھے کہ میں بارہ بنکی میں کوتوالِ شہر تھا۔ میں نے ریلوے اسٹیشن پر کچھ لوگوں کو دیکھا جنکی وضع قطع اس طرف کے باشندوں سے الگ تھی۔ میں نے ان کے پاس جاکر دریافت کیا تو انہوں نے بیان کیا:

" ہم لوگ سورت کی طرف کے رہنے والے ہیں۔ یہاں آنے کا یہ سبب ہے کہ ہم حضورِ پر نور سے بیعت رکھتے ہیں۔ ہم چند مقدمات میں ماخوذ تھے ہم نے اپنی پریشانی و مصیبت میں اکثر بزرگوں سے رجوع کیا اور در در مارے پھرے مگر مصائب میں ذرّہ برابر کمی نہ ہوئی۔ ایک بزرگ نے ہم سے دریافت فرمایا:

" تم بیعت کہاں ہو؟"

ہم نے حضورِ پُر نور کا اسمِ گرامی بتایا۔"

ان بزرگ نے فرمایا:

" تم انہیں کی طرف رجوع ہو جاؤ۔"

جب ہم حضورِ پر نور کی جانب رجوع ہوئے تو غیب سے مدد ہوئی اور وہ مقدمات جن سے کسی طرح چھٹکارے کی امید نہ تھی ان سب سے بری ہو گئے۔

اس وقت اس بات کا احساس ہوا کہ حضورِ انور کو چھوڑ کر جو دوسروں

سے خواہانِ امداد تھے اس کی وجہ سے پریشانی تھی۔
اب ہم لوگ اظہارِ شکر گذاری و قدمبوسی کے لیے دیوہ شریف جاتے ہیں۔
حقیقت یہ ہے کہ آپؒ اپنے کسی متوسل اور دست گرفتہ کے حال سے بے خبر نہ تھے اور اس حالت میں وہ اگر آپؒ کے خیال سے بے خبر ہو جائیں یہ ان کا قصور ہے سے:

او بتو مصروف و تو مشغول غیر
گہ سوئے کعبہ روی گہ سوئے دیر

حضورِ انور کے ظاہری تصرفات بھی باطنی تاثیرات سے مملو ہیں، مولوی رونق علی صاحب وارثی الرزاقی پیتھے پوری ناقل ہیں کہ ڈاکٹر الٰہی بخش صاحب متوطن آگرہ متعین شفا خانہ فتحپور ضلع بارہ بنکی حضورِ انور سے شرفِ بیعت رکھتے تھے اور علاج معالجہ کے لیے ریاست ہہرہ ہٹوامئو میں اکثر آتے رہتے تھے وہاں کے احباب سے انہوں نے بیان کیا کہ یہ واقعہ میرا چشم دید ہے کہ ایک مرتبہ حضورِ انور کی دعوت داروغۂ جیل لکھنؤ کے یہاں تھی اس وقت آپؒ جیل دیکھنے بھی چلے گئے ایک کوٹھری کی جانب تشریف لے گئے تو آہنی سیخوں سے ہاتھ بڑھا کر ایک قیدی نے حضورِ انور کے قدم مبارک پکڑ لیے اور رو رو کر عرض کرنے لگا "اب میں قدم نہ چھوڑوں گا، میں حضور کا مرید ہوں اور بے قصور جرم قتل کا مرتکب پایا گیا ہوں۔"

حضورِ انور نے جیلر صاحب سے فرمایا:
"اس کا اپیل منجانب سرکار ہوا ہے۔"
انہوں نے کہا: "نہیں۔"

چنانچہ قاعدہ کے بموجب انہوں نے اپیل چاہا، بحث اور عذر کا پہلو اپیل میں نہ تھا۔ اپیل میں صرف اس قدر لکھا گیا کہ "اس شخص کا اپنے پیر و مرشد سے ملنے کا یہ واقعہ ہے۔"

عدالت اپیل نے صرف اسی واقعہ پر اس کو رہا کر دیا۔

مولوی رونق علی صاحب وارثی الرزاقی بھتیجے پوری لکھتے ہیں کہ حافظ محمد شبیر صاحب مہاجر مدینہ منورہ جو مخدوم زادے اور نہایت وجیہہ اور خوبصورت شخص تھے، حضور انور سے بہت محبت رکھتے تھے۔

اتفاق وقت سے ایک مقدمۂ قتل میں ماخوذ ہوئے کوئی صورت بریت کی نظر نہ آئی۔ حضورؒ انور سے ان کی مصیبت کا تذکرہ کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

"وہ مرد ہے جھوٹ نہیں بولا اقبال کیا سانچ کو آنچ کیا۔ ایسا آدمی پکڑا نہیں جاتا۔"

چنانچہ مقدمہ کی روئیداد ایسی مرتب ہوئی کہ وہ بری ہو گئے اور حضور کی خدمتِ عالی میں حاضر ہو کر قدمبوس ہوئے اور پھر حیدرآباد دکن میں جا کر ملازمت کرلی وہاں سے وظیفہ یاب ہو کر حج کو چلے گئے اور بعد ادائے فریضہ حج، دیارِ رسول یعنی مدینۂ طیبہ میں اقامت اختیار کرلی۔ مدینۂ منورہ میں ایک کنواں بھی انہوں نے تیار کرایا۔

حضورؒ انور کے مریدین جو ہندوستان سے زیارت کے لیے جاتے تھے ان کی بہت خاطر و مدارات کیا کرتے تھے۔

مولانا مفتی ابوذر صاحب وارثی سنبھلی فرماتے ہیں کہ ایک صاحب شیخ نجابت علی نامی سے مجھے ملنے کا اتفاق ہوا تو کچھ حضرتِ اقدس کا ذکرِ خیر آیا۔ انہوں نے بیان کیا:

"میرا بھتیجا جعل کے جرم میں ماخوذ تھا اور اس کو سات سال کی سزا کا حکم ہو چکا تھا عدالت سے فیصلہ کی نقل حاصل کی گئی کہ اپیل دائر کیا جائے مگر جس وکیل نے فیصلہ دیکھا اس نے یہی رائے دی کہ اپیل بے سود ہے۔ اندیشہ ہے کہ اور سزا نہ بڑھ جائے۔

مایوس ہو کر ہم لوگ دیوہ شریف میں حاضر ہوئے اور حضورؒ انور کی خدمت

یں عرض حال کیا تو فرمایا:

"جیل خانہ میں اس لڑکے سے جا کر ملو اور اس سے پختگی کے ساتھ توبہ کراؤ توبہ سے گناہ معاف ہو جاتا ہے"

اس ارشاد فیض بنیاد کی تعمیل کی گئی اور ایک معمولی شخص سے اپیل لکھا کر پیش کیا۔

وہی ہوا کہ لڑکا صاف چھوٹ گیا۔

حضور انور کی بات بات میں عقدہ کشائیاں ہوتیں اور لب اعجاز نما سے جو الفاظ ادا ہوتے تھے وہ حقیقتہً اپنی حیرت انگیز تاثیرات میں جواب نہیں رکھتے تھے اور لطف یہ ہے کہ اشارات و استعارات میں حضور انور باتیں کرتے تھے۔

چنانچہ شیخ عظمت اللہ صاحب تعلقہ دار سیدن پور ضلع بارہ بنکی (جو حضور انور سے شرف بیعت رکھتے تھے) کا واقعہ ہے کہ ان پر ایک خون کا مقدمہ قائم ہو گیا۔ جس سے ان کے یہاں بڑی پریشانی پھیل گئی۔ شیخ عظمت اللہ صاحب کی اہلیہ صاحبہ حضرت مولینا شاہ سید علی حسن صاحب قبلہ اشرفی الجیلانی مسند آرائے کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد سے شرف بیعت رکھتی تھیں۔

چنانچہ اس واقعہ کو خود حضرت ابو محمد مولینا شاہ سید علی حسن صاحب قبلہ مدظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں:

"جب میری مریدہ (یعنی اہلیہ شیخ عظمت اللہ صاحب وارثی) آپ کی خدمت میں بمقام دیوہ شریف حاضر ہوئیں تو آپ نے دیکھا کہ ان کے ہاتھوں میں چوڑیاں نہیں ہیں۔

ارشاد فرمایا:

"ان کو چوڑیاں پہنا دو"

یہ فرما کر متبسم ہوئے۔ اِدھر ان کو چوڑیاں پہننے کا حکم ہوا اور اُدھر اُن کے شوہر کو حاکمِ عدالت نے مقدمۂ خون سے رہا کر دیا۔

مولٰنا فرماتے ہیں کہ:

"یہ واقعہ خود مجھ سے میری مریدہ زوجہ شیخ عظمت اللہ صاحب وارثی، نے بیان کیا"

اس واقعہ سے سیدنا معروف شاہ صاحب قبلہ وارثی، اور مولوی احمد حسن صاحب وارثی نے بھی مطلع فرمایا ہے اور شیخ مظہر علی صاحب قدوائی کا بھی چشم دید ہے۔"

حضورِ انور کے تصرفات فیض آیات بات کی بات میں ظاہر ہوتے تھے۔ وہاں نہ گنڈا تھا نہ تعویز، نہ عمل، نہ دعا نہ دوالبس اشارات تھے اور وہ بھی تشبیہات و استعارات کی طرح ادا ہوتے تھے اور لوگوں کی امداد کرنے کے مختلف طریقے تھے۔

جیسا کہ واقعاتِ متذکرہ بالا سے ظاہر ہوتا ہے۔

ظاہری تصرفات میں بھی حضورِ پرنور فیوضِ باطنی سے مالامال کر دیا کرتے تھے اور جو دنیوی مجبوریاں لوگوں کو حائل ہوتی تھیں ان کا من کل الوجوہ خیال ملحوظ فرماتے تھے۔

چنانچہ شیخ حسین علی صاحب نواب وارثی زمیندار سادہ مئو کا واقعہ ہے کہ شوال کے مہینے میں ان کے ایک لڑکے کا انتقال ہو گیا۔ اس کے پھول اٹھانے کے بعد وہ حضورِ انور کی خدمتِ عالی میں حاضر ہوئے اور رحیم شاہ صاحب کے ذریعے سے حج کے لیے جانے کی اجازت طلب کی تو حضورِ انور نے شیخ حسین علی صاحب سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا:

"مطلب سے مطلب ہے اگر تم جاؤ گے تو تمہاری بیوی لڑکے کے غم میں روئیں گی اور کہیں گی:

"میاں چلے گئے نہ معلوم کہاں ہوں"۔ تو سنا سنا دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔ تمہارے دل میں یہ خیال ہو گا کہ لڑکا مر گیا بیوی کو چھوڑ کر آیا ہوں روتی دھوتی ہو گی بس سے

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

حالت اور ہوگی۔ دل مکاں پر ہوگا جو کچھ ہوگا ہوگا۔ حسین علی موقع نہیں ہے۔ خدا مالک ہے۔"

شیخ حسین علی صاحب کا بیان ہے کہ اس ارشاد کے آٹھویں دن شب جمعہ تھی کہ میں خواب میں مدینہ منورہ کی زیارت سے مشرف ہوا میں نے حاضر ہو کر حضور میں عرض کیا تو آپؐ نے حالتِ وجد میں ارشاد فرمایا:

"معشوق کے در پہ تو پہنچ گئے۔"

اس کے بعد رحیم شاہ صاحب سے فرمایا:

مستقیم شاہ کے پاس سے غلافِ کعبہ اور قدم رسول لاؤ۔"

جب وہ لائے تو آپؐ نے مجھ سے بوسہ دلوایا اور پھر فرمایا:

"مطلب سے مطلب ہے۔"

میں واپس آیا تو شب جمعہ ہی میں حضرت نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی زیارت سے مشرف ہوا اور اسی روز سے اپنی حالت بدلی ہوئی پائی۔

اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ علاوہ امدادِ باطنی کے حضورؒ انور دنیاداری کے طریقِ زندگی کا کسقدر احساس فرماتے تھے۔ حالانکہ آپ فرمانروائے مملکتِ عشق تھے اور آپؐ کی ذات مستغنی عن الصفات سبق آموز تفرید و تجرید تھی۔ غلبۂ محویت واستغراق میں سب کچھ فراموش تھا مگر ابوالوقت تھے اور ہر کیفیت و حالت پر کامل طریقہ سے غلبہ رکھتے تھے۔

عام مخلوقِ الٰہی کی ضروریات کا اسقدر احساس فرماتے تھے جو حضورؒ انور کی ظاہری حالت کو دیکھتے ہوئے حیرت انگیز معلوم ہوتا تھا۔

حضور انور کے اشارات وارشادات دنیوی برکتوں میں بھی ضرب المثل ہیں۔

منشی عبدالغنی خان صاحب قبلہ وارثی رئیس پوردہ غنی خان ضلع

رائے بریلی لکھتے ہیں کہ حضورِ انور میرے مکان پر کئی مرتبہ تشریف لا چکے تھے۔
مستورات میں اکثر حضورِ انور کے تذکرے ہوتے رہتے تھے۔
ایک مرتبہ حضورِ انور میرے یہاں مقیم تھے کچھ عورتیں بیٹھی ہوئی باتیں کر رہی تھیں۔ اُن میں سے ایک نے کہا:
"اب تک غنی خان کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ حضور غنی خان کو بہت چاہتے ہیں مگر اس کی کچھ پرواہ نہیں ہے۔"
چنانچہ بعض مستورات کا ارادہ ہوا کہ حضورِ پرنور سے اس کے متعلق کچھ عرض کریں۔ مگر میں خوب سمجھتا تھا کہ حضورِ پُرنور سے کچھ عرض کرنا مناسب نہیں ہے وہاں تسلیم و رضا کے سوا کیا ہے۔ مگر وہ مستورات یہی خیال لیکر حضورِ انور کی خدمتِ عالی میں حاضر ہوئیں۔ ان کے حاضر ہوتے ہی۔ حضور پرنور نے ارشاد فرمایا:
"کسی کو سوہل گانا آتا ہے۔"
وہ عورتیں خاموش رہیں۔
ایک میراثن بھی حاضر تھی حضور نے اس کو طلب فرما کر سوہل کے چند الفاظ خود زبانِ مبارک سے ارشاد فرمائے اور حکم دیا:
"اس کو سب مِل کر گانا" اور رخصت کر دیا۔
اُن عورتوں نے کچھ عرض کرنے کا موقع بھی نہ پایا اور نہ یہ سمجھ سکیں کہ ایسا ارشاد کیوں ہوتا ہے۔
ان عورتوں نے حضورِ پُرنور کے حکم کی تعمیل کی اور حضورِ پرنور رخصت ہوئے۔
میں پہنچانے گیا اثنائے راہ میں مجھکو محسوس ہوتا تھا کہ میرے جسم کا وزن دونا ہو گیا ہے۔ میں حضورِ پُرنور کو پہنچا کر واپس آ گیا۔
۹ ماہ کے بعد میرے گھر میں لڑکا پیدا ہو گیا۔
تمام مستورات میں اس نئی ترکیب کے تذکرے تھے کہ نہ گنڈا، نہ تعویذ

نہ دعا نہ دوا!

"کہاں سوہل کا گانا کہاں لڑکے کی ولادت ہے"

شیخ نہال الدین صاحب متوطن کرسی ضلع بارہ بنکی ناقل ہیں:

ایک مرتبہ حضور پر نور سکاپور جاتے ہوئے گونڈہ میں قیام پذیر ہوئے اس وقت مسٹر جانسٹن صاحب بہادر گونڈہ سپرنٹنڈنٹ پولیس تھے صاحب موصوف کی اولاد ضائع ہو جایا کرتی تھی۔

مولوی تہور علی صاحب تحصیلدار گونڈہ اور مولوی انعام محمد خان صاحب انسپکٹر پولیس گونڈہ (جو اب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ ہیں) نے صاحب سپرنٹنڈنٹ کو یہ مشورہ دیا کہ آپ حضور انور سے ملیں اور اس بارے میں عرض کریں۔

چنانچہ مسٹر جانسٹن صاحب بہادر حضور انور کی خدمتِ عالی میں گئے آپ نے ان کو ایک رومال عطا کیا اور ارشاد فرمایا:

"جب بچہ پیدا ہو تو اس کے گلے میں یہ رومال ڈال دینا"

صاحب موصوف اور ان کی میم صاحبہ نے نہایت ادب و احترام سے اس رومال کو لیکر بحفاظت رکھ لیا۔

اب خدا کے فضل و کرم سے صاحب موصوف کی اولاد موجود ہے اور مسٹر جانسٹن صاحب بہادر اور ان کی میم صاحبہ حضور انور سے نہایت خوش اعتقاد ہیں۔

حضور انور کے ہر قسم کے تصرفات ایک خاص انداز رکھتے ہیں اور وہی استعارات و تشبیہات کا لطف ان میں پایا جاتا ہے جس طرح عبارت میں مطلب اور الفاظ میں معنی و رموز و نکات ظاہر ہوتے ہیں اسی طرح حضور انور کے اشارات میں اعجازِ مسیحی ظاہر ہوتا تھا۔

حضور انور نے کبھی نماز کی امامت نہیں فرمائی اکثر دوسرے لوگوں کی اقتدا میں نماز پڑھتے تھے۔

چنانچہ شاہ فضل حسین صاحب وارثی سجادہ نشین کنز المعرفت اور حافظ

عبدالقیوم صاحب کرنالی اکثر پیش امام ہوتے تھے اور دیگر حضرات نے بھی امامت کرائی ہے۔ جیسے حسین علی صاحب نواب وارثی، حافظ احمد شاہ صاحب وارثی اکبر آبادی وغیرہ۔

آخر زمانہ میں شیخ عنایت اللہ صاحب تعلقہ دار سیدن پور عید الضحیٰ کے موقع پر خاص اہتمام کرتے تھے اور حضورؐ انور کو اپنے مکان پر لاتے تھے اور حضور پُر نور کے ایمائے مبارک سے امامت کے لیے حضرت ابو محمد مولینا شاہ سیّد علی حسن صاحب قبلہ اشرفی الجیلانی مسند آرائے کچھوچھ شریف کو بلایا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ سید محمد ابراہیم شاہ صاحب (نواسہ حضرت قبلہ عالم سیّدنا حاجی خادم علی شاہ صاحب رضی اللہ عنہ) نے بھی حسنِ اتفاق سے نمازِ عید الضحیٰ کی امامت کی ہے۔

شیخ حسین علی صاحب نواب وارثی زمیندار سادہ مئو ناقل ہیں کہ اس وقت اکثر لوگ موجود تھے۔ شیخ عنایت اللہ صاحب تعلقدار سیدنپور جناب بادشاہ حسین خان تعلقہ دار کبرا اور محفوظ اشرف صاحب وغیرہ۔ یہ واقعہ پیش آیا کہ جب سیّد محمد ابراہیم شاہ صاحب خطبہ پڑھنے کے لیے منبر پر کھڑے ہوئے تو وہ خطبہ نہایت نھنی خط میں اور نہایت بوسیدہ جابجا سے پھٹا ہوا تھا کہیں کہیں سیاہی کے دھبے پڑے ہوئے تھے۔ جیب میں دیکھا تو عینک بھی ندارد تھی وہ نہایت سراسیمہ و پریشان ہو گئے۔

اس واقعہ کو راقم الحروف سے خود سید محمد ابراہیم شاہ صاحب بھی بیان فرماتے تھے:

"اس وقت میری عجیب پریشانی کی حالت تھی۔ میں نے یہ بات دل میں ٹھان لی کہ اگر اس بھری محفل میں رسوائی ہوئی اور یہ خطبہ نہ پڑھا جا سکا تو اس ذلت کی زندگی سے موت ہزار درجہ بہتر ہے۔

میں نے یہ خیال ہی کیا تھا کہ حضورؐ انور نے میری جانب دیکھ کر انگشت مبارک

کو اپنے لعابِ دہن سے تر فرمایا اور اپنی دونوں آنکھوں پر پھیر لیا میں نے
جو خطبہ کی طرف نگاہ کی تو نہایت روشن اور جلی خط میں خطبہ لکھا ہوا نظر آیا
اور میں بے تکلف پڑھتا چلا گیا

جب میں نماز و خطبہ سے فارغ ہو گیا تو حضورؒ میں حاضر ہو کر قدمبوس
ہوا تو حضورؒ انور نے ارشاد فرمایا:

"ابراہیم نماز تو پڑھائی مگر خطبہ خوب پڑھا"

سید صاحب نے عرض کیا:

"حضورؒ ہی کا تصرف تھا" اور قدموں پر گر پڑے۔ حضورؒ پُر نور نے
دستِ شفقت سے اٹھایا۔

حضورؒ انور کے ظاہری تصرفات بھی باطنی خوبیوں سے آراستہ تھے۔

سیّد علی حامد شاہ صاحب چشتی قادری سجادہ نشین ساںڈی ضلع ہردوئی
لکھتے ہیں کہ منشی عظمت علی صاحب ساکن ملانواں ضلع اناؤ جو ایک ثقہ
شخص ہیں مجھ سے بیان کرتے تھے کہ ایک مرتبہ حضورؒ انور قنوج تشریف لے
گئے میں بھی ہمراہ تھا۔ وہاں سینکڑوں شخص حضورؒ پُر نور کے دستِ مبارک پر
شرفِ بیعت سے مشرف ہوئے۔ وہاں سے واپسی میں حضورؒ انور
موضع میورا کے ایک باغ میں ٹھہر گئے۔

میں پانی کے لیے کنوئیں پر گیا۔ ہولی کا دن تھا گاؤں کی عورتیں رنگ
پاشی کر رہی تھیں۔ مجھے جو دیکھا تو میری طرف بھی رنگ ڈالنے کے لیے دوڑیں
میں بہت پریشان ہو گیا۔ اور میں نے حضورؒ انور کی طرف نظر کی تو کیا دیکھتا ہوں
کہ آپؒ بیٹھے ہوئے دیکھ رہے ہیں اور تبسم فرما رہے ہیں۔ جیسے ہی وہ عورتیں میرے قریب آئیں اور
رنگ ڈالنے کا قصد کیا۔ یکدم سے معہ رنگ کے وہ منہ کے بل گر پڑیں۔

میں اطمینان کے ساتھ پانی لیکر حضورؒ انور کی خدمتِ عالی میں حاضر ہوا
تو آپؒ نے تبسم آمیز لہجہ میں ارشاد فرمایا:

"وہ عورتیں کیا گر پڑیں؟"

میں نے عرض کیا حضورؒ ہی کا تو تصرف تھا مولوی تفضل حسین صاحب وکیل ضلع اناؤ کا واقعہ ہے جو خود انہوں نے ٹھاکر پنچم سنگھ صاحب رئیس ملاؤل ضلع مین پوری سے بیان کیا تھا:

"میں نے بڑی محنت سے وکالت کا امتحان دیا تھا۔ اتفاق سے ناکامی ہوئی۔ ایک روز حضورؒ انور کے روبرو خیال آگیا تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

حضورؒ انور نے دریافت فرمایا:

"کیا ہے؟" تو مولوی فضل حسین صاحب نے ناکامی امتحان کا حال عرض کیا۔

حضورؒ انور نے ارشاد فرمایا:

"کیا بغیر امتحان وکالت نہیں ہو سکتی؟"

انہوں نے عرض کیا "حضور نہیں!"

حضورؒ پرنور نے ارشاد فرمایا:

"تم پاس ہو جاؤ گے۔"

چنانچہ اس ارشاد کا یہ نتیجہ ہوا کہ کچھ عرصہ کے بعد ان کے وکالت کی سند آگئی۔

سچ ہے:

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود

حضورؒ انور کسی کو رنجیدہ و ملول نہیں دیکھ سکتے تھے۔ چنانچہ ناکامی معلوم ہونے سے کئی ماہ بعد ان کو کامیابی کی خبر معلوم ہوئی اور سند ملی۔ یہ حضورؒ انور کا ادنیٰ تصرف تھا۔

حاجی محمد ارادت خان صاحب نقشبندی متوطن مرسان ضلع علی گڑھ جو ایک معمر بزرگ ہیں تحریر فرماتے ہیں:

ایک مرتبہ حضورؒ پرنور مقام کامان ریاست بھرتپور میں میاں قمرالدین

شاہ صاحب کے یہاں مقیم تھے۔ علی الصباح آپ کا ایک مرید نہایت متوحش حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا:

"آج شب میرے مکان میں چوری ہوگئی ہے۔"

آپ نے فرمایا:

"چور تو اکثر گرفتار بھی ہو جاتے ہیں۔"

تھوڑا عرصہ گذرا تھا کہ وہ چور نہایت پریشان و بدحواس خود بخود حضورؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضورؒ کے قدموں پر گر پڑے اور بہت منت و لجاجت سے اپنا قصور معاف کرایا۔

سب حاضرین متعجب تھے۔

چوروں نے خود بیان کیا کہ ہم مال لیکر جدھر جاتے تھے خون کا دریا نظر آتا تھا جس سے مفر کی کوئی صورت نظر نہ آئی ناچار سب مال سے دستبردار ہونا پڑا اس وقت رہائی کی راہ معلوم ہوئی۔

اس واقعہ سے سب کو حیرت تھی۔

سیّد معروف شاہ صاحب قبلہ وارثی ناقل ہیں کہ غدر ۱۸۵۷ء کا واقعہ ہے۔ جب غدر ہو چکا تو دیوہ شریف کے کچھ رؤسا یعنی مولوی رحیم الدین صاحب منصف و منشی محمد بخش صاحب تحصیلدار رخصت لیکر مکان پر آئے (اور ان کے ساتھ مفتی عنایت احمد صاحب صدر امین متوطن بریلی بھی تھے) چونکہ یہ دونوں عہدہ دار تھے اور زیادہ تر پردیس میں رہتے تھے اس لیے ان کے ساتھ اسباب بھی بہت تھا۔ ان کی آمد کی خبر جیسے ہی مشہور ہوئی لٹیروں کے ایک بڑے گروہ نے آکر ان کے مکان کا محاصرہ کرلیا۔ مردوں کو تو گرفتار کرلیا اور عورتوں اور بچوں کو کمروں کے اندر قید کرلیا اور مال و اسباب تلاش کرنے لگے۔

اس زمانہ میں حضورؒ پرنور دیوہ شریف ہی میں تشریف رکھتے تھے۔

سیّد معروف شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے حاضر ہو کر عرض کیا

کہ "محلہ لالہ پور میں حضورؒ کے غلاموں کے مکان لُٹ رہے ہیں"
مگر وہاں تسلیم و رضا کے سوا کیا تھا جو زبانِ مبارک سے حرفِ شکایت نکلتا۔

آپؒ خاموش رہے اور شاہ فضل حسین صاحب وارثی سجادہ نشین منعمؒ کے باغ میں جاکر بیٹھ گئے۔ وہاں کچھ باغی آپہنچے اور انہوں نے دیکھا کہ ایک نہایت حسین وخوبصورت درویش درخت کے سائے میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ حضورؒ کے قریب پہنچے تو کہنے لگے:

"آپ صورت سے امیر و رئیس معلوم ہوتے ہیں۔ جان بچانے کے لیے لباسِ درویشی پہن لیا ہے۔ چلیئے آپ کو ٹھاکر صاحب بلاتے ہیں"

یہ کہتے کہتے وہ لوگ حضورؒ انور کو نہایت اصرار سے اپنے ساتھ لے گئے وہاں پہنچکر آپؒ نے فرمایا:

"ہم کو جس نے بلوایا ہے اس کو بلاؤ"

وہ لوگ اندر گئے تو اسباب میں ایک نہایت بیش قیمت دو شالہ برآمد ہوا اس پر کئی شخصوں کی نیت ہوئی کہ ہم کو ملنا چاہیئے اور اسی گفت وشنید میں بات بڑھ گئی یہاں تک کہ سیف زنی کی نوبت آگئی اور آپس میں جنگ ہونے لگی۔ جب قتل وخون کا بازار گرم ہوا تو مال واسباب سب چھوڑ چھوڑ وہ لٹیرے خود بھاگنے لگے۔ ان لٹیروں کا سردار وہ ٹھاکر جو باہر نکلا تو اس نے حضورؒ انور کو دیکھا دیکھتے ہی حضور کے قدموں پر گر پڑا اور کہنے لگا:

"جو شخص حضورؒ کو لایا اس نے بہت برا کیا۔ میں خواستگارِ معافی ہوں"

آخر کار سب مال واسباب وہیں رہ گیا اور لٹیرے کچھ مارے گئے کچھ جان سلامت لیکر بھاگ گئے۔

حضورؒ انور نے واپس آکر سید معروف شاہ صاحب سے فرمایا:

"وہاں جاکر کر دن کی کنڈیاں کھولدو مستورات اور بچے بند ہیں"

سید معروف شاہ صاحب کا بیان ہے کہ میں جس وقت اس مکان

میں گیا ہوں تو لاشوں کا فرش بچھا ہوا تھا اور خون ہی خون نظر آتا تھا یہ حضور کا تصرف تھا کہ موذی گروہ اپنے ہاتھوں آپ ہلاک ہوا۔

حضور انور کے تصرفات بے حد و بے شمار ہیں اور ظاہری تصرفات بھی باطنی تاثیرات ظاہر کرتے ہیں۔

اسی طرح آپ کے وہ تصرفات فھی آیات ہیں جو خشکی و تری میں ظاہر ہوئے اور آپ نے اپنے متوسلین کی امداد فرمائی۔

بحری و بری تصرفات

منشی عبدالغنی خان صاحب
قبلہ رئیس پورہ غنی خان

ضلع رائے بریلی تحریر فرماتے ہیں کہ وزیر علی چابک سوار نے مجھ سے خود اپنا واقعہ بیان کیا کہ میں ٹھاکر کلیان سنگھ صاحب تعلقہ دار جرگاؤں کے یہاں ملازم تھا۔ ایک بیش قیمت گھوڑے کو تعلقہ دار صاحب موصوف نے اپنی سواری کے لیے مخصوص کیا تھا۔ مگر وزیر علی کو اس کے پھیرنے کی اجازت تھی۔

ایک مرتبہ ٹھاکر کلیان سنگھ صاحب کے یہاں سے ضلع گونڈہ کو برات گئی راستہ میں دریا گھاگرا پڑتا تھا۔ واپسی کے وقت وہ گھوڑا کشتی پر سوار نہیں ہوا ہر چند کوشش کی گئی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ برسات کی وجہ سے دریا گھاگرا طغیانی پر تھا۔

مجبوراً بڑی کوشش سے اس گھوڑے کو کشتی میں باندھ کر تیرایا گیا اور وزیر علی اس کی گردن کے بال پکڑے ہوئے کشتی پر بیٹھا رہا۔ نصف دریا تک تو گھوڑا تیرتا رہا اور اپنی طاقت سے سیدھا رہا۔ مگر آگے چل کر اس نے اپنے ہاتھ پاؤں ڈھیلے ڈال دیئے اور اُلٹا ہو گیا۔ وزیر علی بھی اس کے بال پکڑے پکڑے تھک گیا تھا اور انگلیاں سرخ ہو گئی تھیں۔ اس لیے اس کے ہاتھ سے بھی بال چھوٹ گئے۔

وزیر علی نے خود بیان کیا کہ اس وقت حالتِ اضطراب میں مجھے حضور انور

کی یاد آئی اور میں بہت بیتابی کے ساتھ خواہانِ امداد ہوا مگر اس وقت کی کیفیت کیا بیان کروں میں دریائے حیرت میں غرق ہوں کہ مدد مانگتے ہی اس دریا میں جہاں بانس بلی کچھ نہیں لگتی تھی وہاں کشتی خود بخود زمین سے لگ گئی اور ٹھہر گئی۔ گھوڑا آپ سے آپ کھڑا ہو گیا۔ اس وقت گھا گھر میں کمر تک سے زیادہ پانی نہیں معلوم ہوتا تھا۔ تمام لوگ جو ہمراہ تھے حیران و ششدر تھے کہ کیا ماجرا ہے جہاں پانی کی تھاہ نہیں ملتی تھی وہاں یکایک اسقدر کم پانی کس طرح ہو گیا!

جب گھوڑا اچھی طرح سنبھل گیا اور بہ اطمینانِ تمام کشتی سے باندھ لیا گیا تو پھر بدستور کشتی چلنے لگی اور پانی کے زور شور کی بھی وہی کیفیت ہو گئی۔

اس واقعہ سے سب کو حیرت تھی اور ایک دوسرے کا منہ تکتے تھے۔ وزیر علی کا حضور پُر نور سے امداد مانگنے کا اور فوراً یہ واقعہ پیش آنے کا سب لوگوں کو سبب معلوم ہوا۔

چنانچہ اس واقعہ کی بنا پر اکثر ہندو مسلمان جو اس موقع پر موجود تھے حضور پُر نور کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے اور اس کا ایک عام چرچا ہو گیا جب وزیر علی نے حاضر ہو کر شرفِ قدمبوسی حاصل کیا تو حضور پُر نور نے وزیر علی کی پشت پر ایک گھونسہ مار کر فرمایا:

"جاؤ جاؤ خوشی سے رہو۔"

منشی عبدالغنی خان صاحب وارثی ناقل ہیں کہ ایسا ہی ایک اور واقعہ بھی وزیر علی چابک سوار پر گذرا ہے۔ وزیر علی کا بیان ہے کہ ٹھاکر کلیان سنگھ صاحب تعلقہ دار جرگانوں کے ہمراہ میں میلہ کو جاتا تھا۔ راستہ میں گھوڑے کو پانی پلانے کے لیے میں تالاب پر لے گیا۔ کنارہ پر سے گھوڑا پھسل گیا اور پانی کے اندر گر پڑا۔ اس کے گرتے ہی میں بے تابی کے ساتھ کود پڑا اس وقت تالاب میں بار بار گھوڑا ڈوب کر اچھلتا تھا میں نے دل ہی دل میں حضور کو مخاطب کر کے عرض کیا کہ "اب آبرو آپ ہی کے ہاتھ ہے۔"

میں اس وقت کے حیرت انگیز واقعہ کو جب یاد کرتا ہوں تو حیران رہ جاتا ہوں۔

دفعتاً ایسا معلوم ہوا کہ کسی زبردست طاقت نے گھوڑے کو اٹھا کر اوپر پھینک دیا۔ اس وقت تالاب پر بہت سے لوگ جمع تھے سب متحیر تھے کہ کیا واقعہ ہے۔

ہر شخص مجھ سے دریافت کرتا تھا :

"کیا ہوا ؟"

میں نے جو حقیقت تھی وہ بیان کر دی۔

اس واقعہ سے لوگ بیحد متاثر ہوئے اور دیکھنے والوں میں سے بیشتر اشخاص حضور پُر نور کی خدمتِ عالی میں حاضر ہو کر شرفِ بیعت سے مشرف ہوئے۔ خود ٹھاکر کلیان سنگھ صاحب تعلقہ دار جرگانوں بھی حضور پر نور کی خدمتِ عالی میں حاضر ہو کر قدمبوس ہوئے اور ہمیشہ آتے رہے۔

حاجی عباس حسین خان صاحب تعلقہ دار بابو پور ضلع سیتا پور جو حضور پُر نور سے شرفِ ارادت رکھتے تھے۔ بیان فرماتے ہیں کہ فریضۂ حج ادا کرنے کے لیے بیت اللہ شریف گیا تو واپسی پر دریائے سقوطرہ میں بہت زور شور کا طوفان آیا، تمام جہاز والوں میں سراسیمگی اور پریشانی پھیل گئی اور میں اسی پریشانی کی حالت میں ایک بنچ پر لیٹا ہوا تھا اور دل ہی دل میں آپؒ کو یاد کر رہا تھا۔

دفعتہً میں نے بچشمِ خود دیکھا کہ حضور پر نور جہاز کے کنارے کھڑے ہیں۔ یہ دیکھتے دیکھتے چشم زدن میں طوفان دور ہو گیا اور جہاز بخیر و خوبی اپنی اصلی رفتار پر آ گیا۔

میں واپسی پر حضورِ انور کی خدمتِ عالی میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ:

"حضور جہاز کو خوب طوفان سے پار کرتے ہیں"

آپؒ یہ سنکر متبسم ہوئے اور زبانِ مبارک سے کچھ ارشاد نہیں فرمایا۔

سید معروف شاہ صاحب وارثی ناقل ہیں کہ ایک مرتبہ برسات میں حضور پرنور شیخ صمصام علی صاحب تعلقہ دار گنڈارا کے ہاں تشریف لیے جاتے تھے۔ راستہ میں دریائے گھاگرا پڑتا ہے۔ جو برسات کی وجہ سے طغیانی پر تھا۔

جب آپؒ بہرام گھاٹ پر پہنچے تو ساحل کا داروغہ موجود نہیں تھا ملاحوں نے کشتی چھوڑنے سے انکار کیا اور کہا:

"تھوڑی دیر حضورؒ آرام فرمائیں پھر پار اتار دیئے جائیں گے"

پار اتارنے کے فقرہ پر حضورؒ نے تبسّم کیا اور ہمراہیوں سے ارشاد فرمایا:

"تم بسم اللہ کہتے ہوئے ہمارے ساتھ چلے آؤ"

چنانچہ حضورؒ پرنور معہ خدّام و ہمراہیان بخیر و خوبی پار اتر گئے۔

پانی گھٹنوں گھٹنوں معلوم ہوتا تھا۔ اس واقعہ پر ہر شخص متحیّر تھا اور اس وقت سینکڑوں شخص موجود تھے۔

مندرجہ بالا واقعہ سے مولوی حکیم سید شاہ علی نقی صاحب نقشبندی مجدّدی نے بھی راقم الحروف کو مطلع فرمایا ہے۔

دیوہ شریف میں آستانۂ عالی سے متصل شرقی جانب ایک کنواں ہے جو اب پختہ بن گیا ہے۔

یہ واقعہ اکثر لوگوں کا چشم دید ہے جن سے راقم الحروف نے سنا ہے اور سید معروف شاہ صاحب وارثی کے بھی سامنے کا ہے کہ پیشتر اس کا پانی بہت کھاری ہوتا تھا۔

ایک مرتبہ حضورؒ پرنور سے عرض کیا گیا کہ اس کا پانی کھاری ہے۔ تو آپؒ نے اپنا جھوٹا پانی عنایت فرمایا اُس کو لیجا کر کنوئیں میں ڈال دیا گیا اس روز سے اس کا پانی نہایت شیریں ہو گیا۔

یہ کنواں آستانۂ عالی کے متصل موجود ہے۔

منشی محمد اکبر خان صاحب وارثی متوطن شکوہ آباد ضلع مین پوری کا بیان

ہے کہ میں کانپور میں اسسٹنٹ منیجر کورٹ آف وارڈ مین تھا۔ شہر میں خبر مشہور ہوئی کہ حضورؒ انور علی گڑھ جا رہے ہیں۔

چنانچہ کانپور کے بکثرت ہندو مسلمان اسٹیشن پر قدمبوسی کے لیے حاضر ہوئے۔ گرمیوں کا موسم تھا۔ اس لیے اکثر امرائے نہایت اعلیٰ پیمانہ پر اسٹیشن پر زائرین کے لیے برف کا انتظام کیا تھا۔ حضورؒ انور کے لیے بھی خود بخود لوگ چند گلاسوں میں پانی لیکر حاضر ہوئے۔ حضورؒ انور برف کا پانی کبھی نہیں پیتے تھے اس لیے انکار تو نہیں کیا مگر یہ ارشاد فرمایا:

"ہماری صراحی میں برف سے زیادہ ٹھنڈا پانی ہے۔"

خادم نے صراحی میں سے پانی پیش کیا تو آپؒ نے پیا۔ اسوقت کچھ اور لوگوں کی بھی خواہش ہوئی کہ اس صراحی سے پانی ملے تو پئیں۔

چنانچہ خادم نے لوگوں کو پانی دیا اور میں نے بھی پانی پیا تو واقعی حیرت تھی کہ چند گھونٹ پانی پینا دشوار تھا اس کی خنکی سے دانت بجتے تھے۔ برف کی اس کے سامنے کوئی حقیقت نہ تھی۔

اکثر لوگوں نے وہ پانی پیا اور برف کے مقابل اس کی خنکی دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گئے۔

سید علی حامد شاہ صاحب چشتی قادری سجادہ نشین سانڈی ضلع ہردوئی لکھتے ہیں کہ منشی عظمت علی صاحب متوطن ملانواں جو ایک راست گو اور دیندار شخص ہیں روایت کرتے ہیں:

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضورؒ انور قصبہ ملانواں میں قیام پذیر تھے اور اس سبب سے کہ کئی روز سے آسمان پر ابر و باد گھرا ہوا تھا اور پانی کی ساون بھادوں کی طرح جھڑی بندھی ہوئی تھی۔ حضورؒ انور کو کسی نے رخصت نہیں ہونے دیا۔

ایک روز آپؒ نے فرمایا:

"اب ہم جائیں گے۔"

حاضرین حضورؒ کے عزمِ صمیم سے پریشان ہونے لگے اور عرض کیا :

" ایسی بارش میں دل نہیں چاہتا کہ حضورؒ رخصت ہوں . پانی برس رہا ہے اور ابر خوب گھرا ہوا ہے "

آپؒ نے فرمایا : " نہیں نہیں "

" اب تو پانی برس چکا . " اور یہ کہتے ہوئے باہر تشریف لائے تو نہ آسمان پر ابر تھا نہ بارش ہو رہی تھی ، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پانی ہی نہیں برسا . ہر شخص کو اس واقعہ سے حیرت تھی .

اسی طرح حضورؒ انور کے وہ تصرّفات ہیں جو زمین پر ظاہر ہوئے . سید معروف شاہ صاحب قبلہ وارثی ناقل ہیں :

ایک مرتبہ ان کا مکان گر گیا تو آپؒ نے فرمایا :

" جب تک خدا تم کو اپنے خزانۂ غیب سے نہ دے مکان نہ بنوانا "

چنانچہ کچھ دنوں کے بعد جو باغیچہ مکان کے احاطہ میں ہے وہ کھودا گیا تو اسمیں ایک برتن نکلا جس میں اشرفیاں رکھی ہوئی تھیں جو محمد شاہی سکہ کی تھیں . انہوں نے بہ اطمینان مکان بنوا لیا اور حضورؒ انور کے ارشاد کے بموجب کچھ قرض وغیرہ نہیں لینا پڑا .

مولینا سید عبدالآد شاہ تحیّر وارثی رحمۃ اللہ علیہ عین الیقین میں لکھتے ہیں کہ حضورؒ پر نور کی خدمتِ عالی میں ایک سائل حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا :

" کسی طرح بیت اللہ شریف پہنچا دیجئے " تو حضورؒ پر نور نے ارشاد فرمایا :

" تم روزانہ کسی درخت کے نیچے کھود لیا کرو ایک دن کی خوراک کے قابل تمہیں مل جایا کرے گا کسی سے سوال نہ کرنا "

وہ اسی طرح پیادہ پا روانہ ہو گیا . روزانہ زیرِ درخت زمین کھودتا تھا

اور اپنی خوراک کی قیمت لے لیتا تھا۔ وہ حج بیت اللہ سے مشرف ہو کر اسی طرح درختوں کے نیچے کی زمین سے اپنی خوراک کی قیمت وصول کرتا ہوا ہندوستان واپس آیا۔ لوگوں نے تعجب سے پوچھا؛

"اس حالتِ غربت میں تم کیونکر گئے" تو اس نے یہ واقعہ بیان کیا۔"

سید معروف شاہ صاحب قبلہ وارثی ناقل ہیں کہ؛

ایک مرتبہ مولوی محمد احسن صاحب رئیس پٹنہ حضورِ انور کی خدمت عالی میں حاضر ہوئے اور کچھ قلمی آم جو وہ اپنے ہمراہ لائے تھے، حضورِ پرنور کی خدمتِ عالی میں پیش کیے۔ حضورِ پرنور نے ان میں سے چند آم مجھکو بھی مرحمت فرمائے۔ آم نہایت نفیس تھے۔

دوسرے دن جب میں حضورِ پرنور کی قدمبوسی کیلئے حاضر ہوا تو حضور نے دریافت فرمایا؛

معروف شاہ آم کیسے تھے؟"

میں نے عرض کیا، "بہت اچھے تھے۔"

فیضو شاہ خادم کے پاس کچھ آم رکھے تھے۔ انہوں نے چار پانچ آم خدمتِ عالی میں پیش کیے۔ وہ آم اسی وقت تراشے گئے۔ آپ نے ایک قاش تناول فرمائی اور سب قاشیں اور آم تقسیم کر دیئے۔ مجھے بھی دو تین قاشیں اور ایک آم اس وقت ملا۔

حضورِ انور نے آم دیتے وقت ارشاد فرمایا؛

"معروف شاہ آم اچھا ہے تم اپنے باغیچہ میں لگا دو۔"

میں نے عرض کیا؛

"حضور! اسمیں گٹھلی نہیں ہے، قلمی آم ہے۔"

"حضورِ انور نے فرمایا؛

"تمہارے ہاتھ سے تو درخت لگ جاتا ہے۔"

جب حضورِ پرنور نے یہ فرمایا تو میں ساکت ہو گیا اور اس آم کی گٹھلی اپنے ہاتھ سے باغیچہ میں بو دی اور روزانہ جا کر دیکھنے لگا۔ درخت دسویں روز نمودار ہوا اور وہ اس قدر جلد بڑھا کہ تیسرے سال اس میں پانچ آم نظر آئے۔ میں نے بہت احتیاط سے ہتھیلیاں گروا دیں۔ جب وہ پک گئے تو میں نے لیجا کر حضورِ انور کی خدمتِ عالی میں پیش کیے اور عرض کیا:

"یہ اسی درخت کے آم ہیں"۔

حضورِ پرنور نے متبسم ہو کر فرمایا:

"یہ آم ان آموں سے بھی اچھے ہیں اور نایاب ہیں"۔

اس کے بعد فرمایا:

"معروف شاہ ایسی چیز رہتی نہیں ہے"۔

سید معروف شاہ صاحب فرماتے ہیں:

"میں اس ارشاد پر کھٹک گیا"۔

آخر اس کی جڑ میں کیڑا لگ گیا اور وہ تھوڑے ہی عرصہ میں سوکھ سوکھ کر گر پڑا۔

یہ حضورِ انور کے تصرفات زمین پر تھے کہ ایک تلمی آم کی گٹھلی سے درخت نمودار ہوا اور اس نے پھل دیا۔

مولینا حیرت وارثی عین الیقین میں لکھتے ہیں:

ایک لڑکے کی آنکھیں خراب ہو گئی تھیں۔ اس کی ماں نے حضورِ انور کے قدموں میں اسے ڈال دیا۔ آپؒ نے فرمایا:

"یہ تو اچھا ہے اسے لیجاؤ"۔

چلتے وقت وہ تھوڑی سی خاک اٹھا لیگئی اور اسی کو آنکھوں میں لگاتی رہی۔ اس لڑکے کی آنکھیں بالکل اچھی ہو گئیں ؎

رحمتِ حق بہانہ می جوید

رحمتِ حق بہانہ می جوید

مولوی نادر حسین صاحب وارثی نگرامی (وکیل بارہ بنکی) ناقل ہیں کہ مجھ سے محمد حسین صاحب لودھی ساکن وزمیندار دیوہ شریف نے بیان کیا کہ ایک شخص دیوہ شریف میں علیل ہو گیا وہ حضورِ انور کا سخت مخالف تھا مگر حضورِ انور تو اخلاق مجسم تھے آپؒ اپنے خادم رحیم شاہ صاحب کو لیکر اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ جب مکان کے اندر گئے تو اس مریض نے اپنا منہ چھپا لیا۔

آپؒ نے فرمایا:

"کیسے ہو؟"

اس نے کچھ جواب نہ دیا اور نہ اپنا منھ کھولا۔

اس کی ہمشیرہ بھی حضورِ انور سے عداوت رکھتی تھی اس نے حضورِ انور سے کہا:

"تخت پر بیٹھ جاؤ کیا یہاں کوئی دیکھتا ہے؟"

آپ نے فرمایا:

"ہم نے کسی کو دکھانے کو تخت وغیرہ پر بیٹھنا نہیں چھوڑا۔"

یہ کہتے ہوئے آپ واپس چلے آئے۔

تھوڑی دیر کے بعد مریض مذکور کا انتقال ہو گیا اور اسی وقت تمام چہرہ سیاہ ہو گیا۔

یہ حالت جو دیکھی تو لوگوں نے داد وہش شروع کی اور حضورِ انور کی خدمت عالی میں حاضر ہوئے۔ مگر اس وقت آپؒ نے دروازہ بند کرا دیا تھا جو لوگوں کی کوشش سے بھی نہ کھلا۔

سید معروف شاہ صاحب کی والدہ صاحبہ کا حضورؒ بہت لحاظ فرماتے تھے۔ اس لیے ان سے کہا گیا اور وہ حاضرِ خدمتِ عالی ہوئیں تو فوراً دروازہ کھل گیا۔

انہوں نے بہت اصرار کیا تو آپؒ نے فرمایا:

"بعض اوقات مرتے وقت منہ سیاہ ہو جاتا ہے غسل دیتے وقت سیاہی مٹ جاتی ہے۔ غسل دلاؤ"

چنانچہ جب غسل دیا گیا تو سیاہی جاتی رہی اس واقعہ کو دیکھ کر اس کی ہمشیرہ اور بھی بر افروختہ ہوئی اور حضور انور کی شان میں بدکلامی کرنے لگی جس کا یہ انجام ہوا کہ جب اس کا انتقال ہوا اور اس کو قبر میں دفن کر کے تختے لگائے گئے تو مٹی دیتے وقت تختوں کے اوپر خود بخود لاش آگئی۔ اس وقت مٹی دینا بند کر دیا گیا۔ اور پھر لاش کو قبر میں رکھ کر تختے لگائے گئے تو پھر وہی معاملہ پیش آیا کہ لاش اوپر اور تختے نیچے۔ جب سہ بارہ یہی حالت ہوئی تو لوگوں نے مجبوراً اسی طرح تختوں کے اوپر مٹی دیدی۔

کس قدر عبرتناک مقام ہے کہ زمین نے لاش کو قبول نہیں کیا۔ یہ اسی گستاخی کی سزا ہے کہ تخت پر بیٹھ جاؤ کیا یہاں کوئی دیکھتا ہے سے:

گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنہ پاکاں برد

حضور انور کے تصرفات بڑی ہیں یہ لاکھوں کروڑوں شخصوں کا مشاہدہ ہے کہ باوجود برہنہ پا رہنے کے حضور انور کے پائے مبارک آلودۂ گل نہ ہوتے تھے۔ جس کا ذکر ہو چکا ہے مگر بر سبیل تذکرہ اشارۃً اس موقع پر بھی لکھا گیا۔

واقعاتِ جنّات

جس طرح حضور انور کے ظاہری و باطنی تصرفات بحر و بر میں جاری تھے اور عالمِ اجسام میں ان کے مشاہدات نظر آتے ہیں اسی طرح عالمِ برزخ میں بھی حضور انور کے تصرفاتِ ولایت جاری تھے۔

راقم الحروف نے اکثر لوگوں سے سنا ہے کہ حضور انور کی خدمتِ عالی میں جنّات بھی حاضر ہوتے تھے۔ بعض واقعات جو معتبر راویوں کے بیان

کردہ ہیں حسب ذیل ہیں :

مولوی حکیم محمود علی صاحب فتحپوری لکھتے ہیں کہ میرے خالو چودھری محمد عبد اللہ صاحب رئیس سترکھ جو ایک صاحب زہد و اتقا بزرگ ہیں (اور ان کی عمر اس وقت قریب سو سال کے ہے۔) بیان فرماتے ہیں کہ میرے ابتدائے عمر میں جب حضور کا زمانۂ شباب تھا تو حضور انور ایک مرتبہ حسب دستور قصبہ سترکھ میں رونق افروز ہوئے۔

ایک روز قریب ۴ بجے دن کے حضور پُر نور نے مجھ سے فرمایا :

"عبد اللہ چلو تفریح کر آئیں۔"

چند خدام حضور انور کے ہمراہ تھے اور میں بھی تھا۔ حضور انور باغ کے قریب ایک وسیع میدان میں پہنچے اور وہاں کمل بچھانے کا حکم دیا۔ خدام نے کمل بچھا دیا۔ حضور انور اس پر رونق افروز ہوئے۔ خدام وغیرہ بھی ایک طرف ادب سے بیٹھ گئے۔

تھوڑی دیر کے بعد ایک سیاہ کتّا وہاں معلوم ہوا اور وہ کچھ دور ہٹ کر سلیقہ سے بیٹھ گیا۔ یہاں تک کہ چار کتّے ایک ہی رنگ اور ایک ہی قد و قامت کے موجود ہو گئے مگر دریافت کرنے کی کسی کو جرأت نہ ہوئی اور سب خاموش بیٹھے رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضور انور نے ارشاد فرمایا :

"عبد اللہ گھر چلو۔"

یہ سنتے ہی وہ کتّے بھی رخصت ہو گئے اور حضور انور معہ ہمراہیوں کے قیام گاہ پر تشریف لائے۔

سب ہمراہی ایک دوسرے کا منہ دیکھتے تھے کہ یہ کیا معاملہ ہے۔

حضور پُر نور نے خود ہی ہماری طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا :

"یہ کتّے نہیں تھے جنات ہیں اور ہمارے مرید ہیں۔"

چودھری محمد عبد اللہ صاحب رئیس سترکھ کا بیان ہے کہ اسی شب کو یہ واقعہ پیش آیا کہ حضور انور نے شام کے قریب ارشاد فرمایا :

"حجرہ خالی کر دیا جائے کوئی شخص حجرہ میں نہ رہے۔"

سب اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اس کے بعد حضورؒ پر نور نے اپنے دستِ مبارک سے حجرہ کی کنڈی چڑھا دی۔

اس وقت تمام حاضرین کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ حجرہ میں ہزاروں آدمی باہر سے آکر داخل ہوتے جاتے ہیں جن کے پاؤں کی چاپ معلوم ہوتی تھی اور بات کرنے کی آواز مطلقاً نہ آتی تھی۔ تقریباً ایک گھنٹہ تک یہ حالت رہی اس کے بعد مکان میں بالکل سکون ہو گیا۔ حضورؒ پر نور نے حجرہ کی زنجیر کھول دی۔

لوگوں کو متحیر دیکھ کر حضورؒ پر نور نے فرمایا:

"جنات جو ہمارے مرید ہیں آئے تھے۔"

منشی عبدالغنی خاں صاحب وارثی رئیس پوروہ غنی خاں ضلع رائے بریلی ناقل ہیں کہ حضورؒ انور جب پہلی مرتبہ بعد حج تشریف لائے ہیں تو سید معروف شاہ صاحب وارثی کے مکان کے بالاخانہ پر اقامت پذیر تھے۔ سید معروف شاہ صاحب کی والدہ صاحبہ حضورؒ انور کو بھائی کہتی تھیں اور حضورؒ انور ان کی بہت توقیر فرماتے تھے۔

ایک روز انہوں نے حضورؒ پر نور سے عرض کیا:

"میں سنتی ہوں جنات بھی آپؒ کے مرید ہیں۔ ہمیں جن دکھا دیجئے۔"

حضورؒ انور نے فرمایا:

"دس بجے دن کو بالاخانہ پر آنا۔"

چنانچہ چار بیبیاں دس بجے دن کو حضورؒ انور کی خدمتِ عالی میں حاضر ہوئیں۔ ایک تو معروف شاہ صاحب کی والدہ صاحبہ تھیں اور دوسری سید معروف شاہ صاحب کی ہمشیرہ صاحبہ تھیں تیسری معروف شاہ صاحب کی اہلیہ صاحبہ تھیں اور ایک اور بی بی تھیں۔

حضورؒ انور نے بغلی کوٹھری میں بیٹھنے کا حکم دیا اور سامنے پردہ کرا دیا اور ارشاد فرمایا:

"خاموش رہنا۔"

یکبارگی ان خواتین نے دیکھا کہ زینہ کی طرف سے تین شخص نہایت حسین خوبصورت نمودار ہوئے۔ وہ نہایت ادب سے حاضر ہوئے اور پائے مبارک دبانے لگے۔

اس کے بعد حضورِ پرنور سے رخصت ہو کر زینہ تک گئے اور زینہ سے غائب ہو گئے۔

آپؒ نے اُن مستورات سے فرمایا:

"تم نے دیکھا یہ جنات تھے۔"

انہوں نے عرض کیا "یہ تو انسان تھے۔"

حضورِ پرنور نے ارشاد فرمایا:

"تمہارے زنانہ مکان میں غیر آدمی دن کے وقت کس طرح آسکتے ہیں۔ ان کی اصل صورت ہیبت ناک ہے تم دیکھو گی تو ڈر جاؤ گی۔ اسی وجہ سے آدمی کی صورت میں بلائے گئے جس میں تم کو خوف و دہشت نہ ہو۔"

مولینا تجرواری عین الیقین میں تحریر فرماتے ہیں:

ایک طبیب کی تجویز سے حضورِ پرنور شب کو دودھ اور سہاگہ استعمال کرتے تھے۔

ایک شب کا واقعہ ہے کہ سید معروف شاہ صاحب حسبِ معمول دودھ اور سہاگہ لیکر حاضرِ خدمتِ عالی ہوئے تو صدر دروازہ پر انہوں نے ایک کتے کا پلا دیکھا اور ان کے دیکھتے دیکھتے وہ بڑا ہو گیا اور دونوں اگلے پاؤں اس نے اوپر کی چوکھٹ پر رکھ دیئے اور سیدھا کھڑا ہو گیا۔

یہ کیفیت دیکھ کر سید معروف شاہ صاحب پریشان ہو گئے۔ اندر سے حضورِ انور نے آواز دی:

"چلے آؤ ڈرو نہیں۔"

پھر تو وہ نڈر ہو گئے اور اطمینان سے حضور کی خدمتِ عالی میں حاضر ہوئے۔

سیّد معروف شاہ صاحب فرماتے تھے کہ حضورؒ نے مجھ سے ارشاد فرمایا:

"یہ یہاں کا محافظ ہے۔"

واقعات متذکرہ بالا سے ظاہر ہے کہ جنات بھی جو عالمِ برزخ کی ایک مخلوق ہے حضورِؒ پرنور کے تصرفات فیض آیات سے مستفید ہوتے تھے۔ اسی طرح حضورؒ انور کے قدمِ مبارک کی برکت سے ردِّ بلا کے واقعات ظہور میں آتے تھے۔

چنانچہ جناب مرزا محمد ابراہیم بیگ صاحب شیدا لکھنوی تحریر فرماتے ہیں کہ شیخپورہ ضلع مونگیر میں میر ابرار حسین صاحب رئیس نے حضورِ پرنور کی دعوت کا اہتمام کیا اور اپنے مکان کے بالاخانہ پر ایک وسیع کمرہ حضورؒ پرنور کے قیام کے واسطے آراستہ کیا۔ شب کو مجھے علم ہوا کہ اس کمرہ میں کسی خبیث یا جن کا دخل ہے اور جو شخص اس میں رہتا ہے وہ اس کو تکلیف دیتا ہے اور میر ابرار حسین صاحب نے اسی لیے یہ کمرہ حضورِؒ پرنور کے لیے مخصوص کیا ہے کہ آپؒ کے قدوم میمنت لزوم کی برکت سے یہ بلا دفع ہو جائے اور کمرہ صاف ہو جائے مگر اس خبر سے مجھکو انتشار ہوا اور میں نے نہایت عاجزی سے حضورِ پرنور کی خدمتِ عالی میں عرض کیا:

"آپؒ اس میں قیام نہ فرمائیں۔"

حضورؒ انور نے مسکرا کر ارشاد فرمایا:

"خدا جس کا محافظ ہوتا ہے اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔"

تمام رات ہم لوگ متردد رہے مگر کوئی بات نئی نہیں معلوم ہوئی۔ صبح کو جب میں حضورؒ انور کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ بہت بڑے دو بچھو حضورِ انور کے بستر کے قریب مرے ہوئے پڑے ہیں۔

حضورؒ انور نے میر ابرار حسین کو بلا کر ارشاد فرمایا:

"ان کو پھینک دو تمہارا کمرہ صاف ہوگیا۔"

حضورؒ انور کے قدم مبارک کی برکت سے مردم آزار بلائیں بھی دُور ہو جایا کرتی تھیں۔

چنانچہ منشی عبدالغنی صاحب وارثی رئیس پورہ غنی خاں ضلع رائے بریلی ناقل ہیں کہ مولوی نور کریم صاحب قدوائی جو حضورِ انور کے خاص فقراءؑ میں سے تھے ان کا واقعہ ہے کہ وہ خرقہ پوشی سے قبل نواب گنج ضلع بارہ بنکی کے تحصیلدار کے یہاں معلم تھے۔ تحصیلدار صاحب کشمیری پنڈت تھے مولوی نور کریم صاحب قدوائی کو چونکہ تحصیلدار صاحب سے خاص ربط تھا اس لیے ان سے ملنے کے لیے گئے۔ اتفاق سے اسی روز تحصیلدار صاحب نے ایک نیا مکان کرایہ پر لیا تھا اس میں وہ تھے اور اسی کے مردانہ حصہ میں مولوی نور کریم صاحب قدوائی جو حضورؒ انور کے فقیر تھے ٹھہر گئے۔

نصف شب کا واقعہ ہے کہ زنانہ مکان سے متواتر شور و غل کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ چنانچہ دو تین آدمی اس مکان کے بالاخانہ پر گئے تو کسی زبردست طاقت نے ان کو بھی نیچے دھکیل دیا۔ اس وجہ سے اور لوگ بھی ششدر ہو گئے کسی کی ہمت نہیں پڑتی تھی کہ زینہ پر قدم رکھے اور بالاخانہ کا یہ واقعہ تھا کہ سب پلنگ الٹ گئے تھے اور سب اسی حالت میں چلّا رہے تھے۔

مولوی نور کریم قدوائی بھی اس واقعہ کو سُن کر وہاں گئے۔ ان کے جاتے ہی خود بخود پلنگ سیدھے ہو گئے۔ اور تحصیلدار صاحب کی بیوی کی زبان سے یہ بات سننے میں آئی:

" مولوی صاحب اگر آپ حضرت حاجی صاحب کے فقیر نہ ہوتے۔ تو میں آپؐ کی بھی خبر لیتا مگر کیا کہوں آپ ہمارے شہنشاہ کے دیکھنے والے ہیں اس لیے ہم کو ادب کرنا ضرور ہوا۔

مولوی نور کریم صاحب قدوائی نے کہا:

" میری یہ خواہش ہے کہ آپ ان لوگوں کو نہ ستائیں۔"

انہوں نے جواب دیا :
" آپ ان لوگوں کو سمجھا دیجئے کہ ہم کو بھی تکلیف نہ دیں۔ اگر یہ بھی آپ منظور نہ کریں تو ہم خود تکلیف اٹھائیں۔
مولوی صاحب نے فرمایا :
" تحصیلدار صاحب تمہاری جگہ نہ لیں گے جہاں تک بتاؤ چھوڑ دیں "
اس نے جواب دیا کہ :
" صرف یہ کمرہ چھوڑ دو "
اس قسم کی چند باتیں کر کے پلٹ آئے ، اور تحصیلدار صاحب نے وہ مکان چھوڑ دیا۔
منشی عبدالغنی خان صاحب وارثی لکھتے ہیں کہ :
حضورؒ پر نور استراحت فرما رہے تھے کچھ لوگ بیٹھے ہوئے ہاتھ پاؤں دبا رہے تھے میں بھی حاضرِ خدمتِ عالی تھا اتنے میں ایک شخص آیا جس کی وضع قطع معلموں کی سی تھی اور بغل میں ایک چادر دبی ہوئی تھی۔
وہ نہایت عقیدت کے ساتھ حضورؒ سے قدمبوس ہوا اور ہم لوگوں کی طرح بیٹھ کر ہاتھ پاؤں دبانے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد جھومنے لگا اور ناک سے اس زور سے سانس لیتا تھا کہ اس کے دم کی ہوا حضورِ پر نور تک پہنچنے لگی جب اس کی حالت زیادہ متغیر ہونے لگی تو حضورِ انور نے سرِ مبارک اٹھایا اور پیار سے ایک گھونسا اس کی پشت پر مارا۔ اس گھونسے کے ساتھ ہی وہ سر بسجود ہو گیا اور سانس کی شدت جاتی رہی کچھ عرصہ تک وہ بیہوش پڑا رہا۔ حضورؒ نے بھی فرد اوڑھ لی۔
کچھ دیر میں حضورؒ انور نے پھر سرِ مبارک اٹھایا اور ارشاد فرمایا : " اچھا جاؤ پھر ملاقات ہو گی "
وہ رخصت ہو گیا۔ ہم لوگ دیکھ رہے تھے کہ دروازہ بند ہے مگر وہ چند قدم چل کر غائب ہو گیا اور دروازہ بدستور بند رہا۔ لوگوں کو سخت حیرت

تھی کہ یہ کون شخص ہے اور یہ کیا معاملہ ہے ؟
حضورانور نے سب کو متحیر دیکھ کر فرمایا :
"تعجب کیا ہے یہ آدمی نہیں تھا جن تھا"
جنات کے اکثر واقعات لوگوں کے چشم دید ہیں۔ بعض واقعات قصداً راقم الحروف نے درج کتاب نہیں کیئے۔ اس لیے کہ ایک ہی قسم کے واقعات کو کثرت سے نقل کرنا بیفائدہ کتاب کا حجم بڑھانا ہے۔ مگر یہ بات معتبر روایات سے ثابت ہے کہ انسانوں کی طرح جنات بھی حضور پرنور سے شرفِ بیعت رکھتے تھے اور اکثر لوگوں نے بعض جنات کو خود دیکھا ہے۔
بعض واقعات ایسے ظہور میں آئے کہ قیاس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جن ہوں گے۔ مگر حضورؒ پرنور نے اپنی زبانِ مبارک سے ان کے متعلق کچھ ارشاد نہیں فرمایا۔
چنانچہ مکتوب نویس بارگاہِ وارثی حاجی اوگھٹ شاہ صاحب قبلہ ناقل ہیں :
ایک شب کا واقعہ ہے جبکہ ۱۲ بج چکے تھے اور آستانۂ عالی کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ میں رحیم شاہ صاحب کے پاس باہر کے حصۂ مکان میں تھا میرا منہ پورب کی جانب تھا۔ اندھیری رات تھی مجھکو دور سے دو چاند چمکتے ہوئے نظر آئے۔ جن میں ایک زیادہ روشن تھا یہ دونوں میرے قریب ہوتے جاتے تھے جس وقت وہ دونوں چبوترہ پر چڑھ آئے تو معلوم ہوا کہ آدمی ہیں مگر ان کے چہرے نہایت روشن اور چمکدار ہیں۔
یہ دونوں سیدھے دروازہ پر چلے آئے۔ میں اس وقت رحیم شاہ صاحب کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اندر سے حاجی فیضو شاہ صاحب نے آکر دروازہ کھولدیا اور مجھ سے کہا کہ "صدر دروازہ کے کواڑ کھول کر ان دونوں کو بلا لو"
میں نے پھاٹک کھول کر دونوں کو بلا لیا۔ مگر وہ دونوں چوکھٹ پر سر رکھے ہوئے تھے اور اٹھتے ہی نہ تھے۔ فیضو شاہ صاحب نے آکر ان کے ہاتھ پکڑ لیے

اور اندر لے گئے ۔

میں نے دیکھا کہ یہ دونوں ماہ پارے ہاتھوں کو جوڑے ہوئے حضورؒ انور کی خدمتِ عالی میں حاضر ہوئے تو حضورؒ پرنور نے ان سے کچھ ارشاد فرمایا جس کو سن کر وہ الٹے پاؤں نہایت ادب سے واپس آئے اور چل دیئے ۔

یہ عقدہ حل نہ ہو سکا یہ کون تھے کیوں آئے تھے اور کہاں گئے ۔

حقیقتہً حضورؒ انور کے واقعات نہایت حیرت انگیز ہیں اور جنہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں وہ خود متحیر ہیں ۔

پرند و چرند پر حضور انور کے تصرفات

جس طرح جنّ و انس حضورؒ انور کی محبت کا دم بھرتے تھے اسی طرح ہوائی اور آبی جانوروں سے بھی حضورؒ انور کی محبت کا اظہار رہا ہے اور کیوں نہ ہوے ؛

چوں از و گشتی ہمہ چیز از تو گشت
چوں از و گشتی ہمہ چیز از تو گشت

سید معروف شاہ صاحب وارثی ناقل ہیں کہ میں نے خود دیکھا ہے کہ درند و پرند حضور انور سے وحشت نہیں کرتے تھے ۔

میرا مشاہدہ ہے کہ اکثر جب آپؒ صحرا کی طرف جاتے تو طیور صحرائی کبوتر فاختہ وغیرہ حضورؒ کے قریب آجاتے اور جسمِ اطہر سے لپٹ جاتے تھے ۔ نہر یا حوض کے کنارے جب آپؒ کھڑے ہوتے تو مچھلیاں کنارے پر آجاتی تھیں ۔

پرند جانوروں کے ایسے واقعات دیگر معتبر روایات سے بھی متحقق ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضورؒ انور پر انسانوں کی طرح طیور وغیرہ بھی فریفتہ تھے ۔

مولانا تجیر وارثی عین الیقین میں لکھتے ہیں کہ حضورِ پر نور ردولی شریف میں رونق افروز تھے کہ ایک قسم کی چڑیاں جس کو شاماں کہتے ہیں بہت کثیر تعداد میں آنا شروع ہوئیں۔ وہ حضورِ پر نور کے جسمِ اطہر پر بیٹھ گئیں اور چہکنے لگیں حاضرینِ محفل نے عرض کیا:

"حضورؐ یہ کیا بات ہے؟"

تو آپؐ نے تبسم ہو کر ٹال دیا۔

وہ سب اُڑ گئیں۔

سیّد معروف شاہ صاحب کا واقعہ ہے کہ ان کو لالوں سے بہت شوق تھا ایک بہت بڑے پنجرے میں انہوں نے کثرت سے لال پال رکھے تھے حضورؐ اُن کے مکان میں تشریف رکھتے تھے، آپؐ نے پنجرے کی تیلی کھولدی وہ سب لال اڑ گئے۔ یہ واقعہ دیکھ کر سیّد معروف شاہ کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے انہوں نے پریشان ہو کر عرض کیا:

"میری سب محنت رائیگاں گئی۔ میں نے بڑی تلاش و جستجو سے اتنے لال مہیا کئے تھے"

حضورؐ انور نے فرمایا:

"ابھی تو دُور نہیں گئے ہوں گے بلا لو"

انہوں نے عرض کیا:

"وہ پرند جانور ہیں کہیں کے کہیں پہنچے ہوں گے"

آپؐ نے دفعتاً پلٹ کر فرمایا:

"یہ کیا کہا؟"

اس قدر ارشاد فرمانا تھا کہ وہ سب لال حضورؐ انور کے جسم مبارک پر آ کر بیٹھ گئے۔

اس وقت آپؐ بار بار فرماتے تھے:

"پکڑ لو"

سید معروف شاہ صاحب نے سرِ تسلیم خم کر کے عرض
کیا :
" جب حضورؒ ان کو آزاد کر چکے تو میں قید کرنے والا کون ہوں، جانے دیجیے۔"
اس روز سے سید معروف شاہ صاحب قبلہ کا یہ شوق ترک ہو گیا۔
مولینا نجیر" وارثی عین الیقین میں لکھتے ہیں کہ حضورؒ پر لور فتح پور میں تھے میں بھی قدم بوسی کی غرض سے حاضرِ خدمتِ عالی ہوا۔ اور بھی کچھ لوگ اس وقت حاضر تھے۔
ایک صاحب نے تذکرۃً کہا :
" جنگل کی طرف میں نے ایک جوڑا جنگلی چکور کا دیکھا ہے۔"
آپؒ نے فرمایا :
" کیا تم میں سے کوئی پالے گا۔"
حاضرین میں سے ایک شخص نے خواہش ظاہر کی۔ تو آپؒ نے ارشاد فرمایا :
" پکڑ لاؤ۔"
جس وقت وہ اس جوڑے کو پکڑنے گیا تو اُس نے جا کر کسی رکھی ہوئی چیز کی طرح اٹھا لیا۔ چکوروں نے اپنے مقام سے جنبش نہیں کی۔
حضورؒ کے حکم سے چکوروں کے بہ آسانی آجانے پر اس وقت ہر کہ و مہ کو حیرت تھی۔
عین الیقین میں ہے کہ حضورؒ انوار دلی شریف میں قیام پذیر تھے اور زنانہ مکان میں استراحت فرما رہے تھے کہ یکایک چیونٹیاں آنے لگیں اور ان کی اس قدر کثرت ہوئی کہ چھت اور فرش اور مکان کی سب دیواروں میں وہی نظر آتی تھیں۔

مستورات گھبرانے لگیں اور عرض کرنے لگیں :

" چیونٹیوں سے پناہ نہیں ہے "

آپؒ نے مسکرا کر فرمایا :

" کہاں ہیں ؟ "

یہ فرمانا تھا ایک دم سے سب غائب ہوگئیں ۔

سیّد معروف شاہ صاحب وارثی ناقل ہیں :

میں نے دیکھا ہے کہ اکثر آپؒ کے بستر پہ چیونٹیاں کثیر تعداد میں چڑھ آتی تھیں ۔ تو آپؒ فرماتے تھے :

" مکان کے کونوں میں شیرینی ڈالدو چیونٹیاں بھوکی ہیں "

چنانچہ تعمیلِ ارشاد کی جاتی تھی اور اس کے بعد وہ چیونٹیاں خود بخود غائب ہو جاتی تھیں ۔ کوئی ایک بھی نظر نہ آتی تھی ۔

اسی طرح دیگر جانوروں کے بھی واقعات ہیں جن میں سے بعض کا تذکرہ حسب ذیل ہے :

شیخ حسین علی صاحب نواب وارثی زمیندار سادہ مئو بروایت شیخ رحیم بخش صاحب متوطن گدیہ تحریر فرماتے ہیں :

حضورؒ پر نور ایک مرتبہ سیر و سیاحت فرماتے ہوئے تشریف لائے تو ایک دن گدیہ میں بھی ہمارے مکان پر قیام پذیر ہوئے ۔ حضورؒ انور کے شباب کا زمانہ تھا ۔ ہمارے دروازہ کے سامنے نیم کے سایہ میں حضورؒ پر نور نے استراحت فرمائی ۔

شیخ رحیم بخش صاحب کا بیان ہے کہ میں اور میرے بھائی منصب علی اور کچھ لوگ بھی وہیں حضورؒ کی خدمت میں حاضر رہے اور جب نیند آنے لگی تو کچھ فاصلے سے ہم لوگ پڑ کر سو رہے ۔

نصف شب کے بعد بھائی منصب علی بیدار ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ حضورؒ پر نور کے بستر پہ بھیڑیا ہے ۔ وہ یہ دیکھ کر گھبرانے لگے اور شور و غل

چلانے لگے۔ سب جاگ اٹھے۔ وہ بھاگ گیا۔
بعد میں معلوم ہوا کہ وہ خود حضور انور کی خدمتِ عالی میں حاضر ہوا تھا۔
مولوی احمد حسین صاحب وارثی متوطن رہرانواں ضلع بارہ بنکی ناقل ہیں:
ایک سگِ مادہ میری پروردہ تھی مجھے اس سے انس تھا۔ جب حضور میرے مکان پر تشریف لائے تو حضور انور کے سامنے جس وقت خاصہ پیش ہوا آپ نے اپنے دستِ مبارک سے دسترخوان سے اٹھا کر ہر ایک چیز اسے عطا فرمائی۔ اور ارشاد فرمایا:
"یہ کتیا بڈھی ہوگئی ہے، اس کو مونگ کی دال کی کھچڑی دینا چاہیئے، ہڈی دانتوں سے نہیں چبا سکتی۔"
جب رات کو حضور پرنور کے سامنے کھانا پیش ہوا تو وہ موجود نہ تھی اور کھانا بڑھانے کے وقت تک نہیں آئی۔
جب بعد میں آئی تو میں نے اسکو کھانا دیا مگر اس نے نہیں کھایا۔
میں نے حضور انور سے عرض کیا کہ وہ اس وقت کچھ نہیں کھاتی۔
آپ نے فرمایا:
"بڈھی ہوگئی ہے۔"
دوسرے دن صبح کو حضور پرنور تشریف لے گئے۔ میں بھی بڑا گاؤں تک حضور پرنور کے ہمراہ گیا اور دوسرے روز واپس آیا تو معلوم ہوا کہ میرے پیچھے بھی اس نے کچھ نہیں کھایا۔
میں نے اپنے خواہر زادے سے یہ کیفیت بیان کی تو اس نے کہا:
"حضور انور کے ارشاد کے بموجب اس کو مونگ کی کھچڑی دی جائے۔
چنانچہ پکوا کر دی گئی تو اس نے تھوڑی سی کھائی اور تھوڑی سی اپنے دونوں ہاتھوں میں لیکر جہاں حضور انور نشست واستراحت فرماتے تھے

وہاں پہنچی اور پہنچکر اسی مقام پر اپنا سر اپنے ہاتھوں پر یکسر سرنگوں ہوئی اور دم توڑ دیا۔

میں نے اس کو مرنے کے بعد دفن کیا۔۔۔۔ اللہ اکبر اس وقت عجیب عالم تھا۔ اس کے انداز سے ایسی جاں نثاری و محبت مترشح ہوتی تھی کہ میں اب بھی جب خیال کرتا ہوں تو حیرت میں رہ جاتا ہوں۔

منشی نواب حسین مارہروی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورِ پرنور کے والد ماجد سید ناقربان علی شاصاحب رضی اللہ عنہ کا عرس تھا میں بھی دیوہ شریف میں حاضر تھا۔ حسبِ معمول بہت بڑا مجمع تھا۔

میں بازار میں موجود تھا کسی شخص نے چالاکی سے ایک دکان پر سے بید اٹھالیا اور چل دیا۔ سرِ راہ ایک سیاہ کتا سر نیچے کیے ہوئے پڑا تھا۔ وہ یکبارگی اٹھ کھڑا ہوا اور اس شخص کا پاؤں پکڑ لیا اور چھڑانے سے بھی نہیں چھوڑا۔ تو اس شخص کو کچھ خیال ہوا اور وہ دل ہی دل میں کچھ سمجھ کر اس بید کی قیمت ادا کرنے کے لیے اس دکان کی طرف چلنے لگا تب اس کتے نے اس کے پاؤں چھوڑ دیئے اور وہاں سے چلدیا۔

اس شخص نے اس بید کی قیمت ادا کر دی۔ اس وقت میں بھی اس واقعہ کو دیکھ رہا تھا۔ کچھ اور لوگ بھی بغور دیکھ رہے تھے۔ سب کو سخت تعجب تھا۔

شیخ حسین علی صاحب وارثی زمیندار سادہ مئو ناقل ہیں کہ ایک مرتبہ سید ناقربان علی شاہ صاحب رضی اللہ عنہ کے عرس شریف میں ایک چوبے کا گھوڑا چوری چلا گیا۔ لوگوں کو بڑی تلاش و جستجو ہوئی سب پریشان و متفکر پھرتے تھے اسی حالت میں میں بھی اس طرف چلا گیا تو میں نے کہا کہ حضورِ انور کی خدمت عالی میں جاکر عرض کرو۔

وہ حضورِ انور کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مسکرا کر فرمایا:

"سیر کر کے آجائے گا"

تمام لوگ میلہ میں تلاش کرتے کرتے ہار گئے مگر اس کا پتہ نہ چلنا تھا نہ چلا بالآخر وہ پوبے اور اس کے سب ہمراہی مایوس ہو کر بیٹھ گئے۔ شام کو دیکھتے کیا ہیں کہ خود بخود گھوڑا اپنے تھان پر آموجود ہوا۔

ہر شے میں حضور انور کے تصرفات فیض آیات کا ظہور تھا اور درند و پرند سب پر آپ کی باطنی حکومت کا اثر تھا۔ وہ موذی جانور جو بغیر ایذا پہنچائے باز نہیں رہتے ان کے زہر آلود حملہ سے بھی حضور انور محفوظ رہے اور اس موذی جانور کو اپنی ایذا رسانی کی قدرت کی طرف سے سزا ملی۔

چنانچہ سید معروف شاہ صاحب وارثی ناقل ہیں کہ آستانۂ عالی کے قریب منور علی سپاہی کا گھر تھا۔ اس کے مکان میں ایک مرتبہ حضور انور استراحت فرما رہے تھے کہ ایک بہت بڑا کالا سانپ چھت پر سے حضور انور کے اوپر گر پڑا جس کو دیکھ کر سب مستورات متوحش ہو گئیں مگر آپ نے اس کو دست مبارک سے اٹھا کر پھینک دیا۔ اٹھاتے وقت اس نے حضور انور کے انگوٹھے میں کاٹ کھایا۔ اسی وقت آپ نے پانی منگایا اور غسل فرمانے لگے۔

اس سانپ کی یہ کیفیت ہوئی کہ وہ سامنے پڑا ہوا خود بخود سر پٹکتا تھا اور آخر کار سر پٹکتے پٹکتے بغیر کسی کے مارے آپ ہی مر گیا۔

اس خبر کو سن کر میں بھی حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور بھی بہت سے لوگ آگئے اور عرض کیا:

"کچھ دوا وغیرہ جلدی ہونی چاہیئے۔"

آپ نے تبسم سے ارشاد فرمایا:

"بس نہا لینا کافی ہے۔"

اس کے بعد فرمایا:

"عاشق کا گوشت درندوں پر حرام ہے۔ نہ سانپ کا زہر اثر کر سکتا ہے نہ شیر کھا سکتا ہے۔"

حضور انور کے تصرفات فیض آیات کے جو اثرات مرتب ہوتے تھے

ان کا بیان نہایت مشکل ہے۔

آپؒ کی بات بات میں غیر معمولی خوبیاں نمایاں ہوتی تھیں اور بغیر قصد و بلا ارادہ آپؒ کی ذات محمود الصفات سے خوارق عادات کا ظہور ہوتا تھا۔ آپؒ کی بیشمار کرامتیں زبان زد خاص و عام ہیں۔

برکاتِ دعوت

یہ تو ظاہر ہے کہ حضورؒ انور راز سر تا پا حسن و عشق کی مجسم تصویر تھے اور ہر کہ و مہ آپؒ پر نثار رہتا تھا۔ حضورؒ انور کی طرف مخلوقِ الٰہی ٹوٹ ٹوٹ کر گرتی تھی جس طرح شمع کے گرد پروانے قربان ہوتے ہیں اسی طرح اس لعلِ شب چراغ ولایت کے گرد انسانوں کا ہجوم ہوتا تھا اور جو دیکھتا تھا اس کے دل میں یہ حوصلہ اور امنگ پیدا ہو جاتی تھی کہ میں کس طرح اس محبوب اور عدیم المثال صورت پر قربان ہو جاؤں، کونسی نایاب چیز اس وقت دستیاب ہو جو ان پر قربان کر دوں، کہاں سے دولت ہاتھ آ جائے جو ان پر لٹا دوں۔ غرضکہ عجیب فریفتگی کا عالم ہوتا تھا اور جاں نثاری اور فریفتگی میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتا تھا۔

سلسلۂ عالیہ وارثیہ میں بفضلہ تعالیٰ بڑے بڑے ذی مقدرت صاحبِ دولت و ثروت رؤسا امرا ایسے موجود ہیں جن کے نزدیک سینکڑوں ہزاروں کیا لاکھوں روپے صرف کر دینا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔

انھوں نے اپنی دولت کا اگر کوئی حصّہ حضورؒ انور کی جاں نثاری میں قربان کر دیا اور عوام الناس کے نقطۂ نگاہ میں بڑا ساز و سامان کیا، بڑی حوصلہ مندی کی بہت کچھ خرچ کیا تو گو ان کی ایسی فیاضی و دریا دلی و عالی ہمتی ہر طرح قابلِ تحسین و آفرین ہے۔

مگر کیا یہ سب اس غریب کی حوصلہ مندی کا مقابلہ کر سکتی ہے جس نے اپنے اہل و عیال اور تن بدن کو تکلیف پہنچا کر صرف حضورؒ انور کی مہمانداری اور

اپنے گھر پر بُلانے کی آرزو میں پیسہ پیسہ اور دھیلا دھیلا جمع کیا اور حضورِ پرنور کی مہمانی کا شرف حاصل کیا۔

فی الحقیقت اس شخص کی عالی ہمتی قابلِ داد اور حوصلہ مندی لائق صاد ہے جو گھر میں نہ کچھ اثاثہ رکھتا اور نہ سامانِ امارت ہے۔ وہ ہے اور اُس کی بیکسی و غربت ہے؛

اگر بہ یاں کند، بہرام گورے
نہ چوں پائے ملخ باشد زمورے

حضورِ انور کی باریک بیں اور حق شناس نگاہوں میں ان غربا کی بےحد قدر و منزلت تھی اور جس شوق و رغبت سے بیادہ پا اُن غریبوں کے مکان پر تشریف لے جاتے اور ان کی خاطر داری اور دلداری کے خیال سے جیسی بے تکلف باتیں کرتے وہ ایک درجۂ اختصاص رکھتی ہیں۔

حضورِ انور کی مہانداری کا شرف زیادہ تر ایسے ہی لوگوں کو نصیب ہُوا ہے جو نانِ شبینہ کے محتاج تھے۔ اور جن کے یہاں مال و متاع کے قسم سے کوئی چیز سوائے نامِ خدا کے نہ تھی۔

حضورِ پرنور کی یہ تو عادت ہی تھی کہ جس کسی کے ہاں پہلے ٹھہرے پھر آخر وقت تک اسی کے یہاں ٹھہرتے رہے۔ امرا و رؤسا کی خاطر سے کبھی حضورؐ نے جائے قیام کو تبدیل نہیں فرمایا۔ اور اس خصوصیت میں زیادہ تعداد غربا کی ہے۔ جو صفِ اوّل میں ممتاز طور پر نظر آتے ہیں اور ان کو یہ عزت و شرف بڑے بڑے امرا و رؤسا کے مقابلہ میں حاصل ہے کہ حضورِ پرنور ہمیشہ ان کی عزت افزائی فرماتے اور ان کی غربت کو ہمیشہ سامانِ امارت پر ترجیح دیتے رہے۔

غربا میں زیادہ تر شہرت ہے کہ حضورِ انور ساگ پڑی دال بڑے شوق سے کھاتے۔ ارہر کی دال کی کھچڑی اور پودینہ کی چٹنی بہت پسند فرماتے تھے اور بتھوے اور خرفہ کے ساگ سے آپؐ کو بڑی رغبت تھی۔

اور جن امرا نے آپؐ کی دعوتیں کیں وہ کہتے ہیں؛

"شیر برنج بہت مرغوب تھا۔ شامی کباب سے خاص رغبت تھی۔ فیرینی بہت مرغوب طبع لطیف تھی۔

اس سے پتہ چلتا ہے جیسا کہ اکل شرب کے ذکر میں لکھا گیا کہ آپؒ کو کسی چیز سے رغبت تھی نہ نفرت تھی۔ آپؒ کو میزبانوں کی دلداری کا خیال تھا اور بس۔

غربا کو حضورؒ کی خدمتِ عالی میں جو خصوصیات حاصل تھیں ان کا مختصر تذکرہ ہو چکا۔ ان کی جاں نثاریاں اور شرفِ اوّلیت آخر وقت تک ان کو حاصل رہا وہ ان کے لیے سرمایۂ فخر و ناز ہیں۔

فی الواقع اُن غربا کے تذکرے سنہرے حروف میں لکھے جانے کے قابل ہیں جنہوں نے جان پر کھیل کر مہمانداری کی اور کچھ پس و پیش نہ کیا۔

سیّد علی حامد شاہ صاحب سجادہ نشین سانڈی ضلع ہردوئی بروایت منشی صادق علی صاحب ساکن گوپامئو ضلع ہردوئی تحریر فرماتے ہیں:

حضورؒ انور کے ایک مرید کو جو نہایت غریب تھا اور جس کے یہاں حضور ٹھہرا کرتے تھے۔ حضور کی تشریف آوری کی اطلاع ملی وہ اس خبر سے بہت پریشان ہو گیا۔ کیونکہ اس وقت اس کے پاس تیس گز گاڑھے کے سوا اور کچھ نہ تھا اور حضورؒ انور کی مہمانداری کچھ آسان نہ تھی ایک انبوہِ کثیر ساتھ چلتا تھا۔ اور سینکڑوں شخص جا بجا سے ہمراہ ہو جاتے تھے۔

وہ اسی پریشانی میں تھا کہ اس کے ایک عزیز نے آ کر کہا: "کچھ روپیہ اور زیور رکھ لو چند ماہ کے بعد مجھے ضرورت ہو گی جب لے لوں گا۔"

چونکہ چند ماہ کے لیے انہوں نے مشروط کر دیا اس لیے اس غریب کو خیال پیدا ہوا کہ یہ غیبی امداد ہے کچھ دنوں بعد میں فکر و کوشش سے اتنا روپیہ جمع کر لوں گا۔ اس وقت اس روپیہ سے حضورؒ انور کی مہمانداری کرنی چاہیے۔

چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ جب حضورؒ انور رخصت ہونے لگے تو

ارشاد فرمایا:

" پرائے مال سے مہمان نوازی کرتے ہو"

اس نے عرض کیا "حضورؐ نے عطا فرمایا ہے گرمیں سب ادا کردوں گا"

حضور انورؐ نے فرمایا:

" ہاں ہاں قرار داد کے بموجب سب دیدینا"

چنانچہ حضور انورؐ کی ارشاد کی برکت سے بہت جلد اس غریب کے پاس روپیہ جمع ہو گیا اور اس نے امانت کی صورت میں کہ لیا اور طلب کرتے ہی دیدیا۔

اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ غربا میں کسقدر جذبات محبت اور کتنی حوصلہ مندی تھی کہ وہ اپنی بساط سے زیادہ حضور انورؐ پر مال قربان کرنے کا حوصلہ کرتے تھے۔

مال والوں کا مال خرچ زیادہ قابل تعریف نہیں ہے کیونکہ وہ بفضلہ استطاعت رکھتے ہیں اسی لیے اس قابل ہیں۔ان پر خدا کی طرف سے بھی حج وزکوٰۃ وقربانی وصدقہ فرض ہے مگر جس کے پاس کچھ نہیں ہے اس کی جاں نثاری اور قربانی دیکھنے کے قابل ہے۔ حقیقتہً یہی غلبۂ عشق ومحبت ہے ؎

رتبہ شہیدِ عشق کا گر جان جائیے

قربان جانے والے کے قربان جائیے

غربا کی یہ حالت تھی کہ وہ برتن اور سامان زندگی کی ضروری چیزوں کو بیچ ڈالتے تھے اور حضورؐ پرنور پر نثار کرتے تھے۔ حالانکہ حضور انورؐ یہ فعل پسند نہیں فرماتے تھے کہ کوئی شخص زیر بار ہو اور وہ اپنی مقدرت سے زیادہ خرچ اخراجات کرے، مگر متوسط الحال لوگ بھی قرض لیتے، زیور رہن رکھتے تھے اور آپؐ پر زر و مال قربان کیے بغیر باز نہیں آتے

تھے۔

چنانچہ شیخ حسین علی صاحب نواب وارثی متوطن سادہ مئو ناقل ہیں کہ حضورِ پرنور نے مجھ سے بارہا اظہار ناراضی فرمایا:

"تم قرض نہ لیا کرو، جو گھر میں موجود ہو وہ مہمانوں کے سامنے پیش کر دیا کرو۔"

مگر اپنے جوش و خروش میں ہر شخص محو تھا اور یہی خیال کرتا تھا کہ ہم کہاں سے خزانے لائیں جو حضورِ انور پر نثار کر دیں۔

جو لوگ حضورِ انور کی دعوتیں کرتے وہ خیر و برکت کا بے انتہا ظہور دیکھتے تھے۔ حضورِ انور جہاں تشریف لے جاتے راستہ میں اِدھر اُدھر سے زائرین کی بھیڑ لگ جاتی تھی راہ چلنا دشوار ہو جاتا تھا۔

حضورِ انور جس کے یہاں دعوت تناول فرماتے اس کے یہاں کے کھانے میں بے انتہا برکت ہوتی تھی یہ ایک عام بات تھی اور ہر جگہ ایسا ہوتا تھا کہ جتنے آدمیوں کے کھانے کا انتظام ہے ان سے کہیں زیادہ مہمان موجود ہیں۔

مولوی علی احمد خاں صاحب وکیل آگرہ لکھتے ہیں:

۱۳ اپریل ۱۸۹۶ء کو حضورِ پرنور ایسے وقت میں آگرہ تشریف لائے کہ آفتاب غروب ہو چکا تھا اور کچھ رات بھی گئی تھی پہلے سے تشریف آوری کی اطلاع نہ تھی۔ حضور کا خاصا تو بہت آسانی سے تیار ہو گیا مگر زائرین کی کثرت ہو گئی جو کھانے کے وقت بھی دو ڈھائی سو آدمیوں سے کم کا مجمع نہ ہوگا۔

اس وقت جلدی میں یہ خیال آیا کہ جس قدر کھانا مسلمان باورچیوں کی دکانوں پر مل جائے وہ خرید لیا جائے۔

چنانچہ ناوقت ہونے کے سبب کھانا بھی قلیل دستیاب ہو سکا۔ جو کھانا خریدا گیا وہ کسی طرح سب زائرین کے لیے کافی نہ تھا۔ مگر مجبوری سے

اسی کھانے کو کھلانا شروع کیا۔ تو سب کو کافی ہو گیا۔

اس واقعہ پر بہت تعجب تھا مگر اس لحاظ سے کچھ تعجب بھی نہیں ہے کہ مجھ سے میرے عزیز حکیم امجد علی خان صاحب فیروز آبادی اور ان کی ہمشیرہ صاحب نے بیان کیا کہ جب کبھی حضور پر نور فیروز آباد تشریف لائے تو کبھی دس سیر اور بیس سیر سے زیادہ جنس کا کھانا تیار نہیں ہوا۔ اور حضورؒ کے سب ہمراہیوں نے شکم سیر ہو کر کھا لیا۔ خواہ وہ کسی تعداد میں ہوں مگر کھانا کم نہیں پڑا۔ حالانکہ حضور انور کے ہمراہ کثیر مجمع ـــــ ہوتا تھا۔

منشی عبدالغنی خان صاحب وارثی ناقل ہیں کہ جب حضورؒ پر نور میری استدعا سے میرے پور وہ میں تشریف لائے تو میں راستہ وغیرہ میں سب مہمانوں کے لیے کھانے کا انتظام کرتا تھا۔

ایک مرتبہ میرے ایک عزیز جو بڑے رئیس اور دولت مند شخص تھے انہوں نے مجھ سے اصرار کیا کہ جب حضورؒ تمہارے یہاں تشریف لے جائیں تو راہ میں میرا موضع ہے یہاں ضرور ایک روز قیام کریں۔ سب مہمانوں کے لیے بہت اچھی طرح کھانے وغیرہ کا انتظام رہے گا۔

انہوں نے اتنا اصرار کیا کہ میں مجبور ہو گیا۔ اس لیے جب میرے پور وہ میں تشریف لے جانے لگے تو میں نے ان کو اطلاع دیدی اور بالکل بے فکر ہو گیا۔ مگر احتیاطاً چار سیر آٹا چار سیر چاول اور اسی مناسبت سے دال گھی گوشت وغیرہ اپنے ہمراہ لے لیا۔

جب حضور انور رائے بریلی تشریف لائے تو یہاں سے تقریباً تین سو آدمی حضور پر نور کے ہمراہ ہو گئے۔ جب اس موضع کے قریب پہنچے تو مولوی ابراہیم حسین صاحب وکیل سے حضورؒ انور نے فرمایا:

”جاکے دیکھو تم لوگوں کے ٹھہرنے کا بھی کہیں انتظام ہے“

منشی عبدالغنی صاحب قبلہ وارثی کا بیان ہے کہ مجھکو تو کامل یقین تھا کہ وہاں سب انتظام درست ہو گا مگر بہ تعمیلِ ارشادِ عالی میں بھی گیا تو عجیب

ماجرا دیکھا کہ نہ تعلقہ دار صاحب ہیں نہ ان کا کوئی سپاہی یا چوکیدار ہے۔ نہ خدمت گار ہے، کوٹھی میں بھی قفل پڑے ہوئے ہیں۔ یہ دیکھ کر مجھے جو ندامت و پریشانی تھی وہ حد بیان سے باہر ہے۔

میں دل ہی دل میں کہتا تھا کہ" اسقدر جلدی کہاں سے ڈیرے خیمے آئیں جو ہمراہیوں کی آسائش کا انتظام ہو" کیونکہ حضور انور کو وابستگان دامن دولت کا بہت خیال ہے۔

اس وقت جب کوئی ٹھکانا نظر نہ آیا تو میں کورٹس آف وارڈس کے دفتر میں گیا۔ اور مکان خالی کرایا۔ حضور انور خود بخود وہاں تشریف لے آئے اور استراحت فرمانے لگے۔

میں نے وہ جنس جس کا مجموعی وزن دس سیر سے زیادہ نہ تھا اپنے ملازموں کو دی اور تاکید کی کہ" جلدی کھانا تیار کریں"۔

مجھے عجلت تھی کہ میں کسی طرح حضور پرنور کے سامنے دسترخوان پیش کردوں۔

جیسے ہی کھانا تیار ہوا میں نے حضور پرنور کے روبرو پیش کیا۔ حضور انور نے حسب معمول اسی قلیل مقدار میں جو نہ ہونے کے برابر ہوتی تھی تناول فرمایا۔ اس کے بعد میں نے بیس آدمیوں کو بٹھایا تو انہوں نے بھی کھا لیا اور کھانے میں کوئی کمی نہ معلوم ہوئی۔ چنانچہ دو مرتبہ اور بیس بیس آدمیوں کو بٹھایا گیا پھر بھی کھانا کم نہ ہوا۔

جب ساٹھ آدمی کھا چکے تو میں سمجھا کہ اب مہمانوں کی میزبانی خود حضور ہی فرمارہے ہیں۔

میں نے بیس پیالوں میں سالن اور دال نکلوا کر رکھدی اور تقریباً دوسو آدمیوں کو ایک دم سے بٹھا دیا۔ اس پر بھی کھانے میں کوئی کمی نہیں معلوم ہوئی پھر اسی قدر اور آدمیوں نے بھی وہ کھانا کھایا اور بدستور بچ رہا۔

تین سو آدمی سے تو کم حضور انور کے ہمراہ نہ تھے اور سو سوا سو کے قریب

اسی موضع سے آ گئے تھے ۔
کہاں دس سیر جنس اور کہاں چار سو سوا چار سو مہمان اور سب آسودہ حال، ان سب کے کھانے سے فارغ ہونے کے بعد بھی کھانے کی وہی مقدار تھی جو بچ رہی اور وہ رات کو صرف ہوا ۔
یہ واقعہ ایسا حیرت انگیز تھا کہ ہر شخص کی عقل کچھ کام نہیں کرتی تھی کہ کیا ماجرا ہے ۔
شیخ حسین علی صاحب نواب وارثی زمیندار سادہ متو لکھتے ہیں کہ حضورِ پر نور میرے یہاں تشریف لائے تو میں نے سو آدمیوں کے کھانے کا انتظام کیا تھا۔ مگر آپؒ کے ہمراہ زائرین کا کثیر مجمع تھا تقریباً چار سو آدمی ہونگے آپؒ نے فرمایا :
" حسین علی مجمع بہت ہے ۔"
میں نے عرض کیا :
" حضور کوئی حرج نہیں ہے ۔"
تھوڑی دیر میں حضورِ پر نور نے ایک قصّہ پیر اور مرید کا بیان فرمایا :
" مُرید بہت پریشان حال تھا اس کے یہاں آدمی زیادہ آ گئے مرید نے پیر کے قدموں میں سر رکھدیا کہ آبرو آپؒ کے ہاتھ ہے ۔ پیر نے کہا : " تم ہماری چادر روٹیوں پر ڈال دو اور بسم اللہ کہہ کر دیتے رہو، اس نے یہی کیا اور سب نے کھا لیا ۔"
میں اس ارشاد عالی کا مطلب سمجھ گیا اور ملبوسِ مبارک کو کھانے پر ڈال دیا۔ سب نے بفضلہ خوب آسودہ ہو کر کھایا ۔
مجھے یہ بارہا تجربہ ہوا ہے کہ حضورؒ انور جب مہمان ہوئے تو کھانے میں حیرت انگیز برکت ہوئی ۔
چوہدری خدا بخش صاحب وارثی متوطن آگرہ مقیم اٹاوہ بیان کرتے ہیں کہ میری لڑکی کی شادی تھی۔ جہاں سے برات آئی وہ بہت دولت مند

گھر تھا۔ مجھے خیال تھا کہ برات میں بہت آدمی آئیں گے اور شادی بیاہ کا معاملہ ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی بدنامی کا سبب ہو جائے۔ اس لیے میں حضورؒ کی خدمتِ عالی میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

"میری لڑکی کی شادی ہے اور بڑی جگہ سے برات آئے گی۔"

آپؒ نے فرمایا:

"کوئی بات نہیں ہے۔"

میں چلا آیا اور اندازہ لگا کر کھانے وغیرہ کا انتظام کیا۔ فرینی کی تشتری اور دوسرے برتن خاص تعداد میں تھے۔ جب برات آئی تو امید سے کہیں زیادہ مجمع تھا۔ میں نے حضورِ انور کا ملبوس مبارک کھانے پر ڈال دیا اور کھلانا شروع کیا۔ تعجب پر تعجب تھا کہ فرینی کی تشتریاں جو فی کس ایک کے حساب سے تھیں اور سب چیزیں اس مقدار میں تھیں جو بچکر خراب نہ ہوں ان میں اسقدر برکت ہوئی کہ ایک ایک شخص نے چار چار مرتبہ فرینی کی تشتریاں اور اس طرح دوسری چیزیں طلب کیں اور سب کو دی گئیں مگر وہ بھی کم نہ ہوئیں اور سب کھانے تقسیم کیے گئے۔

مجھی کو نہیں سب منتظمین اور برات والوں کو حیرت تھی۔ حضورِ انور کے ارشادِ عالی کا یہ نتیجہ تھا۔

شفائے امراض

حضورِ پرنور کی ذات محمود الصفات سے دینی و دنیوی دونوں قسم کی برکات کا ظہور ہوتا تھا جس طرح حضورِ انور امراضِ روحانی کے طبیبِ حاذق تھے اسی طرح امراضِ جسمانی بھی آپؒ کے ایک اشارے سے زائل ہوتے تھے۔

یہ عجیب لطف ہے کہ آپؒ نہ کوئی دوا بتاتے نہ دعا فرماتے نہ سلبِ مرض کا کوئی عمل کرتے کیونکہ عمل تعویذ گنڈہ وغیرہ کی آپؒ کے سلسلۂ عالیہ میں سخت ممانعت ہے۔ مگر ایک اشارہ میں مریضوں کو صحت ہو جاتی تھی۔

حقیقتہ حضور انور کی زبان فیض ترجمان ہی میں تاثیر مسیحائی مخفی تھی جو ظاہر و باطن طور پر ظہور ہوتا تھا۔ یہی نہیں کہ جو مریض روبرو حاضر ہوا اسی کو شفا حاصل ہو جائے۔ بلکہ حاضر و غائب جنکو حضورؒ سے تعلق ہوتا تھا ان کی دستگیری فرماتے تھے۔

چنانچہ مولینا تحریر وارثی عین الیقین میں لکھتے ہیں کہ مولوی قاسم علی صاحب رئیس فتحپور کو یہ خطرہ پیدا ہو گیا کہ حضورؒ پر نور نماز نہیں پڑھتے۔

ایک مرتبہ بلرام پور میں مولوی صاحب موصوف سخت علیل ہو گئے اسی زمانۂ علالت میں جبکہ ان پر غفلت طاری تھی انہوں نے دیکھا کہ حضور انور سامنے کھڑے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"مولوی مولوی اب کیوں سیر و تماشا نہیں کرتے مرض تو کچھ بھی نہیں ہے"

یہ ارشاد سنکر مولوی صاحب چونک پڑے تو واقعی کچھ مرض نہ تھا۔ وہ نہایت عقیدت و محبت سے حضورؒ انور کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر شرف بیعت سے شرفیاب ہوئے۔

اسی طرح کا ایک دوسرا واقعہ بھی مؤلف عین الیقین نے لکھا ہے کہ ایک شخص راولپنڈی میں سخت علیل تھا۔ اس کے علاج سے طبیب ڈاکٹر سب عاجز ہو گئے۔

وہ ایک شب کو روتے روتے سو گیا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہے کہ کہ ایک احرام پوش بزرگ تشریف لائے اور فرمایا:

"کیوں گھبراتا ہے۔ تو اچھا ہو گیا۔ ہاتھ لا کہ تیری بیعت لی جائے"

ابھی درمیان ہی میں اس کی آنکھ کھل گئی تو اس نے اپنے آپ کو صحیح و تندرست پایا۔ صرف ضعف کی شکایت تھی وہ بھی جاتی رہی۔

وہ راولپنڈی سے پتہ لگا کر دیوہ شریف آیا تو جیسے ہی اس کی نظر حضورؒ انور پر پڑی ہوا س باختہ ہو گیا اور عرض کرنے لگا ؎

مدتے بود کہ مشتاق لقایت بودم

حضورِ انور نے فرمایا:

"ہم تمہارے ساتھ ہیں محبت ہے تو کچھ دُور نہیں جاؤ اور کچھ غم نہ کرو"

ان واقعات سے ظاہر ہے کہ جس طرح حضور پر نور لوگوں سے عالتِ خواب میں بیعت لیتے تھے اور اس کو اسی بیعت کی طرح جائز رکھتے تھے جو حالتِ بیداری میں ہوئی ہو۔ اسی طرح لوگوں کو دوسرے فوائد بھی عالمِ رویا میں حاصل ہوتے اور بیداری میں ان کی اصلیت پائی جاتی تھی جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضورِ انور ظاہری و باطنی طور پر یکساں فیض رسانی فرماتے تھے ؎:

عین غفلت مری بیداری ہے اللہ اللہ

عین الیقین میں ہے کہ چندر گڑھ میں حضورِ انور مقیم تھے ایک خاکروب حاضر ہوا جس کو جذام کا عارضہ تھا۔

وہ غایت ارادت کی وجہ سے دُور بیٹھا ہوا چلا چلا کر روتا تھا اور کہتا تھا:

"میاں اب میرا ہاتھ کون پکڑے گا، سب کے مولا تو آپ ٹھہرے"

دو دن تک وہ اسی طرح حاضر ہوا۔

جب حضورِ انور نے اسکا اشتیاقِ بیعت حد سے متجاوز دیکھا تو ارشاد فرمایا:

"میں تجھکو آنکھوں سے مرید کرتا ہوں۔ مجھے اچھی طرح دیکھ لے"

اس کا دیکھنا تھا کہ اسی وقت اس کو مرض جذام سے صحت ہو گئی۔ اور عالمِ ذوق و شوق میں اس کی کیفیت دید کے قابل تھی۔

چوہدری راحت حسین صاحب تعلقہ دار رامدانہ ضلع سیتاپور کا واقعہ ہے:

وہ ایک مرتبہ کھانسی اور بخار میں مبتلا ہو گئے اس مرض نے یہانتک ترقی کی کہ کسی نے دق اور کسی نے سل تجویز کی، کمزوری یہاں تک بڑھی کہ

چلنا پھرنا دشوار ہو گیا، غذا کی خواہش بالکل نہیں ہوتی تھی، بےچینی سے راتوں کی نیند اُڑ گئی تھی۔

اسی زمانہ میں حضورِ پرنور موضع راماد نہ کو تشریف لے گئے اور چوہدری صاحب موصوف کی کوٹھی میں قیام فرمایا۔

چوہدری راحت حسین صاحب کا بیان ہے کہ شدّتِ مرض سے میں حضورِ انور کی خدمتِ عالی میں حاضر نہ ہو سکا۔

جس روز حضورِ پرنور رخصت ہونے لگے تو مجھکو نور محمد شاہ خادم کے ذریعے سے طلب فرمایا میں بمشکل تمام حاضر ہوا اور دست بوسی اور قدمبوسی کے بعد بیٹھ گیا۔

آپؒ نے مجھکو ملاحظہ فرما کر نور محمد شاہ صاحب سے فرمایا:

"راحت حسین بہت دبلے ہو گئے ہیں"۔

انہوں نے عرض کیا "حضور یہ بہت عرصہ سے علیل ہیں"۔

یہ سنکر آپؒ نے فرمایا:

"تم کو کیا معلوم یہ تو بہت اچھے ہیں صرف دبلے ضرور ہو گئے"۔ مکرر سہ کرّر یہی ارشاد فرمایا:

"یہ تو بہت اچھے ہیں لاغری بھی جاتی رہے گی"۔

یہ فرماتے ہی حضورِ انور اٹھ کھڑے ہوئے، ارشاد فرمایا:

"آؤ راحت حسین ہم تم مل تو لیں"۔

چوہدری راحت حسین صاحب کا بیان ہے کہ اس ارشاد سے میں نے سمجھا کہ حضورِ پرنور جو کچھ ارشاد فرماتے ہیں شفقت و عنایت ہے۔ اب میرا وقت قریب ہے اس لیے میں قدموں کی طرف جھکنے لگا۔

فرمایا:

"آؤ مل لو"۔

یہ فرما کر حضورِ انور نے آغوشِ مبارک میں لے لیا۔

اس کے بعد حضورؒ پر نور نے نشست فرمائی اور پھر نور محمد شاہ سے فرمایا:

"راحت حسین تو بالکل اچھے ہیں، انہیں کوئی مرض نہیں ہے"

انہوں نے عرض کیا:

"حضور بجا ہے!"

حضورؒ انور نے اسی طرح تین مرتبہ معانقہ فرمایا اور رخصت کر دیا چوہدری راحت حسین صاحب خود تحریر فرماتے ہیں:

"میں نے اپنی حالت کی طرف خیال کیا تو خدا علیم ہے کہ سوائے لاغری کے کوئی مرض کی شکایت باقی نہ تھی۔ اس وقت میں نے عرض کیا:

"میں حضورؒ کو پہنچانے کے لیے اسٹیشن تک چلوں گا"

حضورؒ نے فرمایا:

"تم ابھی بہت دبلے ہو، ابھی بیماری سے اچھے ہوئے ہو"

میں نے عرض کیا:

"میں نواب حضورؒ کے کرم سے بالکل اچھا ہوں"

فرمایا:

"بہتر ہے"

چنانچہ میں بے تکلف گھوڑے پر سوار ہوا اور حضورؒ انور کو پہنچانے کے لیے اسٹیشن تک گیا۔ اس وقت کی کیا کیفیت بیان کروں طبیعت تھی کہ شگفتہ ہو رہی تھی۔ دل تھا کہ فرطِ انبساط سے باغ باغ ہو رہا تھا۔

آہ حضورؒ انور کی شفقتیں یاد آتی ہیں تو کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ کیا نوازش و کرم کیا فیض و برکت کی سرکار تھی۔

منشی عبد الغنی خان صاحب وارثی رئیس پوہ عنی خان ضلع رائے بریلی لکھتے ہیں کہ میں ہر سال حضورؒ پر نور کے والد ماجد رضی اللہ عنہ کے عرس شریف میں حاضر ہوتا تھا۔ ایک سال میں بیمار ہو گیا اور میں نے ایک عریضہ کے ذریعے

اپنی مجبوری کا حال لکھ کر حضورؒ انور کی خدمتِ عالی میں ارسال کیا۔ تو آپؒ نے میرے ملازم کو ایک تسبیح سفید جو شیر ماہی کی تھی ایک کٹورے میں رکھ کر مرحمت فرمائی اور ارشاد فرمایا:

"اس تسبیح کو پانی میں ڈال دیں اور پانی پی لیں"

جیسے ہی میں نے تعمیلِ ارشاد کی سب شکایتیں رفع ہوگئیں اور میں اچھا ہوگیا۔

وہ تسبیح کئی سال تک میرے پاس رہی۔ میں جس تپ ولرزہ کے مریض کو اس تسبیح کا پانی پلاتا تھا اس کو فوراً صحت ہو جاتی تھی۔

ایک مرتبہ میرے زمانۂ قیام لکھنؤ میں وہ تسبیح کسی صاحب کے ہتھے چڑھ گئی جس کا مجھے بے حد افسوس ہوا۔

ٹھاکر پنچم سنگھ صاحب رئیس ملاؤلی ضلع مین پوری کا واقعہ ہے ——— ——— کہ ان کا خون خراب ہوگیا تھا۔ ان کا قصد تھا کہ موقع پا کر حضورؒ انور کی خدمتِ عالی میں عرض کیا جائے۔

ایک مرتبہ حضورؒ کی خدمتِ عالی میں وہ حاضر ہوئے تو حضور پُر نور نے حاضرین میں سے ایک شخص کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا:

"کہ جس کی عمر پچاس سال سے زیادہ ہو جاتی ہے اس کو یہ عارضہ نہیں ہوتا"

ٹھاکر صاحب موصوف خود بیان فرماتے ہیں کہ دوسرے ہی روز سے مجھے یہ شکایت محسوس نہیں ہوئی اور میں بالکل صحیح و تندرست ہوگیا"

قاضی رحمت علی صاحب اکبر آبادی لکھتے ہیں کہ میرے بھائی محمد بخش نہایت بدمزاج واقع ہوئے تھے اس لیے کسی دشمن نے ان کو دھوکہ دیکر پارہ کھلا دیا۔ پارہ نے ان کے تمام بدن کو چھلنی کر دیا اور انگلیاں وغیرہ بھی گلنی شروع ہوگئیں۔ تمام جسم سے بدبو آنے لگی۔ حتیٰ کہ عفونت کے باعث ان کے پاس کھڑا ہونا دشوار تھا۔

حسنِ اتفاق سے حضورِ پرنور تشریف لائے۔ میرے بھائی شرم کی وجہ سے حضورِ انور کی خدمتِ عالی میں حاضر نہ ہوتے تھے۔ بمشکل تمام حضورِ انور کی خدمتِ عالی میں لائے گئے۔

آپ نے ان کی پشت پر دستِ مبارک رکھ کر صرف اتنا ارشاد فرمایا :

"یقین رکھنا۔"

اور یہ فرما کر رخصت ہو گئے۔ مرض فوراً جاتا رہا اور وہ اپنی اصلی حالت پر آ گئے۔

سب کو حیرت تھی کہ دو لفظوں سے حضورِ انور نے ان کا ایسا فوری علاج فرمایا۔

قاضی رحمت علی صاحب اکبرآبادی ناقل ہیں کہ آگرہ میں ایک لڑکا شدتِ مرض سے نہایت بے چین اور بدحواس تھا۔ اس کو حبسِ بول ہو گیا تھا پتھری پڑ گئی تھی۔ اس لڑکے کو اس تکلیف سے کسی پہلو قرار نہیں ملتا تھا۔ اس کے اعزہ نے حضورِ انور کی خدمتِ عالی میں اس لڑکے کو پیش کیا اور عرضِ حال کیا۔

حضورِ انور نے فرمایا :

"کل صبح کو یکایک اس کی پتھری نکل جائے گی۔"

چنانچہ دوسرے دن ایسا ہی ہوا جیسا کہ حضورِ انور نے ارشاد فرمایا تھا۔ وہ لڑکا خوشی خوشی دوڑتا ہوا حضورِ پرنور کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر قدمبوس ہوا۔

لوگوں کو دفعتہً اس کے صحیح ہو جانے پر حیرت تھی۔

مولوی احمد حسین صاحب متوطن رہرہ متوٗ ضلع بارہ بنکی ناقل ہیں کہ مولینا مولوی عبدالحیٔ صاحب وارثی جگوری جو کہ زمانہ نہایت مقدس اور ابرار لوگوں میں گذرے ہیں، اور اعلیٰ درجہ کے سالک تھے ان کا واقعہ ہے کہ ان کے تمام جسم میں مواد پڑ گیا تھا۔ ہاتھوں اور پشت پر اور منہ پر تمام ورم ہی ورم تھا۔ اسی حالت میں وہ حضورِ انور کی خدمتِ عالی میں حاضر ہوئے تو حضورِ پرنور

نے نور محمد شاہ خادم سے فرمایا کہ :

"ان کو ناشتہ دیدو۔"

چنانچہ نور محمد شاہ نے گوغنی روٹیاں اور گھیتوں کا بھرتہ دیا۔

مولینا نے اپنے مرض کی وجہ سے اس ناشتے کے کھانے سے عذر کیا تو حضورِ انور نے فرمایا :

"بیماری وغیرہ تو چلی ہی جاتی ہے کھالو۔"

یہ ارشاد سنتے ہی مولینا نے خوب شکم سیر ہو کر کھایا۔

یہ کھانا ان کے حق میں داروئے شفا ہو گیا کہ اس مرض سے کلی صحت ہو گئی۔

شفائے امراض کے بعض واقعات ایسے بھی معلوم ہوئے کہ مریض حضورؒ کی بارگاہِ عالی کا قصد کر کے گھر سے چلے تو حضورِ انور کی خدمتِ عالی میں پہنچنے سے پہلے راستہ ہی میں ان کو شفا ہو گئی۔

چنانچہ ٹھاکر پنجم سنگھ صاحب وارثی رئیس ملاوں ضلع ہردوئی فرماتے ہیں کہ :

ایک مرتبہ میں دیوہ شریف جا رہا تھا جس درجہ میں تھا اسی میں نواب اسرار حسن خان صاحب نصیر المہام بھوپال اور منشی بالمکند صاحب ڈپٹی کلکٹر (رئیس آگرہ محلہ نئی بستی) بھی تھے۔ ان کی لڑکی کو آسیب کا خلش تھا جس کی وجہ سے وہ بہت پریشان تھا۔ ان سے نواب اسرار حسین خانصاحب نے میری نسبت کہدیا کہ ان کے ذریعے سے آپ کا کام ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ڈپٹی صاحب نے مجھ سے کہا اور صرف کہا ہی نہیں بلکہ مجھ سے بے حد مصر ہوئے۔

میں نے کہا :

"آپ دیوہ شریف میں حضورِ پرنور کی خدمتِ عالی میں اس کو لائیں انشاءاللہ آپ کا کام ہو جائے گا۔

چنانچہ وہ لڑکی معہ اپنے اعزہ کے دیوہ شریف میں حاضر ہوئی۔ جیسے ہی وہ لوگ میرے مکان پر پہنچے فوراً ایک آدمی دوڑا ہوا آیا اور مجھ سے کہا کہ جلدی چلو حضورؒ نے یاد فرمایا ہے۔

میں جیسے ہی حاضر ہوا تو ہمراہی اس لڑکی کو بھی لیکر حضورؒ کی خدمتِ عالی میں پہنچ گئے۔ حضورؒ انور نے اس کی طرف دیکھا اور پھر میری طرف نظر فرمائی اور تبسم فرمایا۔

اس لڑکی کے ہمراہیوں نے عرض کیا کہ یہ تو اچھی ہے اور لکھنؤ سے روانہ ہوتے ہی بالکل صحیح ہوگئی۔

حضورؒ پر نور نے بھی فرمایا:

"یہ تو اچھی ہے۔"

وہ لوگ شکر گذاری و قدمبوسی کے بعد رخصت ہو گئے۔

یہ غائبانہ تصرف تھا۔ جسپر ہمراہیوں کو بھی تعجب تھا۔

حضورؒ انور زبانِ مبارک سے جو الفاظ ارشاد فرماتے وہ حقیقتہً ہر مرض کا حکمی اور فوری علاج ہوتا تھا۔

مولوی سید شرف الدین صاحب قبلہ وارثی مدظلہ العالی (ممبر ایگزیکٹو کونسل بہار) تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھکو حضورؒ پر نور کے ہمراہ گورکھپور جانے کا اتفاق ہوا۔ میں پٹنہ سے حضورؒ انور کے ساتھ تھا۔ میں نے حضورؒ پر نور کی خدمتِ عالی میں عرض کیا:

"مقام سیوان تک گورنمنٹ بنگال ہے وہاں تک کا میں جواب دہ ہوں اس کے بعد گورنمنٹ ممالک متحدہ شروع ہوتی ہے۔ جہاں نہ میرے دوست ہیں نہ ملاقاتی۔ اگر حضورؒ انور کو کوئی تکلیف ہو تو میں اس کا جواب دہ نہیں ہوں۔"

حضورؒ انور نے فرمایا:

"وہاں سے تم میرے مہمان ہو۔"

ریل صبح کو گورکھپور پہنچی۔ وہاں ایک ازدہام تھا۔ حضورؒ پر نور کے ہمراہیوں

کے لیے سواریاں اور ہاتھی موجود تھے۔ مجھے معلوم ہو چکا تھا کہ مولوی صفدر حسین صاحب وارثی (رئیس وپنشنر، سب جج گورکھپور) جو ایک با مذاق جواد اور صاحبِ دل بزرگ ہیں انہیں کے مکان میں حضور پُر نور قیام فرمائیں گے اُنکے بڑے بھائی صاحب کا نام حاجی حیدر حسین صاحب تھا جو نہایت ہی زاہدِ خشک تھے۔

مجھے مولوی صفدر حسین صاحب سے ملاقات کا اشتیاق تھا حضورؒ مجھے اپنا مہمان فرما چکے تھے اس لیے جو اچھی گاڑی تھی اسی پر مجھے بیٹھنے کی ہدایت فرمائی اس میں اور بھی کچھ لوگ تھے۔ میں نے خیال کیا کہ انھیں میں سے ایک مولوی صفدر حسین صاحب بھی ضرور ہوں گے۔

میں نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ بہت سخت علیل ہیں اور بستر سے اُٹھ نہیں سکتے۔ ان کو نقرس کا مرض ہے یہ سُن کر مجھے خیال ہوا کہ اب تو حاجی حیدر حسین صاحب سے سابقہ ہے اور وہ زاہدِ خشک ہیں۔

چونکہ میں جوڑی پر روانہ ہوا تھا اس لیے پہلے پہنچا۔ مولوی صفدر حسین صاحب کا مکان بہت بڑا اور دو منزلہ ہے۔ تھوڑی دیر میں حضورِ انور کی پالکی آئی حضورِ انور اتر کر کوٹھے پر تشریف لے گئے اور بستر پر استراحت فرمایا۔

کچھ عرصہ کے بعد مولوی صفدر حسین صاحب ایک بارہ دری پر سوار ہو کر آئے۔ لوگوں نے ہاتھوں ہاتھ انہیں اوپر پہنچایا۔ جیسا مجھے اُن سے ملنے کا اشتیاق تھا ویسے ہی وہ بھی میرے مشتاق تھے۔ اس وقت ان کی یہ حالت تھی کہ پاؤں سوجے ہوئے تھے جن میں وہ جوتے بھی نہیں پہن سکتے تھے اور کپڑا لپٹا ہوا تھا۔ وہ میرا ہاتھ تھام کر رونے اور کہنے لگے:

"مجھ سے بڑی غلطی ہوئی کہ میں اسٹیشن پر نہ گیا۔ بیش ازیں نیست کہ میں مرجاتا۔ بلا سے میاں کا صدقہ ہو جاتا۔ میاں بہت نازک مزاج ہیں دس برس کے بعد آئے ہیں ایسا نہ ہو خفا ہو کر اُٹھ کھڑے ہوں"۔

آخر کار ان کو اسی طرح پکڑے ہوئے حضورؒ میں حاضر کیا گیا"

میں نے عرض کیا کہ:

"حضورؐ یہ بہت علیل ہیں، اسٹیشن نہ جا سکے۔ ان کی تقصیر معاف فرمائی جائے۔"

حضورؐ انور نے مولوی صفدر حسین صاحب کے ٹخنوں پر دو تین مرتبہ ہاتھ لگا کر ارشاد فرمایا:

"صفدر حسین تم اچھے ہو۔"

اس کے بعد لوگ ان کو اٹھا کر واپس لے گئے۔ میں جائے قیام پر چلا آیا اور صبح کی نہاری میں مشغول ہو گیا کہ مولوی صفدر حسین صاحب پائتابہ اور انگریزی جوتے پہنے ہوئے اچھلتے کودتے آئے اور میرے گلے سے لپٹ گئے پھر کیا پوچھنا تھا تمام شب وہ لطف رہا کہ یادگار زمانہ تھا۔ حضورؐ انور نے مولوی صفدر حسین صاحب سے فرمایا:

"تم اور شرف الدین بھائی ہو۔"

سید معروف شاہ صاحب وارثی ناقل ہیں کہ میرے خواہرزاد سید محمد اسماعیل کا واقعہ ہے کہ جو بھوپال میں ملازم تھے۔

انکی ڈاڑھ میں نہایت شدت کا درد ہوا ڈاکٹروں کی رائے ہوئی کہ اگر ڈاڑھ اکھاڑ لی جائے تو آرام ہو سکتا ہے۔

ڈاڑھ کے اکھاڑنے سے تکلیف اور بڑھ گئی اور تمام منہ پک گیا گلے میں ناسور پڑ گئے۔ دوا وغیرہ جو پلائی جاتی تھی وہ ان ناسوروں کی راہ سے ٹپکنے لگتی تھی۔

ایک مرتبہ حضورؐ انور ان کے مکان میں تشریف لے گئے تو مستورات نے گھیر لیا اور ان کی صحت کے لیے عرض کرنے لگیں۔

حضورؐ انور نے متبسم ہو کر فرمایا:

"اگر بیس من کا پتھر بھی ان پر دے مارو تو بھی نہیں مریں گے۔"

اس ارشاد سے سب کو تسکین ہو گئی کہ اس مرض سے ضرور صحت ہو گی۔

مگر ان کی حالت خراب ہوتی گئی حتیٰ کہ ایک روز سب کو یقین ہو گیا کہ اب ان میں بالکل دم نہیں رہا اور انتقال ہو گیا سید محمد اسمعیل کے والد کو سخت صدمہ ہوا اور وہ اپنے جوشِ اضطراب کو ضبط نہ کر کے زمین پر لوٹنے لگے مگر عجیب بات تھی کہ سید محمد اسماعیل شاہ کی والدہ کو کوئی پریشانی نہیں تھی اور وہ بار بار یہی کہتی تھیں:

"حضورؐ انور جھوٹ نہیں بولتے یہ ہرگز نہیں مرا۔"

جب مستورات نے انہیں یقین دلایا تو وہ ڈولی میں بیٹھ حضور پرنور کی خدمت عالی میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا:

"اسماعیل کا انتقال ہو گیا ہے۔"

حضورؐ نے معاً فرمایا:

"غلط ہے۔"

وہ اس قدر سنتے ہی الٹے پیروں پلٹیں تو مکان پر آ کر دیکھا کہ مستورات نے ناک میں اور کانوں میں روئی بھی لگا دی ہے۔

تھوڑی دیر میں مریض نے خود آہستہ آہستہ ناک اور کان سے روئی نکالی اور اپنی ناتواں آواز سے اپنی والدہ کو بلایا وہ آئیں تو ان سے پانی مانگا۔

یہ حالت دیکھ کر گھر والوں کی جان میں جان آئی۔ ہر طرف مسرت و شادمانی چھا گئی۔

سید معروف شاہ صاحب جب حضورؐ انور کی خدمتِ عالی میں حاضر ہوئے تو حضور پرنور نے فرمایا:

"اسماعیل کا حال اچھا ہے۔"

انہوں نے عرض کیا کہ "جی ہاں، گلے میں ناسور ہیں ان کی وجہ سے دوا وغیرہ نکل جاتی ہے۔"

آپؐ نے فرمایا:

"خرگوش کی چربی لگا دو اچھے ہو جائیں گے۔"

چنانچہ تعمیل ارشاد کی گئی، تو چند ہی روز میں ان کو شفاءِ کامل ہو گئی۔ اور وہ غسلِ صحت کے بعد اپنی ملازمت پر بھوپال چلے گئے۔

حضورِ انور کے ارشادِ فیض بنیاد کی تاثیرات سے جو فوائد مرتب ہوتے تھے اور جن برکات کا ظہور ہوتا تھا ان سے حیرت ہوتی تھی کہ نہ دُعا ہے نہ دوا ہے، نہ تعویز ہے نہ گنڈا ہے نہ سلبِ مرض کا کوئی عمل ہے مگر شفا ہے کہ زبانِ مبارک کے دو لفظوں سے حاصل ہو جاتی ہے۔

احیاءِ موتیٰ

حضورِ انور کی مقدس اور پاک زندگی کو اکثر لوگوں نے جناب مسیح علیہ السلام سے نسبت دی ہے۔ کہ خداوندِ عالم نے حضورِ انور کو بالکل اسی شان و عظمت سے ظاہر فرمایا۔

چنانچہ شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی (بیرسٹر ایٹ لاء) رئیس گدیہ ضلع بارہ بنکی تحریر فرماتے ہیں کہ:

"میں آپ کی زندگی کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قدم بقدم بالکل پاتا رہا ایک سچا اور خالص مسلم جو حضرت عیسیٰؑ کے رنگ پر پیدا کیا گیا ہو جو حضرت عیسیٰؑ کی زندگی کا عملی نقشہ دکھا سکے۔ وہی حلم و انکساری وہی قیود ظاہری کو اس لیے توڑنا کہ لوگ ظاہر پرست نہ بن جائیں۔

جس طرح حضرت عیسیٰؑ کے وقت میں یہودی بن گئے تھے۔ وہی روحانی بلندی وہی ذوق بے سر و سامانی، وہی نیک و بد سے ربط وغیرہ وغیرہ لوگوں نے آپ سے بھی ایک مُردہ کے زندہ کرنے کا واقعہ میرے ہی وطن کا منسوب کیا ہے۔ میں نے اپنی ایک انگریزی کی تصنیف مریکل آف محمد میں عرصہ ہوا اس کا اشارہ بھی کیا تھا۔

شاید اسی واقعہ کو جس کا شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی نے تذکرہ کیا ہے مولینا تحیر وارثی نے بھی عین الیقین میں لکھا ہے جو حسبِ ذیل ہے:

عین الیقین میں ہے کہ گدیہ ضلع بارہ بنکی میں ایک شخص کا لڑکا مر رہا تھا ناگہاں آپؒ اس کے مکان کی طرف سے جا رہے تھے۔ اُس نے لڑکے کو حضورِ انور کے قدموں میں ڈال دیا۔

آپؒ نے فرمایا:

"یہ زندہ ہے، یہ زندہ ہے، زندہ ہے۔"

اتنے میں وہ لڑکا رونے لگا۔ اس کے ماں باپ کو کمال مسرت ہوئی اور وہ حضورِ انور پر قربان ہونے لگے۔

اس قسم کے اکثر واقعات سُنے جاتے ہیں۔

چنانچہ سید علی حامد شاہ صاحب سجادہ نشین سانڈی ضلع ہردوئی نے راقم الحروف کو تحریر فرمایا کہ میں حضورِ انور کی سوانح عمری شریف میں درج ہونے کے لیے ایک واقعہ کی تحقیق کر رہا ہوں۔ اسطرف حضورِ انور کی توجہ عالی سے ایک مُردہ زندہ ہو گیا تھا۔

راقم کتاب ہذا نے موصوف کو شکر گزاری کے ساتھ یہ جواب لکھا:

"اس قسم کے واقعات کی تحقیق کرنے کی تکلیف نہ فرمائیے۔ اس لیے کہ اس ذات محمود الصفات سے ناممکن کا ممکن کر دکھانا کوئی بعید از قیاس بات نہ تھی۔"

کیونکہ حضورِ انور کے روحانی مدارج اس قدر ارفع و اعلیٰ ہیں کہ فہم و ادراک سے بالاتر ہیں۔

آپؒ کی ذات ستودہ صفات ایک کرشمۂ قدرت تھی۔ اکثر ایسے واقعات حضورِ انور کے فیوض و برکات سے ظہور میں آئے مگر خود حضورِ پُر نور نے کسی ایسے واقعہ کو احیاءِ موتیٰ سے تعبیر نہیں فرمایا۔ بلکہ فطرتاً ایسے الفاظ زبان مبارک سے ارشاد فرمائے جن سے کسی مرض سے شفا ہونے کی طرف خیال رجوع ہو۔

حضورِ انور کی ذات مجموعہ صفات تھی اور اس میں ایک ہی نسبت

اور ایک ہی شان کا ظہور نہ تھا بلکہ اکثر و بیشتر پاک اور مقدس نسبتوں کا ظہور ہوتا تھا۔

حضورِ انور سے کسی خرقِ عادت یا کرامت کا ظہور کچھ بھی تعجب خیز نہیں ہے۔ اس لیئے کہ آپؒ کی شان و عظمت، شکل و صورت خود آئینہ جمالِ الٰہی پیش کرتا تھا۔ اور ہر شخص آپؒ کو دیکھ کر یقین کرتا تھا کہ یہی وہ منظرِ قدرت ہے جو منکرین و مخالفین کے لیے قطعی الدلالت حجت ہے۔ یہاں پر ہر معترض کو ہر مشکک کو مشاہدات سے جواب ملتا ہے۔ اور خدا کے برگزیدہ اور مقبول بندوں کی برگزیدہ صفات کا یقین دلایا جاتا ہے۔

حضورِ انور کے کمالاتِ صوری و معنوی تو بغیر ارادہ اور بلا قصد ظاہر ہوتے تھے مگر خداوندِ عالم نے آپؒ سے سچی اور حقیقی نسبت رکھنے والوں کو بھی وہ مدارج عالیہ عطا فرمائے جن کی روشنی تمام عالم میں پھیل گئی۔

مولوی حکیم محمود علی خان صاحب فتحپوری جو ایک ثقہ بزرگ، حکیم عبدالرحمٰن خان صاحب (خلف الرشید حکیم شیر محمد خاں صاحب مرحوم جو اس وقت ریاست ڈونگرپور ملک میواڑ میں خاص طبیب سرکاری ہیں اور مستقیم شاہ صاحبہ وارثیہ جو حضورِ پر نور کی نہایت مقبول ارادت مند تھیں اور حضورِ انور کی محبت میں بالکل تارک الدنیا ہو گئی تھیں۔ ان کے حقیقی بھتیجے جن کی عمر اس وقت قریب پچاس سال کے ہے) کا ایک واقعہ تحریر فرماتے ہیں جو خاص حکیم یعقوب بیگ صاحب قبلہ وارثی نے اپنا چشم دید ان سے بیان فرمایا یہ دونوں صاحبان بفضلہٖ بقیدِ حیات ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ حکیم عبدالرحمٰن صاحب کا سن پانچ سال کا تھا کہ دفعتہً بیمار ہو گئے اور چیچک نکل آئی اور دو ہی چار روز میں حالت بالکل ردّی ہو گئی۔

چوتھے روز صبح کو قریب ۸ بجے دن کے عبدالرحمان خان کا انتقال ہو گیا۔ چونکہ مستقیم شاہ صاحبہ وارثیہ نے ان کی پرورش کی تھی اس لیے

مستقیم شاہ صاحب پر ان کے انتقال کا بہت گہرا اثر ہوا۔

تمام محلہ میں خبر ہوگئی کہ عبدالرحمن خان کا انتقال ہوگیا۔ ہمسایہ کے لوگ جمع ہو گئے۔ اندر باہر عجیب پریشانی و بدحواسی کا عالم چھا گیا۔ حکیم یعقوب بیگ صاحب نے جو اس وقت اتفاق سے پھپھوند میں موجود تھے تجہیز و تکفین کا سامان کیا۔ قبرستان میں قبر تیار ہونے لگی اور میت کے غسل کا انتظام ہوا۔

حکیم محمد یعقوب بیگ صاحب کا بیان ہے کہ جس وقت عبدالرحمن کو تختہ پر غسل کے واسطے لٹایا گیا اس وقت مستقیم شاہ صاحبہ بھی وہاں تشریف لائیں۔ غسل دیا جا رہا تھا کہ مستقیم شاہ صاحبہ نے لاش کی طرف دیکھا اور یہ کلمات تین مرتبہ اپنی زبان پر لائیں:

"تیری امانت تھی تو نے لے لی مگر میرا بھائی پردیس میں ہے!"

یہ کلمات کہکر مستقیم شاہ صاحبہ کے چہرہ پر ایک غیر معمولی تغیر پیدا ہوگیا آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور پھر وہی کلمات دہرائے اور میت کے دونوں شانوں کو پکڑ کر دونوں ہاتھوں سے اٹھا لیا اور اسی طرح لٹکائے دالان کے اندر پہنچیں اور لاش کو پلنگ پر بٹھانا چاہا۔

حکیم محمد یعقوب بیگ صاحب فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حیرت سے دیکھ رہے تھے کہ یہ کیا کر رہی ہیں۔

لاش بالکل لکڑی ہوگئی تھی اور وہ بار بار فرماتی تھیں:

"بیٹھ، بیٹھ!!"

لاش بالکل تختہ کی طرح تھی اس لیے بیٹھنا ناممکن معلوم ہوتا تھا۔ جب میت کسی طرح نہ بیٹھی تو آخر نہایت زور سے چلا کر فرمایا:

"بیٹھ ـــــ!"

معاً عبدالرحمن نے آنکھیں کھول دیں اور اچھے خاصے تندرست ہو گئے اس وقت اندر باہر ایک ہنگامہ برپا تھا۔ جو برادری کے لوگ میت میں شرکت کی غرض سے آئے تھے اور باہر میت کے منتظر بیٹھے تھے۔ جب دفعتاً ان کے

کانوں میں اندر سے یہ آواز پہنچی کہ:

"عبدالرحمٰن زندہ ہو گئے"، تو ایک حیرت کا عالم ہو گیا۔

یہ خبر کوئی معمولی خبر نہ تھی چشم زدن میں تمام بستی میں مشہور ہو گئی اور جس شخص نے جہاں اس خبر کو سنا فوراً دوڑا ہوا آیا اور آکر دیکھا تو واقعی عبدالرحمٰن زندہ ہیں اور بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے ہیں۔

مستقیم شاہ صاحبہ سے اس خرقِ عادت کا جو اضطراری حالت میں ظہور ہوا اس کے باعث اور بھی ان کی شان و عظمت کا سکہ لوگوں کے قلوب پر بیٹھ گیا۔

ہر چند مستقیم شاہ صاحبہ کی نسبتِ عالیہ اور ان کی مقدس روحانی زندگی پہلے سے مسلم تھی۔ مگر دنیا کی آنکھیں اس وقت کھلتی ہیں جب کسی ایسے خرقِ عادت کا ظہور رہو۔ جو دلائل و براہین کو قطع کرنے والا ہو اور مخلوقِ الٰہی کو حیرت میں ڈالنے والا ہو۔

مولوی حکیم محمود علی صاحب فتحپوری تحریر فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ خاص فتحپور میں گذرا ہے اور یہاں ہر جگہ مشہور ہے اور اس سے تمام بستی واقف ہے خود حکیم عبدالرحمٰن صاحب بھی اس وقت موجود ہیں اور اس واقعہ کو جن بزرگوں نے دیکھا ہے وہ بھی اس کے شاہد عادل ہیں اور میں نے خود اکثر مستند حضرات سے اس کی تحقیق کی تو حرف بحرف صحیح پایا۔ اور مجھ سے جن مقدس بزرگوں نے یہ واقعہ بیان کیا ہے ان کی صداقت و ثقاہت ایسی ہے کہ اگر میں خود مشاہدہ کرتا تو بھی اس قدر یقین نہ ہوتا جتنا ان کے بیان سے ہوا ہے۔ کیونکہ جو لوگ اس واقعہ کے راوی ہیں وہ بڑے پایہ کے بزرگ ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خاصانِ خدا کو بارگاہِ صمدیت سے کیا کیا تصرفات اور اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔

محال کو ممکن کر دکھانا بڑی زبردست قوت کا کام ہے۔ مستقیم شاہ صاحبہ نے جو خود کو حضور انور کی ذات میں فنا کر دیا اور اپنی ہستی کو خاک میں ملا لیا

آج اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ دنیا سے پردہ کر لینے کے بعد بھی ان کا نام زندہ ہے ادب سے لیا جاتا ہے۔ ان کے مزارِ پُر انوار سے فیوض و برکات جاری ہوتے ہیں، چادریں چڑھتی ہیں، نذریں گذرتی ہیں، منتیں اور مُرادیں مانگی جاتی ہیں اور ایسی مقدس اور مبارک خاتون گذریں کہ ان کا شمار خاصانِ خدا میں ہوا۔

اس سے ظاہر ہے کہ حضورؒ انور کے منتسبین سے بھی ایسے واقعات کا ظہور ہوا جنہوں نے مخلوق کو ساکت و دم بخود کر دیا، جن سے ایک عالم متحیّر ہو گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ جس کو فنائے کامل حاصل ہو اس کے لیے محال ممکن ہے۔ اور خدا کے مقبول اور برگزیدہ بندوں کے عادات و صفات سے اپنے کردار و افعال کا مقابلہ کرنا ایک لاطائل فعل ہے۔ جیسا کہ حضرت مولینا روم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎:

کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر
آں یکے شیرے کہ آدم را خورد
واں یکے شیرے کہ آدم می خورد

مختلف واقعات و حالات

حضورؒ انور کے تمامی واقعاتؒ

حالات جو زمانۂ طفولیت سے شروع ہوئے ہیں خوارق عادات سے مملو ہیں آپؒ کی بات بات میں خوارق عادات کا ظہور ہوتا تھا اور آپؒ کی ذاتِ مبارک خود ایک دلیلِ روشن تھی جس کو دیکھ کر منکرین کو شکوک و شبہات کا جواب مل جاتا تھا۔

حضورؒ انور کا دور ایک نیا دور تھا جس سے تمام عالم متاثر ہو گیا۔

اور ہر ایک قوم و ہر طبقہ میں آپ کی ولایت تامہ کا پرچم لہرانے لگا۔
اولیائے کرام کے وہ خوارق عادات جو کتابوں میں مرقوم ہیں ان کی مشاہدات سے تصدیق ہو گئی۔ اور یہ نہیں کہ آپؒ کے واقعات و حالات مریدین معتقدین ہی کی زبان پر ہوں بلکہ دیگر سلاسل کے واجب الاحترام اور مقدس بزرگوں کے مشاہدات پر بھی مبنی ہیں اور تعلیم یافتہ اور فلسفی اور منطقی افراد کی نگاہوں سے بھی گذرے ہیں اور ان کو علوم جدید و فلسفہ و منطق کی حقیقت معلوم ہو گئی۔ دیگر مذاہب کے لوگوں نے بھی دیکھے ہیں اور وہ قائل ہوئے ہیں۔

غرضکہ ہر کہ مہ پر روشن و ہویدا ہیں۔ حضورؒ انور کو پردہ فرمائے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گذرا۔ اس وقت ہزاروں لاکھوں ہر خیال اور ہر مذاق کے افراد اُس روشن چراغِ ولایت کے دیکھنے والے موجود ہیں جو حضورؒ انور کے عہدِ کرامت مہد سے متاثر ہیں۔

حضورؒ انور کے جن عادات و صفات حالات، وفیوض و برکات کا مختلف عنوانوں سے ذکر کیا گیا ہے وہ کرامات کے طریقہ سے نہیں لکھے گئے کیونکہ یہ بات مسلمہ ہے کہ فیوض و برکات حضورؒ انور کی مقدس تاثیراتِ روحانیت سے علی العموم ظاہر ہوتے تھے اور آپؒ کی ذات محمود الصفات خدا کی طرف سے بطور حجّت عالم میں ظاہر ہوئی تھی اور حضرت مولینا رومؒ کے قول کے بموجب کہ عام آدمیوں کی عقل اور روح کے علاوہ انبیاؑ اولیاؒ میں ایک اور روح ہوتی ہے اور وحی کی روح عقل سے بھی زیادہ مخفی ہوتی ہے ؎ :

باز غیر از عقل و جان آدمی
ہست جانے در نبی و در ولی
روح وحی از عقل پنہاں تر بود
زانکہ اُو غیب ست واو زاں سر بود

حضور پرُنور کی روحانی بلندی نے ایک عجیب روح عالم میں پھونک دی

اور عجیب عجیب مشاہدات اہلِ عالم کو نظر آئے کہ وہ حیرت سے دنگ رہ گئے حضور انور کے واقعات و حالات ایسے مہتم بالشان اور حیرت انگیز ہیں کہ جن سے صرف مریدین ہی متاثر نہیں بلکہ اس زمانہ کے وہ تعلیم یافتہ افراد جو علوم فلسفہ منطق وغیرہ میں کامل دستگاہ رکھتے ہیں حضور پر نور کی روحانیت کو مانے ہوئے ہیں۔

چنانچہ پروفیسر ڈاکٹر محمد اقبال صاحب ایم اے (بیرسٹر ایٹ لاء لاہور) پر حضور انور کا ایک واقعہ گذرا ہے۔ جس کو انہوں نے درج کتاب نہ کرانے کے راقم الحروم کو مختلف وجوہ لکھے ہیں، ان میں ایک وجہ یہ بھی ظاہر فرمائی ہے کہ:

"وہ واقعہ نہایت حیرت ناک ہے اور دنیا میں کوئی شخص اسکو صحیح تسلیم نہ کرے گا"

اس سے ظاہر ہے کہ حضور انور کے کمالاتِ صوری و معنوی کا صرف مریدین ہی کو احساس نہیں ہے۔ بلکہ دیگر تعلیم یافتہ حضرات بھی متاثر ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد اقبال صاحب ایم اے ہم لوگوں کے لیے قابلِ رشک ہیں کہ ان پر ایک خاص روحانی تجلی کا انکشاف ہوا اور وہ واقعہ نہایت حیرت انگیز ہے۔

جیسا کہ پروفیسر ڈاکٹر محمد اقبال صاحب نے اپنا خیال ظاہر فرمایا ایسا ہی بعض دیگر حضرات نے بھی لکھا ہے اور اکثر صاحبوں نے اپنے حالات و واقعات نہیں دیئے۔

اس لیے مجھے مجبوراً اس بات کا اعتراف کرنا پڑے گا کہ حضور انور کی روحانی زندگی کے خاص حالات مجھے نہیں مل سکے اور عام واقعات پر یہ کتاب مرتب کی گئی۔

عام واقعات بھی بہت کم ہیں کیونکہ حضور انور کی ارفع و اعلیٰ ذات

برکات جو بارگاہِ قدس کی روشنی کی طرح دنیا میں ظاہر ہوئی اور جس نے ظاہر باطن طور پر لوگوں کو اپنے فیوض و برکات سے مستفید فرمایا اس کے تمام و کمال حالات کس طرح لکھ سکتے ہیں ؟

یہ میرا ہی خیال نہیں ہے بلکہ دیگر سلاسل کے مقدس بزرگوں کی بھی یہی رائے ہے ۔

چنانچہ حضرت ابو محمد مولینا شاہ علی حسن صاحب اشرفی الجیلانی مسند آرائے کچھوچھہ شریف حضورِ انور کے بعض حالات زیبِ قلم فرما کر آخر میں تحریر فرماتے ہیں کہ :

" یہ ایک شمّہ مضمون حسبِ درخواست آپ کے لکھتا ہوں ۔ حاجی صاحب کے حالات سے دفترِ عالم بھرا ہوا ہے ۔"

ایک دوسرے والا نامہ میں تحریر فرماتے ہیں :

" حضرت حاجی صاحب ایک آفتابِ روشن ولایت کے تھے ۔ ان کے محامد نہ تھوڑے ہیں نہ محتاجِ بیان ہیں ۔"

جب اس زمانہ کے مستند اور مقدس مشائخ کرام کی یہ رائے ہے تو راقم الحروف جیسے ذرّۂ بے مقدار کس شمار و قطار میں ہیں جو حضورِ انور کے حالات کو کما حقہ لکھنے کا دعویٰ کر سکیں ۔ مگر ؎ :

فکرِ ہر کس بہ قدرِ ہمتِ اوست

اس لیے بعض وہ واقعات جو متفرق طور پر ظاہر ہوئے اور مستند حضرات کی روایا کی بنا پر ہیں لکھے جاتے ہیں تاکہ اہلِ محبت کو بمصداق عِنْدَ ذِکْرِ اَوْلِیَاءِ اللّٰہِ تَتَنَزَّلُ الرَّحْمَۃُ برکت حاصل ہو ۔

کیونکہ حضورِ انور کے حالات فیض آیات حسن و عشق تصدیق و یقین کا ایک مجموعی گلدستہ ہیں ۔ اور ظاہر و باطن طور پر حضورِ پرنور کی ذات محمود الصفات سے خوارق عادات و کرامات کا ظہور ہوتا تھا ۔

منشی عبد الغنی خان صاحب قبلہ وارثی رئیس پورہ غنی خان ضلع رائے

بریلی تحریر فرماتے ہیں :

سیّد الطاف علی صاحب متوطن ستر کھ ضلع بارہ بنکی ایک ثقہ اور بہت کم سخن اور صداقت شعار شخص تھے ۔ جب میں ریاست مہونا میں نائب ریاست تھا تو یہ ضلعدار تھے ۔

ایک مرتبہ انہوں نے تخلیہ کی صحبت میں جب میں تھا اور راجہ دوست محمد صاحب تعلقہ دار مہونا تھے تو بیان کیا کہ :

" حضورِ انور موضع کھیولی میں تشریف لیے جاتے تھے اور میں پالکی کے پیچھے پیچھے تھا میرے دل میں یہ خطرہ گذرا کہ :

" جناب سرورِ انبیا علیہ التحیۃ والثنا کے جسم مطہر کا سایہ نہ تھا، یہ بات سمجھ میں نہیں آئی ۔ "

میں اسی خطرہ میں گرفتار تھا کہ حضورِ انور کی پالکی کی طرف جو نگاہ کی تو سایہ غائب تھا ۔ اس وقت مجھ پر عجیب عالم حیرت طاری تھا ۔ میں بار بار آفتاب کی طرف نگاہ کرتا تھا دھوپ کو دیکھتا تھا، آسمان پر نظر ڈالتا تھا مگر نہ ابر تھا نہ دھوپ میں کمی تھی، اور سایہ ندارد تھا ۔

جب متعدد مرتبہ اچھی طرح دیکھا تو میں نے خیال کیا کہ یہ حضورِ پُر نور کا تصرّفِ باطن ہے ۔

بالآخر میری تسکین ہو گئی اور معجزۂ رسالت چشم دید ہو گیا ۔

مولانا تجیر وارثی عین الیقین میں لکھتے ہیں کہ ایک عرب طالب حضورِ انور کی خدمتِ عالی میں حاضر ہوا اور یہ سوال کیا :

" مجھکو صراط المستقیم دکھا دیجئے ۔ "

آپ نے متبسّم ہو کر ٹال دیا ۔ انہوں نے مکرر عرض کیا ۔

آپ نے فرمایا :

" کل آنا ! "

جب دوسرے دن وہ حاضر ہوا تو آپ نے ایک تہ بند عطا فرمایا

اس وقت جیسے ہی عرب طالب علم کی نگاہ حضورؒ انور پر پڑی بیہوش ہو گیا جب اسے ہوش آیا تو اپنا لباس اتار کر اس نے احرام باندھ لیا اور رفیق ہو گیا۔ اس کی عمر نے وفا نہ کی اور چند دنوں بعد ہی انتقال کر گیا۔

حضورؒ انور کی ذات محمود الصفات عینی مشاہدات کا آئینہ تھی اور فوراً خدشات و توہمات کا جواب ملتا تھا۔ مزاج عالی میں مذاق بھی تھا۔ اس لیے بعض مریدین کے سوال پر حضور پُر نور کے ایسے خوارق عادات کا ظہور ہوا جن سے وہ متاثر ہو کر خود اپنے سوال پر نادم ہوئے۔

چنانچہ مولانا تحیرؔ وارثی عین الیقین میں لکھتے ہیں کہ حضورؒ انور کا ایک مرید دور سے شرفِ قدمبوسی حاصل کرنے کو حاضر ہوا اور وفورِ محبت سے اُس نے عرض کیا:

"حضورؒ اب میں نہ جاؤں گا، البتہ ایک شرط سے جا سکتا ہوں کہ ہر وقت حضورؒ انور میرے ساتھ رہیں۔"

آپؒ نے مسکرا کر فرمایا:

"اچھا جاؤ۔"

تھوڑی دیر میں وہ پریشان ہو گیا۔ نہ بیٹھ سکتا تھا، نہ استراحت کر سکتا تھا، نہ خورد و نوش کر سکتا تھا۔ ہر وقت حضورؒ انور کو سامنے دیکھتا تھا۔ بس اس کے سب کام بند ہو گئے۔ اور بے حد پریشان و بدحواس ہو گیا۔

اسکی حالت متغیر دیکھ کر لوگوں نے حضور سے عرض کیا تو آپؒ نے متبسم ہو کر فرمایا:

"اس کو یہاں لے آؤ۔"

جب وہ حضورؒ انور کے سامنے آیا تو خود بخود وہ بات جاتی رہی۔ اور اپنے ہوش میں آ گیا۔

حضورؒ انور کسی کی امید نہیں توڑتے تھے اور سائل کو حسب مراد کامیاب فرماتے تھے۔

مولوی رونق علی صاحب وارثی الرزاقی پیٹھے پوری ناقل ہیں کہ پیٹھے پور میں ایک مہتر تھا جو حضور انور سے نہایت عقیدت و محبت رکھتا تھا مگر اپنے پیشے کی وجہ سے محجوب رہا کرتا تھا۔ اس کو حضورؒ سے بیعت ہونے کی آرزو تھی مگر اس کو کبھی حاضر ہو کر عرض کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

ایک مرتبہ جب حضورؒ پر نور پیٹھے پور میں رونق افروز تھے۔ وہ اسی مکان کا صحن صاف کر رہا تھا جس میں حضور انور کا قیام تھا۔

آپؒ نے اس کی طرف دیکھا اور حاضرین سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا:

"دہلی لکھنؤ وغیرہ بڑے بڑے شہروں میں خاکروب طاہر ہو کر شریک نماز ہوتے ہیں۔"

یہ ارشاد حضورؒ پر نور کا سنتے ہی وہ خاکروب زمیں بوس ہوا اور نہا دھو کر حضورؒ پر نور کی خدمتِ عالی میں حاضر ہوا اور بیعت ہو گیا۔ بیعت ہوتے ہی اس کی حالت میں عجیب تغیر واقع ہوا کہ نہ وہ اپنے مکان پر گیا نہ دنیا کے کسی کام کی طرف اس کا رجحان ہوا وہ بازار کے ناکہ پر جو ایک ٹیلہ ہے وہاں جا کر خلوت گزیں ہو گیا اور اس کی زندگی عجیب زندگی گذری۔

ایس غلام حاجی صاحب وارثی لکھتے ہیں کہ رائے بریلی میں حضور پر نور میرے مکان پر رونق افروز تھے۔ شب کو آتشبازی وغیرہ کا بھی اہتمام کیا گیا تھا۔ چنانچہ حضورؒ پر نور شامیانہ میں — تشریف لائے اور آتش بازی ملاحظہ فرمانے لگے کہ دفعتاً تین چار بڑے بڑے ٹوکروں میں خود بخود آگ لگ اٹھی اور وہ آتشبازی اس طرح جلنے لگی جیسے الاؤ میں آگ جلتی ہے۔ باوجود کثیر آتشبازی کے ایک ہاتھ سے زیادہ شعلہ بلند نہیں ہوتا تھا۔ تعجب و حیرت یہ تھی کہ وہ آتشبازی جس کا خاصہ یہ ہے کہ اس کے شعلے بلند ہوں اور قسم قسم کے منظر پیدا کریں۔ وہ مثل لکڑیوں کے جل رہی تھی۔

حضورؒ انور یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے: "ہاں ہاں سردی

زیادہ ہے۔"

سیّد معروف شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں قبل مغرب حضوؐر انور کی خدمتِ عالی میں چراغ جلانے کے لیے حاضر ہوا کرتا تھا تو حضوؐر انور مجھے بیٹھنے کا حکم فرماتے تھے۔

ایک روز جیسے ہی میں نے چراغ جلایا فوراً حکم ہوا کہ "جاؤ"۔

یہ بات خلافِ معمول معلوم ہوئی اس لیے میں نے تعمیلِ حکم کی مگر دروازہ پر آکر ایک طرف کونے میں کھڑا ہو گیا کہ تھوڑی دیر میں حسبِ سابق بیٹھ کر جاؤں گا۔

میں نے دیکھا کہ آپؐ نے چراغ کی لو تیز کر دی اور اپنی انگشت شہادت کو تیل میں ڈبو دیا اور چراغ کی لَو سے لگا یا وہ انگشتِ مبارک جلنے لگی جب خوب جل چکی تو دوبارہ انگلی کو تیل میں ڈبو کر حضوؐر انور نے جلایا۔

میں اس واقعہ کو دیکھ کر دل ہی دل میں نہایت متوحش ہو رہا تھا مگر پاسِ ادب سے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔

جب تیسری مرتبہ میں نے ایسا ہی دیکھا تو جلدی سے دوڑ کر میں نے انگشتِ شہادت کو پکڑ لیا اور عرض کیا:

"حضوؐر یہ کیا کرتے ہیں؟"

آپؐ نے متبسم ہو کر میری پشت پر گھونسا مارا اور فرمایا

"تم بڑے چور ہو تم کہاں تھے؟"

میں نے عرض کیا:

"آج میرے فوراً چلے جانے کا جدید حکم تھا اس وجہ سے میں کھٹک گیا تھا"

حضوؐر انور نے ارشاد فرمایا:

"عاشق کا بدن بالکل بے حِس ہو جاتا ہے اس پر آگ وغیرہ کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔۔۔ دیکھو انگلی کوئی جلی ہے؟"

میں نے دیکھا تو واقعی انگشتِ مبارک پر جلنے کا کوئی نشان بھی نہ تھا۔

اسی طرح ایسے واقعات ہیں کہ حضورِ انور نے آتشبازی وغیرہ پر اپنا دستِ مبارک لگا دیا تو وہ اپنے فعل سے باز رہی۔

چنانچہ مولوی محمد اسحاق صاحب قبلہ وارثی مرحوم و مغفور روایت کرتے تھے جس کو انہوں نے اکثر لوگوں سے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ میں حضورِ انور کی خدمتِ عالی میں حاضر ہوا تو شام کا وقت تھا۔ حضورِ پر نور کے پاس وہ ولایتی تاروں کی پھلجڑی رکھی ہوئی تھیں جو فرش پر چھوڑی جاتی ہیں۔

حضورِ انور نے مجھے دکھانے کے لیے ایک پھلجڑی اپنے دستِ مبارک سے چھوڑنے کا قصد فرمایا اور ایک پھلجڑی اٹھا کر اسمیں دیا سلائی لگائی مگر وہ نہ جلی، کئی دیا سلائیاں صرف ہوگئیں مگر اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ بالآخر حضورؐ نے اس کا تار وغیرہ دندانِ مبارک کی مدد سے سیدھا فرمایا اور پھر جلایا تو وہ نہ جلی۔

حاضرین میں سے ایک صاحب نے عرض کیا:

"حضورؐ دستِ مبارک ہی کے اثر سے وہ آتش سے محفوظ ہوگئی تھی اور اب تو لعابِ دہن بھی اس پھلجڑی کو نصیب ہوگیا۔"

حضورِ انور متبسم ہوئے اور اس پھلجڑی کو رکھ دیا خادم نے دوسری پھلجڑی اٹھا کر جلائی وہ جل اٹھی اور اس سے پھول جھڑنے لگے۔

حضور کی عطا و بخشش جود و سخا بھی ان کی کرامتوں کی طرح ضرب المثل تھی۔ اگرچہ کچھ پاس نہ رکھتے اور ہمیشہ خالی ہاتھ رہتے تھے مگر لوگوں کی حاجت روائی فرمانے میں یدطولےٰ رکھتے تھے۔

مولانا تحیر وارثی عین الیقین میں لکھتے ہیں:

ایک سائل نے حضورِ انور سے سوال کیا کہ میرے پاس زادِ راہ نہیں ہے کسی طرح مکۂ معظمہ پہنچا دیجئے۔"

حضورؒ انور نے اس سے مصافحہ فرما کر رخصت کر دیا تو دستِ مبارک چھوڑتے ہی اس سائل نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں پچاس اشرفیاں آگئیں وہ جوشِ مسرت سے اس واقعہ کا ہر شخص سے تذکرہ کرتا تھا۔ جب حضورؒ کے روبرو ذکر آیا تو مسکرا کر اور باتیں کرنے لگے۔

سید علی حامد شاہ صاحب چشتی قادری سجادہ نشین سانڈی ضلع ہردوئی لکھتے ہیں کہ مجھ سے منشی عظمت علی صاحب متوطن ملانواں نے بیان کیا کہ اسٹیشن کچھونہ پر میں حضور پر نور کے ہمراہ تھا۔ بدنام شاہ صاحب خادم نے عرض کیا:

"حضورؒ ٹکٹوں کے لیے بکس میں روپیہ نہیں ہے"

آپؒ نے فرمایا:

"دیکھو ہوگا"

انہوں نے بھرے مجمع میں وہ بکس خالی دکھا دیا۔ تو سب نے دیکھا کہ اس میں کچھ بھی نہ تھا۔

یکبارگی حضورؒ نے اس بکس کو اپنے دستِ مبارک میں لیکر جھٹک دیا اس میں سے پندرہ روپیہ سکۂ شاہی کے نکلے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ابھی ٹکسال سے آئے ہیں۔

حاضرین نے اسی وقت سکۂ رائج الوقت سے ان کا تبادلہ کر لیا۔ اس وقت حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکتا تھا۔

مولوی محمد یحییٰ صاحب وکیل و رئیس پٹنہ حضورؒ انور پر جان و مال سے نثار تھے اور حضورؒ پر نور پر بہت کچھ خرچ کیا کرتے تھے۔ مرزا محمد ابراہیم بیگ صاحب شیدا وارثی ناقل ہیں:

ایک مرتبہ حضورؒ پر نور نے ان سے ازراہِ بندہ پروری فرمایا:

"مولوی صاحب مرتے دم تک روپیہ تمہارے پاؤں کے تلے رہیگا"۔

اس ارشاد کا عجیب نتیجہ ظہور پذیر ہوا جو خود مجھ سے منشی وزارت حسین

صاحب محرر مولوی صاحب موصوف اور دیگر حاضر باش ملازمین نے بیان کیا کہ مولوی محمد یحییٰ صاحب بیمار تھے مگر افاقہ ہو رہا تھا۔ ایک روز فرش پر کھانا کھایا اور وہیں بیٹھ گئے۔ اسی وقت ایک رئیس کا مختار کسی عدالت کے کام کے واسطے آیا اور مبلغ سات سو روپے کی تھیلی اس نے مولوی صاحب کے روبرو پیش کی مگر مولوی صاحب نے ہزار روپے محنتانہ کے مانگے۔ مولوی صاحب وہیں فرش پر لیٹنے لگے تو ان کے پاؤں اس تھیلی پر پہنچ گئے۔

اُسی وقت مولوی صاحب نے کہا:

"ہمارے حق میں جو حضورؐ کا ارشاد ہے اور جس کا ہم کو پورا الیقین ہے اگر اس وقت ہمارا دم نکل جائے تو اور لوگوں کو بھی حضورؐ کے صادق الاقرار ہونے کا یقین ہو جائے"

پانچ منٹ کے اندر مولوی صاحب کا انتقال ہو گیا اور وہ تھیلی مولوی صاحب کے پاؤں کے نیچے رہی۔

حضورؐ پُر نور کے ارشاد عالی کا یہ نتیجہ ہُوا کہ جو الفاظ زبانِ مبارک سے نکلے تھے انہیں کا پُورا پُورا ظہور ہوا۔

حق یہ ہے کہ مال و متاعِ دنیا کو آپ نہایت بیقدر سمجھتے تھے اور جیسا کہ حضورؐ پُر نور کے توکل و استغنا کے ذکر میں لکھا گیا ہے تمام باتوں سے بے نیاز تھے اور یہی تعلیم فرماتے تھے۔

جناب مولوی حکیم سید شاہ محمد حمید صاحب فردوسی ابوالعلائی بہاری تحریر فرماتے ہیں کہ مجھ سے حکیم محمد شفیع صاحب ساکن چندہا ضلع دربھنگہ ناقل تھے کہ ایک صاحب شاہ دائم علی نامی جو منظفر پور کی طرف کے رہنے والے تھے۔ اُن کو کیمیا کا از حد شوق تھا شبانہ روز اسی دھن میں رہتے تھے اور ان کا یہی ہر وقت کا مشغلہ تھا۔ لیکن اس فن کا آنا جانا تو معلوم ہی ہے اسی خیال میں ان کی زندگی بیکار بسر ہو رہی تھی۔

ایک مرتبہ حضورؐ پُر نور منظفر پور تشریف لائے تو میں بھی حاضرِ خدمت

ہوا اور شاہ دائم علی صاحب بھی گئے۔ ہم دونوں دست بوس ہو کر بیٹھ گئے۔ شاہ دائم علی صاحب کی یہ غرض بھی تھی کہ اگر حضورِ انور کو کوئی نسخہ کیمیا کا معلوم ہوگا تو تخلیہ میں طلب کریں گے۔

وہاں اس وقت مجمع کثیر تھا۔ حضورِ انور نے اسی مجمع میں شاہ دائم علی صاحب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا:

"تم کو کیمیا کا شوق ہے لاحول ولا قوۃ، ہاں مجھے کیمیا معلوم ہے"

اور بستر مبارک سے ایک سفوف نکال کر فرمایا:

"دیکھ لو تیار بھی ہے لیکن ہم نہ دیں گے نہ بتائیں گے"۔

یہ کہتے ہوئے اس خاک کو ہوا میں اڑا دیا اور ان کو ہدایت فرمائی:

"ان خیالات سے توبہ کرو اس شغل کو ترک کرو"۔

چنانچہ حضورِ پرنور کے ارشاد فیض بنیاد کی تاثیر سے وہ اپنے خیال خام سے باز آئے اور بالکل یہ خیال ان کے دل سے دُور ہو گیا اور خدا نے توبہ کی توفیق عطا فرمائی۔

حضورِ انور ہمیشہ دولتِ دنیا کے اہتمام سے محترز رہنے کی تعلیم فرماتے تھے اور کوئی ایسی بات جس سے دنیاوی ثروت کی طرف رجوع پسند نہ فرماتے تھے اور زبانِ فیض ترجمان کی یہ تاثیر خاص تھی کہ لوگوں کے قلوب خاطر خواہ متاثر ہوتے اور ارشاد عالی پر بدل و جان کاربند ہو جاتے۔

مولوی بشیر الزماں صاحب قبلہ رئیس سندیلہ ضلع ہردوئی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک بزرگ نہایت وثوق سے بیان فرماتے تھے کہ میں نے خود حضور کی زبانِ مبارک سے سنا ہے کہ زمانۂ شباب میں جب آپ نے سیاحت کی ہے تو ایک روز دوپہر کے وقت کوہستان میں گذر ہوا اور ایک چٹان پر نشست فرمائی اور پہاڑی چشمہ سے کچھ آبِ سرد نوش فرمایا۔ وہاں اکثر خوشنما سنگریزے پڑے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک آپ نے بھی اٹھا لیا اور اپنے دست مبارک میں لیکر دیر تک ملاحظہ فرماتے رہے۔

بعدازاں اس سنگریزے کو احرام شریف کے دامن میں باندھ لیا اور وہاں سے چلدیئے۔ شب کو ایک موضع میں پہنچے اور ایک شخص کے دروازے پر استراحت فرمائی۔ ایک گاڑی کھڑی تھی اسی گاڑی میں کنارہ پہ وہ سنگریزہ کھول کر رکھدیا۔ صبح کو آپؒ رخصت ہوئے تو اس سنگ ریزے کو اٹھالیا جہاں وہ سنگریزہ رکھا تھا وہاں لوہا جڑا ہوا تھا۔ اس کو اٹھاتے وقت حضور نے خیال کیا تو وہ آہن سیہ ناب طلائے خالص ہوگیا۔ اسی وقت حضورؒ کو خیال آیا کہ لوہے کو سونا کر دینا سنگِ پارس کی خاصیت ہے۔ ضرور یہ ٹکڑا پارس پتھر کا ہے۔

یہ ماجرا دیکھ کر آپؒ کو یک گونہ مسرت ہوئی اور وہاں سے روانہ ہوگئے جب کوہستان کا سلسلہ ختم ہوگیا تو ایک وسیع میدان ملا اس وقت آپؒ کو اُس سنگِ پارس کی خاص مسرّت تھی لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں خیال آیا کہ ہم تو خدا کی ذات کے سوا کسی دنیوی تعلق سے سروکار نہیں رکھتے پھر اس کو باندھے باندھے پھرنا کہاں تک جائز ہے۔

بس اس کو پھینک دیا اور حقیقی مسرّت حاصل فرمائی۔

مولوی بشیرالزماں صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ سنگِ پارس جو لوہے کو سونا بنادے یہ ایک کہاوت ہے اور کوئی وجود اس کا نہیں ہے مگر حضورؒ انور کے تصرفات و تاثیرات بےمثل کو دیکھتے ہوئے یہ ماننا پڑتا ہے کہ حضور پر نور کے دستِ حق پر اور نگاہِ حقیقت آگاہ کی تاثیر پرتنویر سے اس سنگریزے میں یہ خاصیت پیدا ہوگئی یا ممکن ہے کہ قدرت کی طرف سے یہ امتحان ہو۔ جیسا کہ اکثر اہل اللہ پر گذرا ہے کہ دیکھیں میدانِ ترک الترک شیر مرد ایسے حوادث سے کہاں تک محفوظ رہتے ہیں۔ مگر حضور پُر نور نے تھوڑی سی مسرت کے بعد جو بمقتضائے بشریت ضروری تھی اس کو پھینک دیا۔

سبحان اللہ کیا عالی ہمتی تھی۔ ؎ :

ایں زمیں پست و آں چرخ بلند

برقرار از ہمتِ پیرانِ ما

ایک اسی قسم کا واقعہ سنگِ پارس کے متعلق اور بھی ہے جس کو حضورؒ نے خود بیان فرمایا ہے۔

حاجی اوگھٹ شاہ صاحب وارثی ناقل ہیں کہ ایک مرتبہ حضورؒ انور نے ارشاد فرمایا:

"ہم ایک پہاڑ پر گئے ایک فقیر وہاں رہتے تھے، ان کے مہمان ہوئے روز دو روٹیاں ایک شخص لاتا تھا ایک ہم کھاتے تھے ایک وہ کھاتے تھے ایک روز فقیر صاحب ٹوکرا لے کر چلے تو ہم بھی چھپ کر ان کے پیچھے پیچھے چلے گئے۔ شاہ صاحب نے اُس ٹوکرے میں پتھر بھر بھر کر غار میں ڈالنا شروع کیے یہاں تک کہ چھوٹی چھوٹی کرچیں بھی اور اوپر سے بہت سے پتھر ڈال دیئے۔

ہم ان سے پہلے اپنی جگہ پر آگئے۔ صبح کو ہم نے شاہ صاحب سے کہا:

"اب ہم جاتے ہیں، یہ تو بتاؤ کہ یہ کیا قصہ ہے۔"

شاہ صاحب نے کہا:

"میں اللہ پاک کی طرف سے مقرر ہوں کہ پتھر سے پارس تڑک کر جدا ہو تو اس کو غار میں پوشید کر دوں تاکہ کسی کے ہاتھ نہ لگے۔ کل یہی کرتا تھا اور اسمیں سے ایک ٹکڑا تمہارے واسطے لیتا آیا ہوں۔"

ہم نے دریافت کیا:

"اس کا کیا ہوگا؟"

فقیر صاحب نے کہا:

"اگر لوہے پر اس کو لگا دو گے تو سونا ہو جائے گا۔ اس کو فروخت کر کے خرچ کرنا۔"

ہم نے کہا:

"اگر یہ کھو جائے تو کیا ہوگا؟"

شاہ صاحب بولے:

"پھر اللہ مالک ہے۔"

ہم نے کہا:

"پھر اللہ کا بھروسہ پہلے ہی سے کیوں چھوڑیں؟"

یہ واقعہ بھی اُس واقعہ سے ملتا ہوا ہے اور یہ دونوں روایتیں خود حضوؒر انور کی زبان مبارک سے مسموع ہوئی ہیں۔ جو معتبر راویوں سے منقول ہیں۔

مولوی بشیر الزماں صاحب رئیس سندیلہ نے جو سنگِ پارس کے غیر موجود ہونے پر بحث کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے وہ بالکل صحیح اور درست ہے۔ اور جن بزرگوں نے حضوؒر انور کو دیکھا ہے وہ جانتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ جن منکرین و مخالفین نے بھی حضوؒر انور کی زیارت کی ہے وہ مان گئے ہیں کہ اس ذاتِ عالی درجات سے جو کرشمہ ظہور میں آجائے کم ہے۔ مگر یہ واقعات ممکن ہے کہ حضوؒر انور کو عالمِ مثال میں مشاہدہ کرائے گئے ہوں۔ جیسے کہ اولیائے کرام کے قدرت کی جانب سے امتحانات ہوتے رہے ہیں۔

حضوؒر انور کی تاثیرات اور خرق عادات و کرامات بدیہی تھیں ان کے مقابل ایسا واقعہ ظاہر ہونا کچھ بھی حیرت انگیز نہیں ہے ۔

وہ خاک کو دیکھ لیں تو اکسیر بنے
گر سنگ کو ٹھکرائیں تو پارس ہو جائے

حضوؒر انور کی کیفیاتِ باطن تو ظاہر ہیں کہ حاضر و غائب کی مدد فرماتے تمامی واقعات و حالات آئینہ تھے گویا لوحِ محفوظ ہر وقت سامنے رہتی تھی۔ اب آخر زمانہ میں حضوؒر انور کی محفل میں ایک عجیب مشغلہ نظر آتا تھا کہ اکثر لوگوں کو ایک تھان کپڑے کا دے دیا کرتے تھے۔ دیگر تحائف اور احرام شریف وغیرہ جو عطا فرماتے تھے وہ بطورِ تبرک تھا۔ مگر یہ کپڑے کا تھان جس کسی کو

دیتے تھے وہ گویا پیام موت ہوتا تھا۔

چنانچہ ایسے اکثر واقعات عین الیقین میں مولانا تحیّر وارثی نے لکھے ہیں کہ آپؒ نے لوگوں کو تھان مرحمت فرمائے تو اسی ہفتہ میں ان کے انتقال کی خبر آئی۔

راقم الحروف کو بھی منشی عبدالغنی خان صاحب قبلہ وارثی رئیس پوروہ غنی خان ضلع رائے بریلی نے اور دیگر بزرگوں نے ایسے واقعات چشم دید لکھے ہیں جن کو فرداً فرداً لکھنا بے سود ہے۔

ان واقعات سے ایک یہ بات خیال میں آتی ہے کہ شاید حضورؒ پر نور کی طرف سے ہدایت ہوتی تھی کہ اب سامانِ سفر تیار کرو یہ بات بہت مشہور ہو گئی تھی کہ جس کسی کو حضورؒ انور کپڑے کا پورا تھان دیں اس کو سمجھ لینا چاہیے کہ وقت مرگ بالکل قریب ہے۔

اس شہرت سے بعض لوگ تھان کے عطا ہونے پر خائف بھی ہونے لگے۔

چنانچہ حافظ پیارے صاحب ناقل ہیں کہ حضورؒ انور کی خدمت عالی میں ایک صاحب رحمان خاں نامی حاضر ہوئے تو آپؒ نے ان کو تھان دینے کا حکم دیا۔

انہوں نے عرض کیا:

"حضور میں تھان نہ لوں گا تہہ بند لوں گا۔"

آپؒ نے فرمایا:

"ہمیشہ تہہ بند لیا اب تھان لیلو۔"

انہوں نے عرض کیا:

"ابھی دنیا سے جی سیر نہیں ہوا۔"

اس پر حضورؒ انور نے تبسم فرمایا اور تہہ بند دیئے جانے کا حکم دیا۔ پھر اور لوگوں کو بھی سبق ہو گیا اور کوئی تہہ بند کے سوا نام ہی نہ لیتا تھا۔

سید علی عابد صاحب چشتی قادری سجادہ نشین سانڈی ضلع ہردوئی بروایت مرزا منعم بیگ صاحب وارثی تحریر فرماتے ہیں :

" رحمان خان صاحب سے چند بار مرزا منعم بیگ صاحب کو ملنے کا اتفاق ہوا ہے تو انہوں نے بیان کیا کہ میں تو مر ہی چکا تھا مگر حضور انور نے میری قضائے مبرم کو معلق کر کے ٹال دیا " ہے :

اولیا را ہست قدرت از الٰہ
تیر جستہ باز گردانند ز راہ

حضور انور کے تصرفات فیض آیات کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ حاضر و غائب تصرفات ظاہر ہوتے تھے۔

ٹھاکر پنچم سنگھ صاحب وارثی رئیس ملاؤلی ضلع مین پوری نے اپنے وارث باغ واقع ملاؤلی میں ایک عمارت وارث منزل کے نام سے تعمیر کرائی۔ جب وہ تیار ہو رہی تھی اس وقت کا واقعہ ہے جو خود ٹھاکر پنچم سنگھ صاحب وارثی بیان فرماتے ہیں :

" میں باہر گیا ہوا تھا جب ملاؤلی میں واپس آیا اور وارث باغ میں اس عمارت کا کام دیکھنے کے لیے گیا تو میرے ماموں ٹھاکر گلاب سنگھ نے بیان فرمایا کہ دو مزدور اوپر کے درجے سے گر پڑے اور چوٹ بالکل نہیں آئی۔" اس بلندی کو دیکھ کر یہ بات قیاس میں نہیں آ سکتی تھی کہ کوئی شخص اس پر سے گرے اور بچ جائے۔ ٹھاکر صاحب کا بیان ہے کہ مجھکو یقین نہیں ہوا حالانکہ جو گرے تھے وہ بھی موجود تھے اور تصدیق کرتے تھے۔ مگر میں نے کہا " یہ گپ ہے۔" اگر اتنی بلندی سے گرتے تو ضرور ہاتھ پاؤں ٹوٹ جاتے۔

اس واقعہ پر گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک لڑکا اس سے بھی اونچی پاڑ سے گر پڑا اور گرتے ہی اٹھ کھڑا ہوا اور بے تکلف زینہ کے راستہ سے اوپر چڑھ گیا۔

اس وقت ٹھاکر صاحب موصوف کو اور سب دیکھنے والوں کو

حیرت سی حیرت تھی۔

یہ غائبانہ تصرف تھا جو اس عمارت کی تیاری کے وقت ٹھاکر صاحب کے مشاہدہ سے گذرا جس کو حضورِ انور کے نام نامی سے نسبت تھی۔

حضورِ انور کی بات بات میں کرامت و خرقِ عادات کا ظہور رہتا تھا سید معروف شاہ صاحب وارثی ناقل ہیں کہ ایک صاحب میر نجف علی نامی جو حضورِ انور سے شرفِ بیعت رکھتے تھے۔ ان کے پاس درِّ نجف تھا۔

کسی شخص سے انہوں نے سُن لیا کہ اصلی درِّ نجف کی یہ شناخت ہے کہ سید کے ہاتھ میں اگر دیدیا جائے تو زمین ہلنے لگے دیواروں کو جنبش ہو وغیرہ وغیرہ۔

وہ اس امتحان کے لیے حضورِ انور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اب یہ تو کہا نہیں جا سکتا کہ حقیقتاً اس کی یہی شناخت ہے، مگر اس وقت جب انہوں نے پیش کیا تو حضورِ انور نے حسبِ دستور اس کو اظہارِ مسرت سے لے لیا۔ اس وقت میں بھی حاضر تھا میں نے دیکھا کہ تمام حاضرین کے جسم ہل گئے اور زمین اور دیواریں ہلنے لگیں۔ آپ نے جلدی سے اس نگینہ کو چھوڑ دیا۔ اور فرمایا: "اچھا اچھا اس کو تمہیں رکھو۔"

شیخ حسین علی صاحب نواب وارثی زمیندار سادہ مئو ناقل ہیں کہ ایک مرتبہ دیوہ شریف میں کاتک کے میلہ کے موقع پر میرے جوتے چوری چلے گئے میں نے ہندی زبان میں ایک کبت لکھا اور اس گم شدگی کو نظم کر دیا۔ حضورؐ کو سنایا تو آپ نے متبسم ہو کر فرمایا "دل لگی ہوئی ہے وہ گیا نہیں۔"

عجیب اتفاق ہوا ہے کہ میں مایوس ہو کر پرانے جوتے پہنے ہوئے نواب گنج کو جا رہا تھا ایک صاحب اجنبی آئے اور کہنے لگے:

"یہ آپ کے جوتے ہیں؟"

میں نے کہا: "ہاں۔"

کہنے لگے: "لیجیے دھوکا ہو گیا۔"

حضورؒ انور کے حالات واقعات کرامات آیات تحفۃ الاصفیا اور عین الیقین وغیرہ میں بہت مرقوم ہیں۔

جو کچھ خوارق عادت حضورؒ سے ظاہر ہوئے وہ فطری طور پر اور بات بات میں ظاہر ہوتے تھے۔

راقم الحروف کو آپؒ کی مقدس اور مبارک حیاتِ ظاہری کے واقعات حالات کو بطور نمونہ لکھنا منظور رہے۔ تمام و کمال واقعات کے رقم کرنے کی جسارت ہو ہی نہیں سکتی۔ اس لیے اکثر روایاتِ خوارق عادات کو نظر انداز کر دیا گیا ہے:

دامانِ نگہ تنگ گُلِ حُسن تو بسیار
گلچینِ نگاہِ تو ز داماں گلہ دارد

منکرین و مخالفین کا انجام

جو مقدس نفوس کہ فانی فی اللہ باقی باللہ ہوتے ہیں وہ اسمائے ذاتیہ و صفاتیہ میں سے کسی اسم کی تجلّی سے خالی نہیں رہتے ہر اسم کی تجلّی کسی نہ کسی موقع پر ان پر وارد ہونی ناگزیر ہے بمجوائے فرمانِ مقدس سَبَقَتْ رَحْمَتِي عَلَىٰ غَضَبِي امثال متکاثرہ حضورؒ پر نور کے محاسنِ اخلاق میں ایسی درج ہو چکی ہیں جن سے ظاہر ہے کہ عموماً بلکہ عادتاً حضورؒ پر نور مخالفین کی بداندیشی بدظنی و بدگوئی کا معاوضہ بمجوائے يَدْرَءُونَ السَّيِّئَةَ بِالْحَسَنَةِ حسنِ خلق سے فرماتے تھے اور اپنے لطف و کرم سے بداندیشوں کے دلوں میں بھی گھر کرتے تھے اور وہ آپؒ کے منقاد و مطیع بلکہ عاشق زار بن جاتے تھے۔ مگر کچھ واقعات ایسے بھی پیش آئے جن میں تجلّی وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ نے اپنا اثر دکھایا اور حاسدین و منکرین کا نوشتۂ تقدیر پورا ہونے کے لیے آپؒ کے ساتھ گستاخی و بے ادبی کا سبب پیدا ہو گیا۔

جیسا کہ واقعات ذیل سے ظاہر ہے :

خان بہادر مولوی محمد باقر خان صاحب وارثی ڈپٹی کلکٹر رئیس رائے بریلی ناقل ہیں کہ حضور انور بہرائچ تشریف لیے جاتے تھے پراگ پور اسٹیشن پر ایک انبوہ خلائق تھا جو قدمبوسی کے لیے ٹوٹا پڑتا تھا یہ مجمع دیکھ کر ریل کا گارڈ بہت پریشان ہوا اور زائرین کو بید کے ذریعے سے ہٹانے اور ایک آدھ بید کسی کے مار بھی دیا۔

اُس وقت حضور انور نے اس کی طرف دیکھا مگر زبان مبارک سے کچھ ارشاد نہیں فرمایا۔

جب بہرائچ کے اسٹیشن پر ریل پہنچی تو وہاں نہایت اعلیٰ پیمانہ پر جلوس کا انتظام تھا جو لاٹ صاحب کے لیے بھی نہیں ہوتا۔

اس گارڈ کو اس گستاخی کی یہ سزا ملی کہ وہ ایک ماہ کے اندر مقدمہ فوجداری میں پھنس گیا اور برخاست ہو گیا۔

حضور انور پر طعن کرنے والوں کا انجام اچھا نہیں ہوا اور یہ اُس بید چلانے کی سزا ملی کہ مقدمہ فوجداری میں ماخوذ ہونا پڑا۔

مولوی شاہ عبدالبصیر صاحب خلیفہ حضرت میاں محمد شیر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (پیلی بھیت)، بروایت چشم دید حضرت ننھے میاں صاحب سجادہ نشین حضرت میاں محمد میر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :

ایک بہت بڑے تاجر کا واقعہ ہے جن کی ایک لاکھ روپے کی تجارت تھی۔ اور نہایت ذی وجاہت لوگوں میں ان کا شمار تھا کہ وہ حضرت حاجی صاحب قبلہ سے بیعت ہوئے۔ جب بیعت ہو چکے تو لوگوں نے ان کو بہکایا کہ وہ تو بے نمازی ہیں تم کیوں ان سے بیعت ہوئے۔

کہنے سننے سے ان کے عقیدے میں فرق آگیا۔ آپ کے ایک مُرید اُن سے ملنے آئے تو تاجر مذکور نے آپ کی شان میں نہایت ناروا الفاظ استعمال کیے۔ اُن کے پاس آپ کا تہبند رکھا تھا۔ وہ بھی انہوں نے غیظ و غضب

کی حالت میں اُن مرید صاحب کے اوپر پھینک دیا۔ تب تو وہ مرید بھی جو
ملنے کے لیے آئے تھے اپنے غصہ کو ضبط نہ کر سکے اور کہنے لگے :

"تم نے حضرت کی شان میں گستاخی کی ہے اس کا انجام اچھا نہ ہوگا"
چنانچہ یہی ہوا کہ اُس روز سے اس تاجر پہ نکبت و ادبار کی گھٹا چھا گئی
وہ تجارت اور ان کا مال و متاع سب برباد ہو گیا۔ یہاں تک کہ ان کو در بدر
بھیک مانگنے کے بعد موت نصیب ہوئی۔

ان کی حالت واقعی نہایت عبرتناک تھی۔ خداوند کریم بزرگانِ دین
کی بدگوئی سے ہر شخص کو محفوظ رکھے۔

قاضی رحمت علی صاحب اکبر آبادی لکھتے ہیں :

قصبۂ ملاولی ضلع مین پوری میں حضورؒ پرنور رونق افروز تھے ایک ہندو
فقیر جو موضع مذکور کے نواح میں رہتا تھا وہ حضورؒ انور کی تشریف آوری کی خبر
سن کر حاضر ہوا اور دروازہ پر کھڑا ہو کر ناروا الفاظ استعمال کرنے لگا۔ اس
قسم کے الفاظ بھی کہتا تھا :

"تو نے لوگوں کے دھرم بگاڑ دیئے اور یہ کر دیا، وہ کر دیا"
حضورؒ انور کو اطلاع ہوئی تو آپؒ نے طلب فرمایا۔ وہاں جو سامنے
گیا اس کے لیے عطاؤ بخشش کے سوا کیا تھا۔۔۔ آپؒ نے اس کو نصف
تہہ بند عطا فرمایا۔ مگر وہ بدستور بدکلامی کرتا رہا اور وہ تہہ بند بھی نہیں لیا۔
حضور انور نے اس کی حد سے زیادہ بے ادبی و گستاخی دیکھ کر
ارشاد فرمایا :

"اس کو نکال دو"
جیسے ہی حکم ہوا اور وہ باہر نکالا گیا تو زار و قطار روتا تھا اور در و دیوار
سے سر مارتا تھا اور کہتا تھا :

"میں لٹ گیا کسی کام کا نہ رہا"
خانجی محمد ارادت خاں صاحب متوطن مرساں ضلع علی گڑھ جو خاندان

نقشبندیہ میں حضرت شاہ رحمت خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہیں۔ لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ میرا چشم دید ہے :

ایک مرتبہ حضورؒ انور قصبہ چاند پور میں مرزا محمد علی صاحب رئیس چاند پور کے یہاں قیام پذیر تھے۔ اکثر لوگ خدمت عالی میں حاضر تھے۔ میں خود بھی اس فیض و برکت کی محفل میں موجود تھا کہ دو شخص آپؒ کی خدمتِ عالی میں حاضر ہوئے یہ دونوں آپ اپنے کو بڑا صاحبِ کمال درویش مشہور کرتے تھے۔

جس وقت یہ دونوں حاضر ہوئے تو نہایت جسارت سے یہ گستاخانہ الفاظ زبان پر لائے :

" فقیری تو دُور ہے، آپؒ کے دل کی سیاہی بھی ابھی نہیں گئی "

آپؒ نے یہ سُن کر ان کی طرف نظر فرمائی اور صرف اسقدر ارشاد فرمایا :

" تم خود سیاہ ہو "

یہ ارشاد فرمانا تھا کہ ہم لوگوں کے دیکھتے دیکھتے ان کا تمام جسم سیاہ ہو گیا ۔۔۔۔!

حاضرینِ محفل پر اس وقت عجیب عبرت اور حیرت کا عالم طاری تھا وہ دونوں سیہ رو اسی وقت پریشان و بدحواس رخصت ہوئے اور اسی حالت میں تیسرے دن دونوں فوت ہو گئے۔

یہ بے ادبی کا فوری نتیجہ ظاہر ہوا۔

اللہ ایسے خیالات سے پناہ میں رکھے :

از خدا خواہیم توفیق ادب

بے ادب محروم ماند از لطفِ رب

ایسے واقعات بھی گذرے ہیں کہ اکثر مخالفین اعتراض کرنے کی غرض سے حاضر ہوئے اور اطلاع ہونے پر ان کو باریابی کی اطلاع ملی تو خوف کی وجہ سے حاضر ہی نہ ہو سکے۔

چنانچہ ایس غلام حاجی صاحب متوطن رائے بریلی لکھتے ہیں:
میرے مکان پر حضورؒ انور قیام پذیر تھے، ایک مولوی صاحب تشریف لائے جو کہنے لگے:
"میں دریافت کروں گا کہ آپؒ نماز کیوں نہیں پڑھتے"
چنانچہ اطلاع ہونے پر بلائے گئے تو دروازہ پر پہنچتے ہی مولوی صاحب کے تمام بدن میں رعشہ آگیا۔ دو قدم اٹھانا دشوار ہوگیا ناچار باہر ہی سے حضورؒ انور کی حقانیت سے مغلوب ہوکر پلٹنے لگے۔ لوگوں نے بہت کہا چلیے مگر مولوی صاحب ایسے حواس باختہ ہوئے کہ انہوں نے ایک نہ سنی اور واپس چلے گئے۔
حضورؒ انور پر اعتراض کرنے والوں کو بھی خدا کی طرف سے مختلف سزائیں ملی ہیں

اعتراضات کی حقیقت

حضورؒ انور کے بعض واقعات دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مخالفین و منکرین کو آپؒ کی ذات محمود الصفات پر کچھ اعتراضات بھی تھے اور تاریخ کی ورق گردانی سے یہ بات اچھی طرح ظاہر ہوتی ہے کہ کسی نبیؑ و ولی کی زندگی مخالفین کے اعتراضات سے پاک نہیں گذری۔

یہ بحث بہت طویل ہے اور اس مبحث میں بہت کتابیں لکھی گئی ہیں۔ حضورؒ انور پر مخالفین کے دو اعتراضات نہایت شد و مد کے ساتھ تھے جو حسب ذیل ہیں:

۱۔ آپ نماز نہیں پڑھتے تھے۔

۲۔ آپ طوائفوں کو علانیہ مرید کرتے تھے اور ان کو اس ناجائز پیشہ کے ترک کرنے کی ہدایت نہیں فرماتے تھے۔

یہ دونوں اعتراض بہت مشہور ہیں جو مخالفین و منکرین کی زبان سے اکثر سنے گئے۔

پہلا اعتراض واقعات سے غلط ثابت ہوتا ہے کیونکہ اکثر واقعات میں آپ کے خوارق عادات و کرامات کے ضمن میں نماز کا ذکر آیا ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ آپ نماز پڑھتے تھے۔ محویت و استغراق کی حالت میں بعض اوقات نماز نہیں بھی ہوتی تھی اور یہ از خود رفتگی کا عالم ہے۔ جیسا کہ خود حضورؒ انور نے چار عالموں سے ان کے سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا:

" حج و زکوٰۃ اس پر کب فرض ہے جو کچھ نہیں رکھتا اگر تم شراب مجاز کے سکر کے قائل ہو تو لامحالہ اس شرابِ حقیقی کے سکر کا بدرجۂ اولیٰ قائل ہونا پڑے گا۔ پھر کب سکر میں نماز روزہ ہے۔"

اسی قول کے مطابق ایک بزرگ کا شعر ہے:

نسیتُ الیوم مِنْ عشقی صلاتی
فلا ادری عشائی مِنْ غداتی

اسی مضمون کو مولینا رومؒ بھی اس طرح ادا فرتے ہیں:

مستےؒ کاید زبوئے شاہِ فرد
صد خُمِ مے در سر و مغزاں نہ کرد
پس براو تکلیف چوں باشد روا
اسپ ساقط گشت و شد بے دست و پا

مولوی رونق علی صاحب وارثی الرزاقی پیچھے پوری لکھتے ہیں کہ حضورؒ انور کی خدمتِ عالی میں ایک بڑے زاہدِ خشک عالم حاضر ہوئے جو اپنے زہد و علم پر بہت نازاں تھے انہوں نے دروازہ ہی سے کہنا شروع کیا:

" آج نماز کا جھگڑا ہو گا اور یہ مسئلہ طے ہو کے رہے گا (یہ عالم صاحب شاید سید محمد ابراہیم شاہ صاحبؒ کے رشتہ داروں میں سے تھے) جب خدمتِ عالی میں پہنچے تو پہلے نماز کے فضائل از روئے قرآن اور حدیث شریف بیان

کرتے رہے۔ حضورؒ پرنور بخندہ پیشانی سب کی تصدیق فرماتے رہے۔
پھر ترکِ صلوٰۃ کے احکام سزا و جزا بیان کرنے لگے۔ حضورؒ انور ان کی بھی
تائید فرماتے رہے اور برضا و رغبت سنتے رہے۔ جب وہ خوب بیان
کر چکے تو آپؒ نے مسکرا کر نہایت شفقت سے ایک گھونسا ان کی پشت پر
مارا اور فرمایا:

"مولانا یہ سب سچ ہے مگر یہ بتاؤ کہ جب کوئی کسی کے پاس بیٹھا
ہو تو وہ اس کو نام لیکر کس طرح پکارے۔ وہ تو کوئی حرکت ہی نہیں کر سکتا
اور مولینا ادب کی لذت میں اور عبادت کی لذت میں بڑا فرق ہے۔"

اس وقت حضورؒ انور کا لہجہ نہایت انکسار و ادب اور بے چارگی کا تھا جو
خداوند تعالیٰ کی شان کے مقابلہ میں حضور فرما رہے تھے اور ارشاد فرماتے وقت
چشمانِ مبارک بھی آبدیدہ معلوم ہوتی تھیں۔ خدا جانے ان الفاظ میں کیا تاثیر تھی کہ
مولینا سب دلائل فراموش ہو گئے اور ان کو جوابِ شافی مل گیا کہ باچشم
پرنم و پر کیف وہ حضورؒ کی محفل سے باہر آئے۔

حضورؒ انور نے یہ ارشاد فرمایا:

"علمائے ظاہری کا مذہب ہے کہ جو دیکھ کے سجدہ کرے اس کو
کو تو کافر کہتے ہیں اور جو بے دیکھے سجدہ کرے وہ مومن کہلائے۔ اسی کو
اندھا پن کہتے ہیں۔ بلکہ حق یہی ہے کہ جو دیکھ کے سجدہ کرے وہی
مومن ہے۔"

جیسا کہ حضورؒ نے ارشاد فرمایا ویسا ہی مولینا روم رحمۃ اللہ علیہ بھی
مثنوی شریف میں فرماتے ہیں ؎:

ہر کہ محرابِ نمازش گشت عین
سوئے ایماں رفتنش میداں تو شین
ہر کہ شد مر شاہ را او جامہ دار
ہست خسراں بہر شاہش اتجار

ہر کہ با سلطان شد او ہمنشیں
بر درش بودن بود حیف و غبین
دست بوسش چوں رسید از بادشاہ
گر گزیند بوس پا باشد گناہ
گرچہ سر بر پا نہادن خدمت است
پیش آں خدمت خطا و ذلت است
شاہ را غیرت بود بر ہر کہ او
بو گزیند بعد ازاں کہ دیدہ رو

حضرت مولینا شاہ ہدایت علی صاحب محدث لکھنوی ؒ ہر کہ محراب نازش گشت عین اللہ کی شرح کشف العلوم میں تحریر فرماتے ہیں جو حسب ذیل ہے :

"جس شخص کی محراب نماز عین اللہ ہو گئی یعنی اس کو عین مشاہدہ ہو رہا ہے تو اس کے واسطے ایمان کی طرف جانا ایک قسم کی برائی ہے اور عیب ہے کیونکہ جس پر ایمان لایا ہے وہ خود سامنے موجود ہے پھر اس وقت دوسری طرف متوجہ ہونا عین خطا ہے کیونکہ پھر ایمان لائے تو کس پر لائے۔

جس کی چشم باطن کھل گئی اور مشاہدۂ عین حق ہو گیا تو اس کو نماز ظاہری اور عبادت دوسری قسم کی گونہ بظاہر فضول سی معلوم ہوتی ہے اور ایمان بالغیب سے اس کو کب تسلی ہو گی۔

ظاہری قیود واسطے ظاہر بیں کے ہیں۔ ان کی تسلی ایسی عبادات سے نہیں ہوتی ہے۔ ہاں البتہ ایسی حالت میں بظاہر گونہ بخلاف طریقۂ آنحضرت لازم آوے گی یہ امر آخر ہے۔

لیکن اس کے بیان میں زبان ساکت ہے اور عاقل کے واسطے یہ مثال کافی ہے کہ :

مثلاً آفتاب کے غروب کا وقت ہے اور ایک شخص پہاڑ کی چوٹی

پر بیٹھا ہوا آفتاب کو دیکھ کر کہہ رہا ہے کہ وہ غروب ہو گیا ہے۔ اور دوسرا شخص جو کہ پہاڑ کے نیچے گھڑی ہاتھ میں لیے کھڑا ہے وہ کہتا ہے:

"ابھی غروب نہیں ہوا ہے اور اس کے ڈوبنے میں دس منٹ باقی ہیں"

اب اس وقت —— ایک چوٹی پر بیٹھا دیکھ رہا ہے اور اپنے معائنہ سے دعویٰ کرتا ہے اور دوسرا پہاڑ کے نیچے از روئے گھڑی دعوے کرتا ہے۔

پس ایسی صورت میں ہر شخص کے نزدیک قول پہاڑ کی چوٹی والے کا معتبر ہو گا۔

اسی طرح مشاہدہ عین ذات کا بمقابلہ اربابِ شریعت کے زیادہ تر قابلِ قبول و وثوق ہے (از کشف العلوم مولینا محمد ہدایت علی محدث لکھنوی) مولینا روم علیہ الرحمۃ نے مثنوی شریف میں متعدد مقام پر عارفان باللہ کے فلسفۂ عبادت پر روشنی ڈالی ہے کہ احکامِ شریعت اور نماز و روزہ اسبابِ ظاہری ہیں۔ جب نشۂ شرابِ محبت میں انسان سرشار ہو جاتا ہے اور اس کو شاہدِ حقیقی کے سوا کوئی نظر نہیں آتا تو ایسا کفر بھی ایمان سے بڑھ کر ہے۔ ایسی خطا بھی ثواب و اطاعت سے زیادہ ہے ؎:

آتشے از عشق در جاں بر فروز
سر بسر فکر و عبادت را بسوز
موسیا آدابِ داناں دیگر اند
سوختہ جان و رواناں دیگر اند
عاشقاں را ہر نفس سوزید نیست
بر دہِ ویراں خراج و عشر نیست
خون شہیداں را ز آب اولیٰ تر است
ایں خطا از صد ثواب اولیٰ تر است

در درون کعبہ رسم قبلہ نیست
چہ غم ار غواص را پاچیلہ نیست
از سرمستاں قلاورزی مجو
جامہ چاکاں راچہ فرمای رفو
ملتِ عشق از ہمہ دیں ہا جدا است
عاشقاں را مذہب و ملت خدا است
لعل را گر مہر نبود باک نیست
عشق در دریائے غم غمناک نیست

حضرت مولینا قدس سرہ العزیز ایک دوسرے موقع پر نماز روزہ کی حقیقت پر بحث کرتے ہیں کہ یہ اسبابِ محبت ہیں۔ جس طرح آغازِ الفت میں محبوب کو تحائف وغیرہ بھیجے جاتے ہیں جن سے مراسم دارتباط میں پختگی پیدا ہو اسی طرح یہ صوم و صلوٰۃ لوازمِ محبت ہیں۔ مگر جب عشق میں پختگی آجاتی ہے تو معشوق بھی عاشق کی طرح عشق کی مقناطیسی کشش سے کھنچ آتا ہے اور من و تو کی گفتگو نہیں رہتی تو ظاہری اسباب پر بھی نظر نہیں جاتی یہ سب ابتدائی مراحل ہیں۔

مولینا فرماتے ہیں ے:

در اثر نبود سبب ہم مظہر ست
ہمچو خویشی کز محبت مخبر ست
نبود آنکہ نور حقش شد امام
مر اثر ہا یا سبب ہا را غلام
چونکہ نور اللہ در آمد مشام
مر اثر ہا ہیچ کس نبود غلام
تا محبت در درون شعلہ زند
زفت گرد دوز اثر فارغ کند

حاجتش نہ بود پئے اعلامِ مہر
چوں محبت نور خود زد بر سپہر
ہست تفصیلات تا گردد تمام
ایں سخن لیکن بجو تو والسلام

ان اشعار کی شرح مولانا بحر العلوم حسب ذیل فرماتے ہیں :

" حاصل آنکہ ایں افعال بیرونی چوں صوم و صلوٰۃ آثارِ محبت ست اگر ملاحظہ کردہ نشود نہ آنکہ نہ باشد پس مظہر سبب محبت ست مر محبت را و آں علم توحید و قدرت کاملۂ حق و غرق کردن در نعمتہائے خود ایں سبب محیط است و مصرع ثانی تنظیر ست یعنی چنانکہ محبت فی مابین را خویشی سبب مظہر ست و بودن خویش سنان محبت مخلوق منافی تنظیر نیست چنانکہ ولی محمد گمان کردہ (بحر العلوم صفحہ ۲۶۰) ایک اور مقام پر حضرت مولینا روم فرماتے ہیں :

" احکامِ شریعت زندوں کے لیے ہیں ۔ مُردوں پر ان کا اجرا نہیں ہو سکتا جو خدا کے نیک بندے خدا کی محبت میں فنا کا جام پی چکے ہیں ان کی حالت مُردوں سے بدتر ہے ۔ :

شرع بہر زندگاں و اغنیا ست
شرع بر اصحاب گورستاں کجا ست
آں گروہے کز فقیری بے برند
صد جہت زاں مردگاں فانی ترند
مُردہ از یک روست فانی در گزند
صوفیاں از صد جہت فانی شدند
مرگ یک قتل ست و ایں سی صد ہزار
ہر یکے را خوں بہائے بے شمار

ظاہر ہے کہ اہلِ عشق و محبت کا کوئی کام عشق و محبت کے خلاف نہیں ہوتا اور کمال عشق میں غلبۂ محویت استغراق محبوب حقیقی کے ساتھ

لازمی ہے۔ ایسی حالت میں جب ظاہری زندگی کا رخ پلٹا ہوا ہے تو احکام شریعت کی اگر بجا آوری کا نہ دیکھی جائے تو محلِ اعتراض نہیں ہے۔

حضور انور کی ذاتِ اقدس پر جو فی زمانہ منکرین کو اعتراض ہے یہ اُنکی ناواقفیت پر مبنی ہے ورنہ اربابِ شریعت و طریقت نے اکثر زمانہائے سلف میں بھی ایسے مقدس نفوس کو دیکھا ہے اور ان کی بزرگی و برتری کا اعتراف کیا ہے۔

چنانچہ مولینا جامی رحمۃ اللہ علیہ نفحات الانس میں لکھتے ہیں:

شیخ عبداللہ یافعی رحمت اللہ علیہ گفت کہ یکے از اہل علم مرا خبر داد کہ یکے از فقرا را میدید کہ نماز گزارد۔ روزے اقامت میکردند واو نشستہ بود فقیہے از سرِ انکار اور اگفت برخیز و نماز بہ جماعت گزار برخاست و با ایشان تکبیرِ نماز گفت رکعتِ اوّل بگذارد و فقیہہ منکر در پہلوئے او بود چوں بہ رکعت دوئم برخاستند۔ فقیہہ نظر بوے کرد کسے دیگر دید غیر آں و وکس کہ اوّل نماز می گزاردند و در رکعت چہارم دیگرے دید غیر آنہا چوں سلام دادند دید کہ ہما کس اوّل ست بر جائے خود نشستہ واز آں کس کہ در حال نماز دیدہ بود اثرے نبود۔ آں فقیہہ نظر بوے کرد او بخندید و گفت اے فقیہ کدام یک ازاں چہار کس با شما نماز گذارد۔

شیخ عبداللہ یافعی گوید کہ مثلِ ایں فقیہہ شنیدم کہ صادر شد از قضیب البان رحمہ اللہ تعالیٰ تا بعضے از فقہا و قاضی موصل را نسبت بوے انکار تمام بود یک روز دید کہ در یکے کوچہائے موصل از مقابل وے قضیب البان رحمتہ اللہ علیہ می آید خود اندیشید کہ براو قصہ وے را بحاکم رسانم تا وے را بسیاسے برساند ناگاہ دید کہ بصورت پہلوان گُردے بر آمد و چوں مقدارے دیگر پیش آمد بصورتِ اعرابی بر آمد چوں نزدیک تر شد بصورت عالمے بر آمد چوں بہ قاضی رسید گفت اے قاضی کدام قضیب البان را بحاکم ببری و سیاست

میکنی قاضی از انکار خود توبہ کرد و مرید شد بہ شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گفتند کہ قضیب البان نماز نہ می گذارد گفت ہیچ مگوئید کہ " سر وے در خانہ کعبہ در سجود ست "

(نفخات الانس)

ترجمہ : نفخات الانس

شیخ عبداللہ یافعی فرماتے ہیں کہ ایک عالم نے مجھ سے بیان کیا :

" ایک فقیر ہے جس کو کبھی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا گیا، ہر چند اس سے تاکید کی جاتی ہے مگر وہ گریز کرتا ہے ۔

ایک روز وہ بیٹھا ہوا تھا کہ نماز کے لیے اس سے کہا گیا وہ شریک جماعت ہو کر نماز پڑھنے لگا ۔

جب دوسری رکعت ہوئی تو دیکھا کہ کوئی اور شخص ہے ۔ چوتھی رکعت میں دیکھا کہ اور کوئی ہے ، جب سلام پھیرنے کے بعد دیکھا تو وہی فقیر اپنی جگہ بیٹھا ہوا تھا اور اُن ہر سہ افراد میں سے جن کو حالتِ نماز میں دیکھا تھا کوئی نہ تھا ۔"

فقیہ نے اس کی طرف دیکھا تو اس فقیر نے مسکرا کر کہا :

" ان چاروں میں سے کس نے تمہارے ساتھ نماز پڑھی ؟"

عالم صاحب کا بیان سن کر شیخ عبداللہ یافعی نے فرمایا :

" ایک ایسا ہی واقعہ مجھے بھی معلوم ہے کہ موصل کے متشرع اصحاب کو جناب قضیب البان علیہ الرحمتہ سے انکار تھا ۔ ایک روز حسنِ اتفاق سے ایک گلی میں شہر کے قاضی و مفتی صاحبان سے مڈبھیڑ ہو گئی ۔ ان دونوں صاحبوں کے دل میں خیال آیا کہ ان کو پکڑ کے حاکمِ وقت کی خدمت میں لیجانا چاہیئے تاکہ ان کو سزا ملے ۔

جب یہ دونوں قریب پہنچے تو دیکھا کہ حضرت قضیب البان علیہ الرحمتہ

ایک قوی ہیکل پہلوان کی شکل میں ہیں۔ جب کسی قدر نزدیک ہوئے تو دیکھا کہ ایک اعرابی کی صورت میں ہیں۔ جب بالکل قریب ہوئے تو وہ ایک متشرع عالم کی شکل میں نظر آئے۔

جب قاضی صاحب سے چار آنکھیں ہوئیں تو فرمایا:
"کونسے قضیب البان کو پکڑ کے حاکم کے پاس لیجاؤ گے اور کسے سزا دلواؤ گے"

قاضی صاحب نے توبہ کی اور فوراً مرید ہو گئے۔

حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا:
"قضیب البان نماز نہیں پڑھتے!"

تو آپؒ نے فرمایا:
"کچھ نہ کہو، ان کا سر خانۂ کعبہ میں سجدہ میں ہے"

نفحات الانس کی جو عبارت نقل کی گئی ہے اس سے ظاہر ہے کہ حضرت غوث الاعظم کے زمانہ میں بھی ایک بزرگ گزرے ہیں جن پر نماز نہ پڑھنے کا الزام تھا مگر حضرت غوث الثقلینؒ نے ان کی نسبت فرمایا:
"ہیچ مگوئید کہ سرِوے در خانۂ کعبہ در سجود است"

حقیقتہً وہ تارکِ نماز نہ تھے، یہ ظاہر بین نگاہوں کا قصور تھا کہ ان کو موردِ الزام بنایا۔

اسی طرح دیگر بزرگانِ دین نے بھی لکھا ہے چنانچہ مولینا شاہ تراب علی صاحب قلندر قدس سرہ العزیز فتح الکنوز میں تحریر فرماتے ہیں:

دبدان اے برادر بعضے بندہ ہائے خدا اند کہ ہر پنج نماز نہ گزارند مگر بکہ و بعضے بمدینے و بعضے در بیت المقدس و بعضے فوق سدِ اسکندر و بعضے بر جبلِ قاف و بعضے در قبہ و بعضے بر جبل معظم کہ مشرف ست بر بحر سویس پس اکثر ایں قسم مردان را بینند و گویند تارک الصلوٰۃ است خطا کردہ اہل ایں مقام

مے دانند کہ تارک صلوٰۃ از چہ باشد از کسل و تہاون یا وجہ دیگر و عبدالقادر
دشطوطی گفت چند گویند اہل مصر کہ عبدالقادر نماز نمی گذارد واللہ ما ہرگز
قطع صلوٰۃ نہ میکنیم ما را اما کون ست آنجا میخوانیم و خبر داد ما را شیخ محمد نیز کہ
ابراہیم المبتولی با دیدم کہ ہرگز ظہر در مصر نہ می گذارد۔ مردم گفتند مگر ظہر بر
ابراہیم فرض نیست او ظہر را در جامع ابیض میخواند و سید علی خواص نیز ظہر در ہمان جامع
میخواند ——————— و شیخ بدرالدین او را
میگفت یا شیخ ظہر بر تو فریضہ است و شیخ ساکت میماند و شیخ یوسف
کروی خبر داد ما را کہ او ظہر را با سید ابراہیم در جامع ابیض بارہا خواند و دیدم
امام آں مسجد امرد بود جوان نحیف البدن و زرد رنگ چوں زعفران یکبار حاضر
شدم نزد عبدالقادر دشطوطی وقتیکہ اذان ظہر شنید بغلطید و گفت ما را بپوشا
نید بغلاف پوشانیدم دیدم کہ زیر غلاف کسے نہ بود بعد ازاں بیامد بعد پا
نزدہ در جہ و علی خواص نیز بعد ازان ظہر دروازۂ خود بند می کرد و بعد ساعتے
میکشاد۔ روزے وقت بند کردن دیدند او را نیافتند۔ حاصل اینکہ احوال
را در کار آنہا تسلیم باید کرد و عارفان را کہ مقتدائے مردم اند حفظ ظاہر
ضرور ست کہ حق سبحانہ تعالیٰ حرام را بر کسے اولیا مباح نکردہ و نہ شرع
را منسوخ و نبی ما آخر رسل ست و نیست ناسخ شرع او را کسے۔ و شیخ
فرمودہ ولی را مبادرت نباید بر معصیتے کہ مطلع شدہ در تقدیر الٰہی در حق خود
چنانچہ جائز نیست کسے را کہ کشف شد بروے کہ فلاں روز رمضان بیمار
خواہد شد۔ مبادرت بر فطر آں روزہ نکنند تا وقتیکہ بیمار نشود چرا کہ حق تعالیٰ
مشروع نکردہ فطر بروے مگر در بیماری تا انتظار بیماری صبر نماید این ست
مذہب ما و مذہب محققین والسلام

در صفحہ ۶۹

(فتح الکنوز)

ترجمہ : فتح الکنوز

اور جاننا چاہیے کہ بعض خدا کے بندے ہیں جو بظاہر پانچ وقت کی نماز ادا نہیں کرتے مگر مکہ میں اور بعض مدینہ میں اور بعض بیت المقدس میں اور بعض سدِ سکندری پر اور بعض کوہ قاف پر اور بعض قبہ میں اور جبل معظم پر جو بحر سویس میں ہے۔ پس اکثر لوگ اس قسم کے افراد کو دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں :

" یہ تارک الصلوٰۃ ہیں"۔ ایسے لوگوں کو جو تارک الصلوٰۃ کہتے ہیں وہ برسرِ خطا ہیں اور اس مقام پر پہنچنے والے جانتے ہیں کہ تارک الصلوٰۃ کس وجہ سے ہے۔

کسل سے یا سستی سے یا دوسری وجہ سے' اور عبدالقادر وشطوطی نے فرمایا ہے کہ بہت سے اہل شہر کہتے ہیں :

" عبدالقادر تارک نماز ہے"

واللہ ہم ہرگز نماز ترک نہیں کرتے ہمارے لیے مواضع ہیں وہاں نماز پڑھتے ہیں"

مجھکو شیخ محمدؒ سے بھی معلوم ہوا کہ ابراہیم ملبتولی کو دیکھا گیا کہ ہرگز نماز ظہر مصر میں نہیں پڑھتے لوگ کہتے :

" شاید ظہر' ابراہیم پر فرض نہیں ہے"

وہ نمازِ ظہر کو جامع ابیض میں ادا کرتے ہیں۔

شیخ بدر الدین جو سیّد علی خواص کے مرید تھے۔ وہ اپنے پیر سے کہتے تھے :

" اے شیخ نماز ظہر آپ پر فرض ہے"

شیخ یہ سنکر خاموش رہتے تھے۔

اور شیخ یوسف کردی نے ہمکو خبر دی کہ انہوں نے ظہر کی نماز سید

ابراہیم کے ساتھ جامع ابیض میں بارہا پڑھی اور میں نے دیکھا کہ امام اس مسجد کا یعنی جامع ابیض کا بے ریش جوان زرد رنگ مثل زعفران کے تھا۔
ایک مرتبہ میں شیخ عبدالقادر دشطوطی کے یہاں حاضر ہوا۔ اس وقت نماز ظہر کی اذان سنی گئی بس وہ زمین پر لوٹنے لگے اور مجھ سے کہا:
مجھکو غلاف سے چھپاؤ۔"
بس میں نے ڈھانک دیا۔ میں نے دیکھا کہ غلاف کے اندر کوئی نہ تھا پندرہ منٹ کے بعد وہ آگئے۔ اور علی خواص بھی بعد اذان ظہر اپنا دروازہ بند کر لیتے تھے اور ایک گھنٹے کے بعد کھولتے تھے۔ ایک روز دروازہ بند کرنے کے بعد ان کو دیکھا تو موجود نہ تھے۔

حاصل یہ ہے کہ ارباب حال کو ان کے کاموں پر چھوڑ دینا چاہیئے اولیاء اللہ کو جو مقتداہیں ظاہر کی حفاظت ضرور ہے۔ اس لیے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے حرام کو اولیاء میں سے کسی پر مباح نہیں کیا اور نہ شرع کو منسوخ کیا۔ اور ہمارے نبیؐ آخر رسل ہیں اور آپؐ کی شریعت کو کوئی نسخ کرنے والا نہیں ہے۔

شیخ نے فرمایا ہے کہ ولی کو ایسی معصیت پر جو تقدیر الٰہی میں اس کے لیے ممکن ہو جلدی نہ کرنا چاہیئے۔

چنانچہ یہ جائز نہیں ہے کہ اگر کسی پر یہ بات ظاہر ہو جائے کہ فلاں روز رمضان میں وہ بیمار ہوگا تو اس روز افطار میں جلدی نہ کرے۔ بیمار ہونے تک انتظار کرنا چاہیئے۔

یہ ہے ہمارا اور محققین کا مذہب۔ والسّلام۔

حضرت قطب المشائخ بندگی مولینا شیخ محمد اکرم صابری القدوسی رحمہ در لطائف قدوسی از پدر خود قطب عالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی الحنفی نقل می کند کہ فرمود حضرت شیخ الشیوخ رعایت شرع کردہ کہ حفظ فرائض مقلندیہ فرمودہ وقلندریہ دیدام

کہ در ترک فرائض باک نہ داشتند چنانچہ حضرت شاہ شرف بو علی قلندر پانی پتی د خواجہ کرک قلندر و امثالہا و ما خود دیدہ ایم کہ شیخ حسین سہروردی ثم جونپوری قلندر مطلقاً ترک فرائض داشت باوجود آنکہ از علمائے فحول بود حضرت قطب عالم می فرماید کہ شیخ محمد جونپوری را گفتم کہ شیخ حسین نماز نمی گذارد و شیخ محمد فخر الدین فرمود ما نہ می گوئیم کہ شیخ حسین نماز نمی گذارد و شیخ حسین یک ترکتانی در راہِ خدا تعالیٰ است لیکن وے راہِ قلندریہ دارد و ما راہِ تصوف دہم شیخ رکن الدین در لطائف قدوسی مے گوید عزیز من ترکِ فرائض از قلندریہ من حیث الظاہر یا از آنست کہ حق تعالیٰ ایشان را مرتبہ روحی عطا فرمودہ است و قدرت دادہ است کہ چندارواح در یک حال و یک وقت خود را چند جا بنمایند پس اگرچہ در وقتے و در مقامے ترکِ فرائض از ایشان دیدہ می شود توا ند بود کہ ہمدرین وقت در مقامے دیگر فرائض بجا آوردہ و تاز آنست کہ در عقل شان کہ مناط تکلیف ست خللے پدید آمدہ است و معتوہ شدہ اند و بر معتوہ تکلیفاتِ شرعیہ نیست چنانچہ بر مجنون نیست پس ایشان بہ رخصت شرع غیر مکلف شدہ اند اگرچہ من حیث الظاہر در بعضے امور ہوشیاری از ایشان دیدہ می شود چوں عقل کہ مناط تکلیف ست ندارند غیر مکلف اند ۔

ترجمہ : مضمونِ بالا

البراسوی رحمۃ اللہ علیہ اقتباس الانوار میں تحریر فرماتے ہیں ۔ لطائفِ قدوسی میں اپنے والد بزرگوار شیخ عبد القدوس گنگوہی سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت شیخ الشیوخ نے فرائض کی نگہداشت جو قلندریہ میں فرمائی ہے وہ شرع کی رعایت سے ہے اور ہم نے قلندروں کو دیکھا ہے کہ فرائض کے ترک کرنے میں کسی قسم کا خوف نہیں رکھتے ۔ جیسے کہ حضرت شاہ شرف الدین بو علی قلندر پانی پتی یا خواجہ کرک قلندر اور مثل ان دونوں کے ہم نے خود دیکھا ہے

کہ شیخ حسین سہروردی جونپوری قلندر فرائض بالکل ترک کردیتے تھے باوجودیکہ وہ بڑے پایہ کے علماء میں سے تھے۔

حضرت قطب عالم فرماتے ہیں:

"شیخ محمد فخرالدین جونپوری سے ہم نے کہا کہ شیخ حسین نماز نہیں پڑھتے"

تو شیخ محمد فخرالدین" نے فرمایا:

"ہم نہیں کہہ سکتے کہ شیخ حسین نماز نہیں پڑھتے۔"

شیخ حسین ایک نزکتانی خدا کے راستے میں ہیں لیکن وہ طریقہ قلندریہ رکھتے ہیں اور ہم تصوف کے طریقہ میں ہیں"

اور یہی شیخ رکن الدین لطائف قدوسی میں لکھتے ہیں۔

غرض ترک فرائض قلندریہ سے باعتبار ظاہر کے ہے یا اس وجہ سے کہ خداوند تعالیٰ نے ان کو مدارج روحانی سے سرفراز فرمایا ہے اور یہ طاقت عطا فرمائی ہے کہ چند ارواح کے ساتھ ایک حال اور ایک وقت میں اور ایک مقام میں ترک فرائض ان سے دیکھا جاتا ہے تو ممکن ہے کہ اسی وقت کسی دوسرے مقام میں فرائض ادا کرتے ہوں۔

یا اس وجہ سے کہ ان کی عقل میں جو دار و مدار تکلیف ہے کوئی تبدیلی ظاہر ہوئی ہے اور معتوہ ہو گئے ہیں۔ اور معتوہ پر تکلیفات شرعی نہیں ہیں۔ جیسے کہ مجنوں پر نہیں ہیں۔

پس یہ لوگ بموجب شرع غیر مکلف ہیں اگرچہ باعتبار ظاہر بعض امور میں ان سے ہوشیاری دیکھی جاتی ہے۔

جب عقل جو دار و مدار تکلیف ہے نہیں رکھتے ہیں تو غیر مکلف ہیں۔ مندرجہ بالا اقتباس جو نہایت مستند علماء اور اہل اللہ کی روایات کی بنا پر ہیں ان کو محض اس لیے درج کیا گیا ہے کہ مخالفین و منکرین کو معلوم ہو کہ زمانۂ سلف میں بھی اکثر ایسے درویش گزرے ہیں جو بظاہر پابند شریعت نہ تھے اور لوگوں کو ان پر بدگمانی کا موقع ملا مگر وہ نہایت ابرار اور مقدس

بزرگوں میں تھے اور اس زمانہ کے متشرع اولیاء اللہ نے ان کے مراتب کو پہچانا اور کسی قسم کا ان پر اعتراض نہیں کیا۔

یہ بھی ظاہر ہے کہ ان میں وہ کمالات روحانی موجود تھے کہ ایک وقت میں متعدد مقامات پر خود کو دکھا سکیں اور اس قسم کے دوسرے خوارق عادات بھی ان سے ظاہر ہوئے جن کی وجہ سے علماء شریعت کو بھی ان کا قائل ہونا پڑا۔

اس موقع پر ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کہنا چاہتے بلکہ حضور انور کے حالات و واقعات پیش نظر ہیں جو آپ کے صوری و معنوی کیفیات کے خود شاہد عادل ہیں۔

اسی وجہ سے اس اعتراض کے جواب میں ہم نے اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھا محض لوگوں کو بدگمانی سے بچانے کے لیے ان کے سامنے دوسرے بزرگوں کے تذکرے پیش کر دیے ہیں۔

اب دوسرا اعتراض جو طوائفوں کو مرید کرنے کی بابت ہے اس کی مختصر طور پر حقیقت بیان کی جاتی ہے:

حضور انور بے شک طوائفوں کو مرید کرتے تھے مگر مرید فرماتے وقت اس سے توبہ کراتے تھے اور اکثر مرتبہ پیشہ ترک کر دینے اور نکاح کر لینے کی خاص ہدایت فرماتے تھے۔ اس بارہ میں حضور انور پر کوئی شرعی الزام عائد نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ آپ نے تنبیہہ و تہدید ضرور فرمائی ہے بلکہ بعض مریدین با تمکین جو متشرع لوگوں میں ہیں ان کے علم میں یہ بات ہے کہ جس قدر طوائفیں حضور انور کے دستِ مبارک پر بیعت ہوئی ہیں وہ سب اپنے پیشہ سے تائب ہوگئی ہیں۔

چنانچہ مولوی رونق علی صاحب وارثی الرزاقی ہنستے پوری لکھتے ہیں:

"حضور سے اکثر طوائفیں بیعت تھیں مگر جو طوائف مرید ہوئی وہ رقص و سرود اور اپنے پیشہ سے تائب ہوگئی۔

قصبہ محمود آباد کی ایک مشہور اور نہایت متمول طوائف اامامن نامی حضورؒ سے بیعت ہوئی اور اپنے پیشہ سے تائب ہو کر حضورؒ کے عشق و محبت میں فقیرانہ زندگی اختیار کر لی۔"

مولینا تجیرؔ وارثی علین الیقین میں لکھتے ہیں کہ موضع منگلسی ضلع فیض آباد کا واقعہ ہے؛

ایک مرتبہ آپؒ وہاں تشریف لے گئے تو آبادی نامی ایک طوائف نے آکر حضور کو گانا سنایا حضورؒ پر خوب کیفیت طاری تھی۔ اس نے بکمالِ ادب درخواستِ بیعت کی تو آپؒ نے فرمایا؛

"اس پیشہ سے تائب ہو کر مرید ہو سکتی ہو۔"

اس طوائف نے اسی وقت توبہ کی اور ایک دیندار مسلمان سے نکاح پڑھوالیا۔

اور بھی ایسے واقعات ہیں اور بعض واقعات حضورؒ انور کے مذہبی خیالات کے ذکر میں اسی کتاب میں درج ہو چکے ہیں۔

حضورؒ انور نکاح کی ہدایت ضرور فرماتے تھے اور بعض کو غلبۂ محویت و استغراق کے باعث اس وقت خاص طور پر ہدایت نہ فرماتے تو دوسرے اوقات میں متنبہ فرماتے تھے۔

بعض محققین نے نقادانہ حیثیت سے بھی حضورؒ انور کے حالات کی چھان بین کی ہے۔

چنانچہ خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی اخبار وکیل مطبوعہ ۲۰؍جنوری ۱۹۰۹ء میں حضورؒ پر نور کے حالات پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ان کے سامنے جو آیا اور دستگیری کا طالب ہوا انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ باضابطہ تعلیم و تلقین کی پروا نہ تھی البتہ جو تاثیر خدائے تعالیٰ نے انکو عطا فرمائی تھی اس سے کوئی محروم نہ رہتا تھا۔ تقدیر اور نصیب کے موافق کچھ ہر شخص کو مل جاتا تھا۔ بعض طوائفوں کی نسبت سنا ہے کہ وہ حاجی صاحب

کی مریدی کے بعد پیشہ سے تائب ہوگئیں، بعض میں ایک قسم کی حیا پیدا ہو گئی اور وہ عامیانہ آوارگی بد چلنی سے کنارہ کش ہوگئیں۔ بعض میں دینی حمیت اور بزرگان دین کے احترام کا جذبہ زیادہ بڑھ گیا۔"

مندرجہ بالا شہادتوں سے ظاہر ہے کہ حضورؐ انور کے فیوض و ہدایات سے اکثر طوائفوں کو حقیقی توبہ نصیب ہوئی۔

سندر طوائف ساکنہ بدایوں شریف جو عرصہ سے لکھنؤ میں بود و باش رکھتی تھی اور نہایت مشہور رقاصہ و مغنیہ تھی، نہایت متمول تھی، عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتی تھی۔ جس کی نازک مزاجی کے واقعات اس وقت تک خاص طور پر لوگوں میں مشہور ہیں۔ اور جو دیوہ شریف میں بتقریب عرس پاک حضرت سیدنا قربان علی شاہ صاحب قبلہ رضی اللہ عنہ آتی تھی تو اس کے نہایت امیرانہ ٹھاٹھ ہوتے تھے ڈیرے خیمے اس کی جانب سے نصب ہوتے تھے غرضکہ دنیاوی اعتبار سے بہت شاندار زندگی کا لطف اس کو حاصل تھا۔ وہ حضورؐ انور کے عشق و محبت میں اسیر ہوگئی۔ اپنے پیشہ سے اس کو توبہ نصیب ہوئی اور اُس نے وہ عیش و نشاط کی زندگی سب خاک میں ملادی۔ اب تہبند ہی اس کا پر تکلف لباس ہے اور برہنہ پائی اس کی زیب و زینت کا زیور ہے۔ اس کی حضورؐ کی محبت میں جو حالت ہے وہ قابلِ رشک ہے۔ لوگ اس کی گذشتہ حالتوں اور اس زندگی کو دیکھ کر زمین و آسمان کا فرق محسوس کرتے ہیں اور تعجب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

حاجی اوگھٹ شاہ صاحب وارثی رکھتے ہیں کہ:

"مسماۃ رفقا ساکنہ کلکتہ یہودن ہے جو توریت خواں بھی ہے اور انگریزی بھی پڑھی ہوئی ہے۔ اس نے حضورؐ انور کی بیعت کے بعد اسلامی عقیدہ اختیار کیا۔

اور مشہور ہے کہ اپنا ناجائز پیشہ بھی چھوڑ دیا اور دستکاری پر اوقات بسر کرتی ہے۔

اس قسم کے اکثر واقعات ہیں اور یہ بالکل غلط اور خلافِ توقع ہے کہ حضورِ انور نے توبہ کی ہدایت نہیں فرمائی اگر یہ کہا جائے کہ بعض کسبیاں بیعت ہوئیں اور بیعت ہونے کے بعد بھی وہ اسی پیشہ میں ملوث رہیں تو یہ ان کا فعل ہے اس سے یہ کیونکر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت نے انہیں اپنا پیشہ ترک کرنے کی ہدایت نہیں فرمائی تھی۔ البتہ وہ موردِ الزام ہیں کہ باوجود حضورِ انور کی ہدایتِ خاص کے انہوں نے نافرمانی کی اور اپنے ناجائز پیشہ سے دست بردار نہ ہوئیں۔ اس کا مواخذہ اور بار ان کی گردن پر ہے اور ان کو اس وقت تک حضورِ انور کی محبت کا دم بھرنے سے شرمانا چاہیئے جب تک وہ ارشادِ عالی کی تعمیل پر ثابت قدم نہ ہوں۔

کیونکہ جب ان کے افعال شنیعہ کے باعث حضورؒ کی مقدس اور بزرگ ذات پر منکرین و حاسدین کو یہ طعن کرنے کا موقع ملا (اگرچہ وہ طعن اصولاً غلط ہے) تو ان پر اس طعن کا باعث ہونے کی وجہ سے ایک اور فردِ قراردادِ جرم لگ گئی۔ کیونکہ وہ حضورِ انور کے سامنے بھی محجوب ہیں۔ حضورِ انور کی ذاتِ اقدس پر ان کی نافرمانی سے کوئی الزام عائد نہیں ہوسکتا وہ خود قصوروار ہیں اور یہ ان کا نوشتۂ تقدیر ہے۔ بزرگانِ دین کا کام ہدایت کرنا ہے۔ اس مسئلہ کو حضرت مجا قلندرؒ لاہرپوری نے بالکل صاف کردیا ہے جو حسبِ ذیل ہے۔

مکتوب چہارم حضرت مجا قلندر لاہرپوری بنام شیخ عبدالرسول کھنڈی کہ از خلفائے ارشد بود

جامع المعقول والمنقول عرفان پناہ حقائق و معارف آگاہ شیخ عبدالرسول ساکن کھنڈ و منع اللہ المسلمین بطول بقاءہ از درویش مجتبےٰ معروف بہ مجا لاہرپوری

دعائے تحیت موصول باد اے برادر ہر طالب کہ پیش تو آید در تربیت او تقصیر مکن باقی سعادت و شقاوت بدست تو نیست بر ید قدرت و عنایت بازبستہ است پیغمبران نتوانستند کہ مردودِ ازلی را مقبول گردانند پیران توانند کہ مہجور ازلی را موصول گردانند ہمچو دلیل مصطفےٰ علیہ السلام نتوانست کہ ابی طالب را بہ راہِ راست بیارند پس من و تو کے توانیم کہ مہجوران ازل را واصل گردانیم لیکن چوں کسے را کہ دولتِ مقبول دراز رفتہ است بہ صحبت من و تو ظاہر گردد من و تو نیکنام می شویم فلاں بہ صحبتِ فلاں واصل گشت و بخدا رسیدہ و خدا را شناخت اے برادر صحبت را اثرہاست کہ در خلوت نیست آنچہ از صحبت اولیا یک ساعت حاصل شود از خدمتِ ہشتاد سال نتوان کرد مَنْ اراد ان یجلس مع اللہ فلیجلس مع اھل التصوف ہر کہ ہم نشینی با خدا خواہد گو کہ بنشیند بہ اہلِ تصوف رحمت بر جانش باد کہ گفت سہ : ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا

گو نشیں اندر حضورِ اولیاء

شیخ عبداللہ انصاری میفرمایند کہ خداوندا با دوستانِ خود چہ فضل کردہ ہر کہ ایشان را شناخت ترا یافت و ہر کہ ترا یافت ایشان را شناخت جانِ من بعضے از جہاں گماں برند کہ اولیا گذشتند ہیچ دریں زمانہ نہ ماندہ است سہ :

گرچہ خورشید بوم بے نورست

از پئے ضعفِ خود نہ از پئے اوست

مکتوبِ مندرجہ بالا سے ناظرین خود نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ شقاوت و سعادت ازلی ہوتی ہے اور نوشتۂ تقدیر ظہور میں آئے بغیر نہیں رہتا۔

مگر حضورؐ انور جو عشق و محبت کی مجسم تصویر تھے اور غلبۂ استغراق و محویت و از خود رفتگی میں ضرب المثل تھے۔ آپ اگر ہدایت نہ فرماتے تو بھی آپ کی ذات محمود الصفات پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ حالت کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ اور آپ کی مقدس روحانی تاثیرات

مائل ہوئی ہیں۔

اکثر طوائفیں حضورِ انور کے دستِ مبارک پر حقیقی طور پر تائب ہوئی ہیں اور انہوں نے اپنے پیشہ کو ترک کر دیا۔ جیسا کہ بعض کا تذکرہ مذکور ہوا ہے۔ اور خود بھی حضورِ انور نے جس شد و مد سے تہدید و تنبیہ فرمائی ہے اور ایسی طوائفوں پر جو بعد بیعت تائب نہیں ہوئیں۔ اس قدر اظہار ناراضی فرمایا ہے جو حد درجہ جلال پر مبنی ہے۔

حضورِ انور کے مذاقِ عشق کو دیکھتے ہوئے جہانِ محبت کے سوا کسی کا رنگ کا پتہ نہیں چلتا۔ امورِ شریعت میں اسقدر انہماک اور ایسی قیودِ ظاہری کی ہدایت حقیقتاً اس بات کی بیّن شہادت ہے کہ آپؒ کی ذات مجمع البرکات سے ہر قسم کی نسبتوں کا اعلیٰ سے اعلیٰ ظہور ہوتا تھا اور کیفیاتِ باطن کی طرح ظاہری قیود میں بھی آپؒ بدرجۂ اتم کمال رکھتے تھے۔

مخالفین کے اعتراضات واقعات سے بالکل علیحدہ ہیں۔ حقیقتاً کسی بات کے اسباب و علل دریافت کرنے کے لیے اچھے دل و دماغ کی ضرورت ہے۔ اپنی حالت کے اعتبار سے اہل اللہ پر معترض ہونا ایک فعلِ لاطائل ہی نہیں بلکہ گمراہی ہے جیسا کہ مولٰینا روم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎ :

جملہ عالم زین سبب گمراہ شد
کم کسے ز ابدال حق آگاہ شد
ہمسری با انبیا برداشتند
اولیا را ہمچو خود پنداشتند
گفتہ اینک ما بشر ایشاں بشر
ما و ایشاں بستۂ خوابیم و خور
این نہ دانستند ایشاں از عمیٰ
ہست فرقے درمیاں بے منتہا

ہر دو گوں زنبور خورد ند از محل
لیک شد زیں نیش وزاں دیگر عسل
ہر دو گوں آہو گیا خوردند و آب
زیں یکے سرگیں شد وزاں مشکناب
جز کہ صاحب ذوق کہ شناسد طعوم
شہد را ناخوردہ کے داند زموم
سحر را بمعجزہ کردہ قیاس
ہر دو را بر مکر پندار داساس
ساحران با موسیٰ استیزہ را
برگرفتہ چوں عصائے او عصا
ایں عصا تا آں عصا فرقیست ژرف
زیں عمل تا آں عمل راہے شگرف
لعنت اللہ ایں عمل را درقفا
رحمت اللہ آں عمل را در وفا

باوجود غلبۂ محویت واستغراق اور دیگر کمالاتِ روحانی آپؒ قیودِ ظاہری کی بھی سختی سے ہدایت فرماتے تھے۔

حضورؒ انور بظاہر بھی نماز کے پابند تھے اور بعض اوقات کی نماز روزانہ پڑھتے ہوئے لوگوں نے بچشمِ خود دیکھا ہے۔

معترضین کا اعتراض بالکل خلاف واقعہ ہے حالانکہ حضورؒ انور کی حالت دیکھتے بالکل نماز نہ پڑھتے دیکھنا کچھ بھی باعثِ استعجاب نہ تھا۔ البتہ بعض اوقات کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھنا قابلِ حیرت ہے۔

تاہم حضورؒ انور قیودِ ظاہری کی بہت زیادہ پابندی فرماتے تھے اور اس زمانہ کے اکثر بزرگوں کو حضورؒ انور کے ساتھ شریکِ جماعت ہونے کا موقع ملا ہے۔

چنانچہ حضرت مولینا مولوی حاجی عابد حسین صاحب قبلہ رئیس فتح پور ضلع بارہ بنکی جو اپنے زمانۂ طفولیت سے اکثر حضورؒ انور کی خدمتِ عالی میں تنہا اور اپنے پیر و مرشد حضرت مولینا شاہ نذیر علی صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ بھی آتے رہے۔

اپنی عینی شہادت پر حضورؒ انور کی نماز کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

"میرے نزدیک وہ پابند تھے، اگرچہ جماعت کے تارک تھے ترک بمعنی انکار نہیں اس لیے کہ دو چار مرتبہ میں نے باجماعت نماز پڑھتے دیکھا اور سنا ہے۔"

معترضین کے اعتراضات کی حقیقت بیان کرنے کے بعد جو ان کی ناواقفیت پر مبنی ہیں اب یہ دیکھنا ہے کہ اس زمانہ کے علمائے کرام اور مشائخ عظام آپؒ کی نسبت کیا اعتقاد رکھتے آئے۔ آیا وہ بھی حضورؒ انور کو ایک مسلّم بزرگ سمجھتے آئے کہ نہیں۔ ان کو بھی امورِ ظاہری میں حضورؒ انور پر کوئی اعتراض ہوا یا نہیں۔

انہوں نے حضورؒ انور کے مدارج و مراتب اور آپؒ کی مقدس زندگی کے متعلق جو اپنی رائے قائم ہوگی وہ یقیناً غیر جانبداری کا پہلو رکھتی ہوگی۔ اس لیے ان کی رائیں ایک نئے عنوان سے لکھی جاتی ہیں۔

تاکہ معلوم ہو سکے کہ اس زمانہ کے مشاہیر علما و مشائخ کے حضورؒ کی نسبت کیا خیالات ہیں اور حضورؒ انور کی مقدس روحانیت کو انہوں نے کس حد تک تسلیم کیا ہے۔

یہ مختلف بیانات نہایت روشن پہلو رکھتے ہیں جو اس زمانہ کے حقائق و معارف آگاہ بزرگوں کے بیانات پر مبنی ہیں۔

حضرتؒ کی نسبت علمائے معاصرین و مشائخ کی رائیں

حضورؒ انور کے زمانہ میں جو علمائے کرام اور مشائخینِ عظام گذرے ہیں

ان میں سے اکثر بزرگوں کی حضورؒ انور سے ملاقات ہوئی ہے اور بعض بزرگوں کی ملاقات نہیں ہوئی۔ اس لیے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس باب میں حضورؒ انور کے متعلق تمام بزرگوں کی رائیں درج ہوں گی۔ کیونکہ بعض ایسے بزرگوں کے بھی حالات دریافت نہ ہوسکے جن کو ملاقات کا اتفاق ہوا ہے۔ بعض جلیل القدر بزرگوں کی بیان کردہ روایات دوسرے مواقع پر لکھی جاچکی ہیں۔

بعض معاصرین سے ملاقات ہی کا اتفاق نہیں ہوا اور بعض سے ملاقات بھی ہوئی تو ان ملاقاتوں کے صحیح حالات نہیں مل سکے۔

بعض لوگوں نے اپنے پیر و مرشد کے کلمات طیبات تو تحریر فرمائے کہ حضورؒ کی نسبت ان کا کیا خیال تھا مگر بسلسلۂ روایت اپنا نام ظاہر کرنے کی ممانعت کردی۔

اس لیے راقم الحروف نے ان روایات کو بالکل درجِ کتاب نہیں کیا۔ بعض نے ایسے واقعات دینے میں بھی تکلف فرمایا۔

بعض نے کسی وجہ سے مجبوری ظاہر فرمائی۔ جیسا کہ سلسلہ نقشبندیہ کے ایک بزرگ نے اپنے والا نامہ میں راقم کتاب ہذا کو تحریر فرمایا ہے جو حسبِ ذیل ہے:

"اس سراپا ناہنجار کو ضرور اس عالی جاہ سے نسبت رُوحی ہے۔ انہیں کے صدقہ میں خداوند کریم مجھکو صحیح النسب رکھے۔ بخدا لایزال چند باتیں ایسی ہیں کہ جن میں علمائے دین و عوام کا تو کیا ذکر بہت سے اہلِ نسبت درویش پرخاش پر آمادہ ہوجائیں گے۔"

تاہم جو کچھ بھی راقم الحروف کو صحت کے ساتھ حالات دستیاب ہوئے ہیں وہ لکھے جاتے اور ان کے اسمائے گرامی خود اس بات کی بین شہادت ہیں کہ وہ اس زمانہ میں کس پایہ کے بزرگ گذرے ہیں۔ اور راویوں کی ثقاہت بھی مسلمہ ہے ان واقعات و حالات سے علاوہ اس بات کے کہ حضورؒ کے بارہ میں اس زمانہ کے اربابِ شریعت و طریقت کے کیا خیالات

رکھتے۔

حضورِ انور کے اخلاق و صفات کے تذکرے سے بھی ناظرین استفادۂ روحانی حاصل کریں گے کہ آپؒ سے علمائے کرام و مشائخِ عظام سب ملتے تھے اور آپؒ جہاں تشریف لیجاتے وہاں کے بزرگانِ دین آتے اور ملتے تھے علاوہ ازیں اگر کوئی بزرگ معتکف ہوتے تو حضورِ انور خود ان سے ملنے جاتے تھے۔

جو آپؒ سے ملنے کے لئے آتے تھے آپؒ ان کی بیحد تعظیم و تکریم فرماتے اپنے بستر مبارک سے اُٹھ کھڑے ہوتے اور چند قدم چل کر ان سے معانقہ فرماتے تھے اور وہ نہایت شاد و مسرور ہو کر حضورِ انور کی محفل سے جاتے تھے۔

غرضکہ اپنے معاصرین سے آپؒ کا خاص ارتباط تھا۔ اس باب میں اگرچہ مختلف واقعات ہیں۔ مگر نہایت دلچسپ اور حقانیت و روحانیت کا پہلو رکھتے ہیں جو علمائے فرنگی محل لکھنؤ کے خیالات حضورِ انور کی نسبت تھے۔ وہ خاص سند المحدثین فخر المتکلمین مسند آرائے شریعت و طریقت مولینا مولوی قیام الدین عبد الباری صاحب قبلہ فرنگی محلی لکھنوی نے تحریر فرما کر ارسال فرمائے ہیں۔ حضرت مولینا ئے ممدوح الشان کے دو والا ناموں کا اقتباس حسبِ ذیل ہے۔

علمائے کرام فرنگی محل

جناب حاجی سید شاہ وارث علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سلسلۂ قادریہ رزاقیہ کثرہم اللہ کے مشاہیر افراد سے تھے جن کے توسل سے بہت کثیر تعداد لوگوں کی مشرف بہ بیعت اسی سلسلۂ عالیہ سے ہوئی علمائے فرنگی محل دامت فیوضہم کا بھی سلسلہ وہی ہے اس لیے قریب تر تعلق نسبتی تھا۔ اوائل زمانہ میں جبکہ غدر نہیں ہوا تھا۔ حاجی صاحب فرنگی محل میں اکثر آتے تھے۔

اور جناب مولینا مولوی ابوالحسن صاحب حفید[۱] مولینا مولوی بحرالعلوم سے ان کی بہت دوستی تھی ۔

جہانتک مجھے علم ہے علمائے فرنگی محل حضرت حاجی صاحب کو کاملین سے اعتقاد کرتے تھے اور بے قیدی شریعت سے ان کا معذور اور دوسروں کا ایسے امور میں جو شریعت کے بظاہر خلاف ہوں ان کا اتباع کرنا نارو سمجھتے تھے ۔

میرے دادا صاحب مولینا محمد عبدالرزاق صاحب قدس سرہٗ سے ۱۳۰۶ھ میں آخر مرتبہ ملاقات کی غرض سے تشریف لائے تھے اسی سال میرے دادا کا انتقال ہوا ۔ میں ان کی عیادت کو حاضر ہوا تھا ۔ وہ ان کا آخر وقت تھا مجھے بہت زیادہ صحبت کرنے کی نوبت نہیں آئی ۔ میں نے ان کی تعریف کرتے اپنے والد مولینا عبدالوہاب قدس سرہٗ اور مولینا عبدالغفار صاحب حفید مولانا بحرالعلوم قدس سرہٗ اور حضرت مخدوم زادہ والا تبار سجادہ نشین حضرت بانسہ قدس سرہٗ اور دیگر اکابر کو دیکھا ہے ۔

جناب مولوی کرامت اللہ صاحب مغفور حفید مولینا محمد رضا شارح مسلم و از خلفائے حضرت شاہ عبدالرزاق بانسوی قدس سرہٗ العزیز مولوی وحید اللہ صاحب فرنگی محلی کو بیعت ارادت حضرت حاجی صاحب سے تھی ۔

مولینا عبدالوہاب قدس سرہٗ فرنگی محل

حضرت والد ماجد مولینا عبدالوہاب قدس سرہٗ نے بارہا میری تقشف طالب علمی کے باعث حاجی صاحب کے بارہ میں ان کی ظاہری بے

---

[۱] : پوتا ۱۲

قیدی کے تاویلات بیان فرمائے۔ دو مرتبہ میرے سامنے ملاقات کی پہلے موضع رہرامئو میں بانسہ شریف کی واپسی کے وقت جب کہ شیخ مبارک علی صاحب کے یہاں حاجی صاحب مقیم تھے۔ ملاقات کی اور مجھ سے فرمایا:

"میں یہ اطمینان نہ مل سکا۔ اس وجہ سے کہ غیر محرم عورات کا ہجوم تھا۔ حاجی صاحب چونکہ اپنے مشغلہ میں ہیں انکو چاہے کچھ ضرر نہ ہو مگر ہم ایسے۔ باہوش لوگوں کو ایسے وقت میں اطمینان نہیں ملتا ہے۔

دوسری مرتبہ بوقت واپسی ردولی شریف میرے والد ماجد اور حضرت حاجی صاحب ایک درجہ میں تھے باہم ملاقات رہی۔ میں دوسرے درجہ میں تھا۔

بارہ بنکی کے اسٹیشن پر مجھے والد صاحب نے بلایا اور حاجی صاحب سے کہا:

"یہ میرا چھوٹا لڑکا ہے۔"

حاجی صاحب نے بہت جلد جلد کچھ فرمایا اور میری پشت پر دو تین ہاتھ مارے۔

میں اس وقت صغیر السن تھا۔ مجھے اس فعل سے تعجب ہوا۔ والد صاحب نے کہا:

"حاجی صاحب نے تمکو مٹھائی عطا فرمائی ہے۔"

چنانچہ ایک خادم نے چھابہ مٹھائی کا اور اس میں ایک ہانڈی دہی بڑوں کی تھی میرے آدمی کو دیدی۔

تھوڑی دیر میں راجہ رام نگر سابق آئے۔ حاجی صاحبؒ نے ان کو بھی مارا۔ اس وقت میرا تعجب رفع ہو گیا۔ میں نے والد ماجد صاحب سے عرض کیا:

"یہ کون فقیر ہیں جو لوگوں کو مارا کرتے ہیں۔"

انہوں نے فرمایا :

"حاجی صاحب ہی جس سے خوش ہوتے ہیں اس سے اسی طرح پیش آتے ہیں۔"

والد صاحب نے حاجی صاحبؒ سے میرے لیے دعا کرنے کی خواہش کی۔

مولینا عبدالغفار قدس سرہٗ فرنگی محل

مولینا مولوی عبدالباری صاحب قبلہ فرنگی محلی تحریر فرماتے ہیں کہ میں بعد فراغتِ کتب درسیہ مثنوی مولینا روم قدس سرہٗ حضرت مولینا عبدالغفار صاحب سے پڑھتا تھا اور میرے ہمراہ جناب اخی معظم مولینا عبدالرؤف صاحب مرحوم و استاذی مکرم مولینا عبدالباقی صاحب ساکن مدینۂ طیبہ بھی درس میں شریک تھے۔ اثنائے سبق میں علامتِ اولیائے کرام کے متعلق گفتگو ہوئی۔ میں نے مدارِ تقویٰ پر شبہ کرتے ہوئے حضرت حاجی صاحب کا ذکر کیا تو میرے والد ماجد صاحب قدس سرہٗ (مولینا عبدالوہاب صاحبؒ) نے مولینا عبدالغفار صاحب سے کہا :

"آپ ان کا شبہ تفصیل سے رفع کر دیجئے۔"

اور فرمایا :

"حاجی صاحبؒ سے چند افعال ایسے منسوب ہیں جو ان سے سرزد نہیں ہو سکتے۔ جیسے اکابر انبیا مثل حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے بے ادبی۔

یہ حاجی صاحبؒ کی شان نہیں ہے لوگوں نے ان پر اتہام کیا ہے۔ البتہ بے قیدی فرائض تو وہ ان کی ادائیگی سے قاصر و معذور رہیں۔ اگر کھانے یا دیگر راحتِ جسمانی کی طرف وہ مائل ہوتے اور اس کو باہوش

لوگوں کی طرح برتتے تو البتہ ترکِ ذائقن کا الزام ان پر عائد ہوتا، مگر مجھے معلوم ہوتا ہے کہ کھانے پینے کی اشیا محسنی و تقبیح میں بھی ان کو کامل اعتیاز بوجہ دوسرے قلبی مشاغل کے باقی نہیں ہے۔"

پھر جناب مولانا عبدالغفار صاحب نے فرمایا کہ مجھ پر ایک واقعہ گزرا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حاجی صاحب کو کیفیت باطنیہ حاصل ہے۔ واقعہ یہ ہے:

"حاجی صاحب لکھنؤ میں آئے ہوئے تھے۔ اس زمانہ میں مجھے فقیروں سے ملنے کا بہت شوق تھا۔ میں ان کے پاس حاضر ہوا۔ حاجی صاحب لوگوں کی طرف سے کروٹ لیے ہوئے لیٹے تھے۔ میں جا کر بیٹھ گیا اور ایک ذکر جو میں نے اپنے بھائی مولانا ابوالحسن صاحب کو اپنے پیرومرشد حضرت مولانا عبدالولی صاحب قدس سرہٗ کے روبرو کرتے دیکھا تھا حاجی صاحب کی مجلس میں چپکے چپکے کرنا شروع کر دیا اس خیال سے کہ ایک بزرگ کی موجودگی میں دنیاوی خیالات نہ آنے پائیں۔

تھوڑی دیر میں حاجی صاحب نے فرمایا:

"یہ کون آیا ہے اس کو نکالو۔"

میں نے اس طرز کے کلام کو کسی سے نہ سنا تھا۔ سخت ناگوار ہوا، یہ کہتا ہوا چلا آیا:

"ہم جانتے ہیں، ہم تو بزرگ سمجھ کر آئے تھے۔ اخلاقِ محمدی اگر نہیں ہے تو ہم کو اعتقاد بھی نہیں ہے۔"

حاجی صاحب مسکراتے رہے اور کچھ نہیں فرمایا۔

میں چلا آیا۔

اتفاق سے دوسرے یا تیسرے دن حاجی صاحب میرے مکان پر آئے اور مجھ سے مولانا ابوالحسن (میرے بڑے بھائی صاحب) کو دریافت کیا۔ میں ان کے اخلاق کا شاکی تو تھا۔ ان سے نہایت درشت لہجہ میں کہا:

"جائیے وہ مکان پر نہیں ہیں"

حاجی صاحب واپس جارہے تھے کہ مولانا ابوالحسن صاحب آگئے اور دیر تک باتیں کرتے رہے۔

جب حاجی صاحب رخصت ہوئے تو میں نے مولینا ابوالحسن صاحب سے کہا:

"یہ شاہ صاحب تو بہت بد اخلاق ہیں۔ میں ان سے ملنے گیا تو مجھے انہوں نے نکلوا دیا"

بھائی صاحب نے فرمایا:

"ایسا تو نہیں ہے، یہ تو بہت خوش خلق ہیں، تم نے دیکھا کس طرح ملے شاید تم نے کوئی فعل ایسا کیا ہوگا جو ناگواری کا سبب ہوا۔"

اس پر میں نے کہا:

"میں تو بہ ادب، ذکر و شغل میں مصروف تھا"

انہوں نے فرمایا:

"کونسا ذکر تھا؟"

میں نے ذکر بتایا تو بھائی صاحب بہت ہنسے اور فرمایا:

"ان کو تم غصہ دلاؤ اور کہو کہ وہ بد اخلاق ہیں۔ یہ تو تمہاری غلطی ہے۔ وہ ذکر سلب کیفیت کا حضرت پیر و مرشد مجھے تعلیم کر رہے تھے، تم کو بغیر دریافت ذکر نہ کرنا چاہیئے تھا"

اس واقعہ کو مفصل فرمایا اور کہا:

"تم اس سے سمجھ سکتے ہو کہ حاجی صاحب کو اس وقت اس قدر کیفیت تھی کہ سلب کیفیت کے ذکر سے ناگواری ظاہر فرمائی"

مولینا عبد الرؤف صاحب فرنگی محلی

مولینا عبد الباری صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت اخی مکرم مولینا

عبدالرؤف صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ میں حاجی صاحب کے بارہ میں بہت متامل تھا ایک معتبر بزرگ جنہوں نے اپنے نام کے ظاہر ہونے کی ممانعت کر دی ہے ایک شخص کا اسی کی زبانی قصہ بیان کیا جس سے میرا تامل جاتا رہا وہ واقعہ یہ ہے :

وہ شخص مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ پیر کامل کی ہدایت ہو، خواب میں ارشاد ہوا :

"لکھنؤ فرنگی محل میں (مولینا شاہ) عبدالرزاق (قدس سرہ) سے بیعت کر لو"

یہ شخص چلا آیا، مگر جدہ سے کچھ ایسی تعویق ہوئی کہ لکھنؤ جب پہنچا تو معلوم ہوا کہ حضرت نے وفات فرمائی۔

وہ پھر مدینہ طیبہ حاضر ہوا اور عرض حال کیا خواب میں پھر ارشاد ہوا کہ :

"مولینا فضل الرحمن یا حاجی وارث علی کے مرید ہو جاؤ"

وہ شخص واپس آیا۔ بوجہ اتباع ظاہر شریعت مولینا فضل الرحمن صاحب کا مرید ہو گیا، مگر یہ خیال اس کو رہا کہ حاجی صاحب بھی ان اکابر سے ہیں جن کی طرف اشارۂ روحانیت حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا تھا، اس وجہ سے ان کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیئے۔

چنانچہ وہ بہ اجازت اپنے پیر و مرشد کے حاضر ہوا۔ حاجی صاحب نے دیکھتے ہی فرمایا :

"ہم تو یا مین تھے، ہم تو یا مین تھے"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حاجی صاحب کو قوتِ کشفی بھی کامل حاصل تھی۔

میرے بھائی مولینا عبدالرؤف صاحب نے فرمایا :

"مجھے تامل اس وجہ سے تھا کہ اپنے دادا صاحب قدس سرہ (مولینا شاہ عبدالرزاق) کو حاجی صاحب کے ذکر پر ایسے کلمات کہتے سنتا تھا کہ

جس سے معلوم ہوتا تھا کہ اہل علم کی صحبت کو پسند نہیں فرماتے۔

جب مولینا عبدالغفار صاحب اور مرید حضرت مولینا فضل الرحمٰن صاحب کا واقعہ مجھے معلوم ہوا تو میرا تامل رفع ہو گیا۔

حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی قدس سرہ کے قصہ کو سن کر کہ مشہور ہے زمانہ حیات شیخ اکبر قدس سرہ میں شیخ کی صحبت سے لوگوں کو منع فرماتے تھے۔ جب وفات ہوئی تو لوگوں سے فرمایا کہ چلو قطب وقت نے انتقال فرمایا ہے۔ سعادتِ شرکت جنازہ حاصل کرو۔ بعض لوگوں نے عرض کیا:

"حضرت آپ نے حیات میں تو ان کی ایسا فرمایا، ان کی صحبت کے فیض سے محروم رکھا اب بعد وفات ایسا ارشاد ہوتا ہے۔"

فرمایا:

"وہ تو ایسے ہی تھے جو میں اب کہتا ہوں مگر تمہارے عقول ان کے اقوال کے مطالب سمجھنے سے قاصر تھے تم گمراہ ہو جاتے اس وجہ سے میں نے منع کیا۔

اس کے بعد میرے بھائی صاحب نے فرمایا:

"کیا عجب ہے اگر دادا صاحب کا انتقال بعد حاجی صاحب کے ہوتا تو وہ بھی ایسا ہی ارشاد فرماتے۔

شاہ احمد حسین صاحب بالنوی

حضرت میاں احمد حسین صاحب بالنوی قدس سرہ نے ارشاد فرمایا:

"میں حاجی صاحبؒ کو اپنے لڑکپن سے جانتا ہوں۔ ابتدائے عمر میں بڑے نمازی اور پابندِ شریعت تھے۔ جماعت کسی وقت کی ترک نہیں ہوتی تھی۔ مدتوں سفر و سیاحت میں بسر کی ہے۔ آخر میں بوجہ مشغولی بعض اذکار کے ایسی حالت ہو گئی ہے جو تم لوگ دیکھتے ہو۔

مولینا عبدالباری صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ میں حضرت حاجی صاحبؒ کو

ایک معمولی فقیر سمجھتا تھا مگر ان واقعات کے باعث و نیز انتقال کے زمانہ میں ایک امر پیش آنے سے (یہ واقعہ "حسن اخلاق" کے تذکرے میں درج کیا گیا ہے) مجھے ان سے حسن عقیدت ہو گیا۔ مخالفت شریعت کو تو اچھا نہیں سمجھتا ہوں مگر ان کو معذور اور اکابر وقت سے اعتقاد کرتا ہوں۔

مولانا محمد نعیم صاحب فرنگی محلی

مولوی محمد ناظم علی صاحب فضلی نائب مہتمم مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ جب حافظ سراج الیقین صاحب نبیرہ و صاحب سجادہ حضرت شاہ نجات اللہ صاحب صادق محب قادری قدس سرہٗ نے اپنے فرزند کا تقریب سجادہ نشینی کی تو اتفاقاً تا بوجہ عرس کے حضرت حاجی صاحب و نیز حضرت مولینا محمد نعیم صاحب فرنگی محلی قدس سرہما بھی شریک جلسہ تھے مولینا محمد نعیم صاحب شریعت و طریقت کے اعتبار سے نہایت بلند پایہ رکھتے تھے اور اکابر وقت میں سے گذرے ہیں۔

حاجی صاحبؒ نہایت مذاق آمیز جملہ کو زبان مبارک سے ادا فرماتے ہوئے اٹھ کر مولینا کی طرف معانقہ کے لیے چلے مولینا محمد نعیم صاحب بھی ویسے ہی مذاق آمیز لفظوں کے ساتھ حاجی صاحب کی طرف بڑھے اور باہم دونوں بزرگوں میں معانقہ ہوا۔ اس وقت حاضرین جلسہ پر عجیب اثر تھا۔

حضرت مولینا شاہ فضل الرحمن صاحب قبلہ نقشبندی

واقعات مذکورۂ بالا سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضورؒ انور کو اپنے معاصرین سے خاص ارتباط تھا۔

حضرت مولینا شاہ فضل الرحمن صاحب قبلہ (گنج مراد آباد) رضی اللہ عنہ سے آپؒ کی ملاقات کے بعض واقعات مشہور ہیں۔

اور بعض ایسی روائتیں درج کرتا ہوں جن سے حضورِ انور کے اور حضرت مولینا صاحب قبلہ رح کے مراسم و اتحاد کا پتہ چلتا ہے اور ظاہر ہوتا ہے کہ باہم خاص ارتباط تھا۔

مولوی رونق علی صاحب وارثی الرزاقی پیتھے پوری لکھتے ہیں کہ مجھے منشی عبدالرحیم صاحب قانونگو فتح پور ضلع بارہ بنکی نے بیان کیا جو حضرت مولینا صاحب قبلہ کے مرید راسخ ہیں کہ میں اپنے پیر و مرشد حضرت مولینا صاحب قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ارشاد فرمایا:

"تمہارے جوار میں دیوہ شریف ہے تم جناب حاجی صاحب سے ملتے رہو، اور اپنا اصول رکھو۔"

چنانچہ وہ اس کے مزادل ہو گئے۔

یہ واقعہ بھی منشی عبدالرحیم صاحب فضلی کا بیان کردہ ہے کہ شیخ ہادی حسن صاحب پیرزادہ بندگی نگر حضرت مولینا صاحب قبلہ کی خدمت میں بیعت کے لیے حاضر ہوئے تو حضرت مولینا صاحب نے فرمایا:

"تم کو حاجی صاحب سے خلوص و ارادت نہیں ہے تمہاری بیعت نہ لونگا۔"

مولوی محمد ناظم علی صاحب فضلی نائب مہتمم مدرسۂ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ تحریر فرماتے ہیں:

"ہمارے مدرسہ میں مولوی عابد حسین صاحب سہسوانی موجود ہیں جو نثر میں مرزا غالب دہلوی کے اور نظم میں ایک اہل زبان کے شاگرد ہیں ایک چشتیہ سلسلہ کے بزرگ سے شرف بیعت رکھتے ہیں اور ایک شیخ عالی جاہ نقشبندی سے مستفید ہیں۔ انہوں نے ہمارے مولینا گنج مرادآبادی رح کی زبان مبارک سے (ایک مرتبہ) سنا کہ "حاجی صاحب مقام حیرت میں ہیں۔"

حضرت مولینا احمد میاں صاحب قبلہ سجادہ نشین فرزند حضرت مولینا شاہ فضل رحمن صاحب قبلہ نے ایک والا نامہ میں جو جناب مولوی حسام

الدین احمد صاحب قبلہ فضلی مؤلف انوار العیون ولباس المحبوب وغیرہ (پشنرد ڈپٹی کلکٹر و رئیس سراوہ ضلع میرٹھ) کو لکھا ہے اسمیں دوسری ملاقات کا واقعہ حسب ذیل تحریر فرمایا ہے:

"اور دوسری مرتبہ جب تشریف لائے تو پونے بارہ بجے دن کے ہونگے (مولینا صاحب سے جو مقبرہ کی کو لیا یعنی گلی آمد و رفت کی ہے وہیں بغلگیر ہوئے) اور یہ فرمایا:

"اپنے چھوٹے لڑکے کو بلا یئے" (یعنی میرا نام لیا)

چنانچہ مجھکو حضرت نے بلوایا۔ مجھ سے بھی حاجی صاحب بغلگیر ہوئے۔ براہِ اشفاق بہت سی باتیں میرے حق میں فرمائیں۔ میں نے اور مولینا صاحب نے مسجد کے باہر دروازہ تک پہنچایا۔

وہاں سے پھر بانگرمؤ گئے۔ تیسری مرتبہ جب تشریف لائے تو ایک صاحب کے یہاں شب کو دعوت تھی۔

جب کھانا حاجی صاحبؒ کے سامنے آیا تو یہ فرمایا:

"پیشتر کھانا مولینا صاحب کو پہنچاؤ۔"

چنانچہ کھانا آیا اور حاجی صاحب ۴ بجے شب کے بانگرمؤ تشریف لے گئے۔"

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ

جناب سید غفور شاہ صاحب حسامی الوارثی نے ایک کتاب انگریزی زبان میں حضور انور کے حالات میں تالیف فرمائی ہے۔ اسمیں لکھا ہے کہ مولوی احمد حسین صاحب متوطن راہراوان ضلع بارہ بنکی کے بھائی کا واقعہ ہے کہ:

جب وہ حج کو جانے لگے تو حضور انور کی خدمتِ عالی میں اجازت کے لیے حاضر ہوئے۔ حضور انور نے ان سے ارشاد فرمایا:

"میرا سلام حاجی امداد اللہ صاحب سے کہنا۔ وہ ایک وقت میرے ساتھ تھے اور اب مکہ شریف میں رہتے ہیں"
ان کا بیان ہے کہ جب میں نے آپ کا سلام پہنچایا تو حضرت حاجی امداد اللہ صاحب پر ایک خاص اثر ہوا اور ان کے آنسو نکل آئے۔
جواب میں فرمایا:
"میری جانب سے ہندوستان کے آفتاب سے درخواست کرنا کہ بہبودی کی دعا کریں کیونکہ میرا وقت آگیا ہے"
جب میں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ پیغام پہنچایا تو حضور انور نے فرمایا:
"حاجی امداد اللہ صاحب خود ولی کامل ہیں ان کو دعا کی کیا حاجت ہے۔"
حضرت مولینا شاہ سلیمان صاحب قادری چشتی پھلواروی راقم الحروف کو تحریر فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت حاجی قبلہ امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا تھا:
"حاجی وارث علی شاہ سا مومد پھر دیکھنے میں نہیں آیا۔

حضرت میاں محمد شیر شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ (پیلی بھیت)

مولوی وارث علی صاحب متوطن قصبۂ اترولی ضلع علی گڑھ جو حضرت میاں محمد شیر شاہ صاحب قبلہ کے مریدین خاص میں ہیں۔ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت میاں محمد شیر شاہ صاحب قبلہ کے روبرو حضرت حاجی صاحب قبلہ کا تذکرہ آیا تو فرمایا:
"وہ بہت بڑے آدمی ہیں۔ جو شخص ان سے خلاف ہوتا ہے اس کی صورت دیکھنے کو میرا جی نہیں چاہتا"
مولینا مفتی ابو نور صاحب وارثی سنبھلی فرماتے ہیں:

"میں حضرت میاں محمد شیر شاہ صاحبؒ سے بدعقیدہ تھا جب حضورؒ وارث پاک کی خدمت میں حاضر ہوکر شرف بیعت سے مستفید ہوا تو بعد بیعت خود بخود مجھکو حضرت میاں محمد شیر شاہ صاحب سے عقیدت ہوئی اور میں دیوہ شریف سے پیلی بھیت گیا اور حضرت میاں صاحب قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

مجھے دیکھ کر فرمایا:

"تو خود نہیں آیا ہے، کسی کا بھیجا ہوا آیا ہے۔"

پھر فرمایا:

"بعض کو باپ دادا کی دولت ہاتھ آجاتی ہے تو وہ اس کے لٹانے میں دریغ نہیں کرتے۔ میری تو اپنی کمائی ہے۔"

مجھے اپنے کانوں سے یہ ارشاد سنکر حضرت میاں صاحب قبلہ کے اس مقولہ کی تصدیق ہوگئی جو میں نے بعض اکابر سلسلہ سے سنا تھا کہ حضرت حاجی صاحب میاں محمد شیر شاہ قبلہ نے حضرت وارث پاک کا تذکرہ پھر فرمایا کہ: "حاجی صاحب کو باپ دادا کی دولت ملی ہے۔ وہ جس فیاضی سے چاہیں لٹائیں۔ میری تو کمائی ہے مجھے درد ہے۔"

حافظ شاہ محمد یحییٰ صاحب قبلہ میرٹھی۔ جو حضرت قبلہ میاں محمد شیر شاہ صاحب نوراللہ مرقدہٗ کے خلفائے کبار میں ہیں، فرماتے ہیں کہ ہمارے حضرت میاں محمد شیر شاہ قبلہ سے میرے روبرو حضرت حاجی صاحبؒ کا ذکر آیا تو فرمایا:

"حاجی صاحبؒ بہت بزرگ اور نہایت مقدس ہیں۔ ایک مرتبہ پیلی بھیت تشریف لائے تھے تو ملاقات ہوئی تھی۔"

مولینا حکیم مشتاق علی صاحب قلندر قدس سرہٗ

مولانا حکیم مشتاق علی صاحب[1] قلندر رحمتہ اللہ علیہ کو خیال تھا کہ عوام

---

[1] مولینا حکیم مشتاق علی صاحب رحمتہ اللہ علیہ مین پوری میں طبابت کرتے

ہیں جو مشہور ہے کہ حضرت حاجی صاحب نماز نہیں پڑھتے۔ کسی موقع پر ملنا ہو تو دریافت کرنا چاہیئے۔

حکیم صاحب کا معمول تھا کہ بعد نماز جمعہ حضرت حافظ شاہ محمد عارف صاحب ابوالعلائی (جو مین پوری میں ایک بہت بڑے بزرگ گذرے ہیں) سے ملنے جایا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ بعد نماز جمعہ حافظ ممدوح سے ملنے گئے تو دیکھا کہ حاجی

بقیہ: حاشیہ

تھے اور حضرت مولینا شاہ تراب علی صاحب قلندر کاکوروی کے خلفائے کبار سے تھے۔ حتیٰ کہ ایک مرتبہ انہوں نے اپنے پیرومرشدؒ کو لکھا کہ جسقدر ذکرو اشغال تعلیم ہوئے تھے وہ میرے ورد میں ہیں اب کچھ اور عنایت فرمایئے۔ تو جواب آیا کہ آپ جو کچھ کرتے ہیں وہ کافی و وافی ہے۔ فقیر سے اتنا بھی نہیں ہو سکتا۔ حضرت مولینا حکیم مشتاق علی صاحب نے اس مقدس دلانامہ کو اپنے شجرہ کے ساتھ قبر میں رکھنے کی وصیت فرمائی تھی۔

ایک مرتبہ مین پوری میں شیخ اکرام حسین صاحب مختار کے یہاں حضرت مولینا عبداللہ شاہ صاحب کمل پوش کی دعوت تھی اور ان کے ساتھ حافظ شاہ محمد عارف صاحبؒ اور حکیم مشتاق علی صاحب اور مولوی حسین بخش صاحب خلیفہ شاہ میر محمد قلندر برادر خورد شاہ محمد کاظم قلندر اور دیگر بزرگوں کی بھی دعوت تھی حضرت مولینا عبداللہ شاہ صاحب کمل پوش نے مولینا حکیم مشتاق علی صاحب کی طرف سر سے پیر تک بغور دیکھا اور فرمایا "بابا حکیم خوش رہو" دعوت کے بعد لوگوں نے حضرت مولینا عبداللہ شاہ صاحب کمل پوش سے استفسار کیا کہ آپ نے مخصوص طریقہ سے ان کی طرف دیکھ کر ایسا کیوں فرمایا تو انہوں نے جواب دیا "میں نے دیکھا کہ ان کے لطائف ستہ ہر دم ذاکر و شاغل ہیں" اسی طرح کے اور واقعات بھی مولینا حکیم مشتاق علی صاحب کے مشہور ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بڑے پایہ کے بزرگ گذرے ہیں۔

صاحب قبلہ بھی وہاں رونق افروز ہیں۔ معاً دل میں خیال آیا کہ یہ موقع اچھا ہے آج دریافت کرنا چاہیئے مگر عجب اتفاق ہوا۔ جیسے ہی مولینا حکیم مشتاق علی صاحب پہنچے تو آپؒ اٹھ کھڑے ہوئے اور اسی وقت وہاں سے تشریف لے گئے۔ اس کے بعد مولینا حکیم مشتاق علی صاحب نے فرمایا:

"آج میں نے حاجی صاحب کے اٹھنے پر جو غور کیا تو معلوم ہوا کہ آپؒ کا ہر رونگٹا ذاکر و شاغل ہے" ایسی حالت میں نماز کے بارہ میں ان پر کیا اعتراض کیا جا سکتا تھا۔

مولینا حکیم مشتاق علی صاحب مولینا محمد حبیب علی صاحبؒ کے والد ماجد تھے اور یہ واقعہ خود مولینا محمد حبیب علی صاحبؒ نے راقم الحروف سے بیان فرمایا تھا۔ مولینا حبیب علی صاحب قبلہ اپنے تقدس ذاتی اور عالم باعمل ہونے کے باعث مسلمانان اٹاوہ میں نہایت وقیع نظروں سے دیکھے جاتے تھے اور حضرت مولینا شاہ علی حیدر قلندر خلف و خلیفہ اکبر مولینا شاہ تراب علی قدس سرہما کے مریدین خاص میں تھے۔

راقم الحروف نے اس واقعہ کی تازہ تصدیق جناب مولوی حکیم محمد وصی علی صاحب کاکوروی سے بھی کی ہے۔ جو جناب مولوی محمد حبیب علی صاحب قبلہؒ کے پوتے ہیں اور اپنی ذاتی خوبیوں کے علاوہ مذہبی و روحانی اوصاف میں اپنے اسلاف کے قدم بقدم ہیں۔

مولینا حاجی زید اللہ صاحب پشاوری

حاجی نصیر الدین صاحب (مرید حضرت مولینا شاہ عبد الصمد صاحب سہسوانی رحمتہ اللہ علیہ) ناقل ہیں:

"فتحپور میں ایک سیاح درویش، مولینا حاجی زید اللہ صاحب پشاوری تشریف لائے جو سلسلۂ نقشبندیہ کے شیخ تھے۔ داروغہ حسین علی صاحب کی مسجد میں قیام فرمایا۔ بڑے منشرح بزرگ تھے ان کی صحبت میں اکثر لوگ بیٹھے ہوئے

تھے حضرت حاجی صاحب قبلہ کا بھی تذکرہ آگیا۔ لوگ آپؒ کے محامد ومحاسن بیان کرنے لگے۔ مگر دوران گفتگو میں کسی مخالف نے یہ اعتراض بھی کیا کہ آپ نماز نہیں پڑھتے۔

یہ ذکر ہو ہی رہا تھا کہ اتنے میں دیکھا تو اس مجمع میں خود حاجی صاحب قبلہ بھی تشریف لے آئے اور حسب دستور سلام میں سبقت فرمائی۔ مولینا زید اللہ صاحبؒ نے جواب سلام کے بعد آغاز کلام ان لفظوں سے شروع کیا کہ:

"سنا ہے آپ تارک الصلوٰۃ ہیں، ہیں جواب سلام نہ دیتا...."

آپؒ نے اتنا سنتے ہی فرمایا:

"ایسا تو نہیں ہے!"

آپ کے ان الفاظ میں خدا جانے کیا تاثیر تھی کہ مولینا ساکت و دم بخود رہ گئے۔

عصر کا وقت تھا مسجد میں نماز کی تیاری تھی آپ بھی شریک ہوئے اور مغرب تک وہیں نشست فرمائی۔ بہت تھوڑی نشست آپؒ نے مولینا کے روبرو فرمائی تھی کہ مولینا نے کہا:

"بس"

اٹھ کر چلے گئے۔

ہم لوگ وہیں موجود تھے۔ آپؒ کے جانے کے بعد مولینا نے ایک آہ سرد بھر کر فرمایا:

"لوگوں کا بیان غلط نکلا"

حاضرین نے چاہا کہ اس بات کی حقیقت دریافت کریں مگر مولینا نے فرمایا:

"میں اس باب میں گفتگو کرنا نہیں چاہتا۔"

مولینا شاہ عبدالقادر صاحب بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

حافظ سراج الدین   محمد ذاکر صاحب متوطن بدایوں شریف

(خلیفہ حضرت شاہ ابوالحسن صاحب مارہروی نوری میاں قدس سرہٗ)، تحریر فرماتے ہیں:

ایک مرتبہ کسی شخص نے عالم یکتا فاضل بے ہمتا جناب مولینا ومقتدانا شاہ عبدالقادر صاحب بدایونی قادری یعنی ومجیدی رحمتہ اللہ علیہ سے دریافت کیا:

"حضرت حاجی صاحب نماز نہیں پڑھتے، آپ کو کچھ علم ہے؟"

آپ نے فرمایا:

"مجھکو حاضری کا اتفاق دو مرتبہ ہوا لیکن وہ وقت نماز کے نہ تھے، مگر سامانِ نماز سب مہیا پایا یقین ہے کہ نماز ضرور پڑھتے ہیں کیونکہ بغیر اتباعِ سنت نبوی درویشی محال ہے۔"

مولینا شاہ عبدالصمد صاحب سہسوانی رحمتہ اللہ علیہ

مولوی رونق علی صاحب وارثی الرزاقی پینتے پوری لکھتے ہیں کہ حضرت مولینا شاہ عبدالصمد صاحب سہسوانی رحمتہ اللہ علیہ جو عرصہ سے قصبہ پھپھوند ضلع اٹاوہ میں تشریف رکھتے تھے اور جن کے فیوض وبرکات مشہور خلق ہیں، انکی ملاقات کا واقعہ مجھکو خود مولوی حاجی نصیرالدین صاحب فتحپوری ضلع بارہ بنکی نے اپنا چشمدید لکھایا ہے جو حضرت مولینا کے مرید خاص ہیں اور معمر وثقہ بزرگ ہیں۔ واقعہ جو ان کا بیان کردہ ہے وہ حسبِ ذیل ہے۔

ہمارے مولینا صاحب قبلہ کا قیام پھپھوند میں تھا، زبانی پیام وسلام حضرت حاجی صاحب قبلہ کی خدمت میں اکثر پہنچتے رہے مگر ملاقات کا اتفاق نہیں ہوا حالانکہ ضلع اٹاوہ میں مولینا صاحب کا قیام تھا اور خاص اٹاوہ میں اکثر حاجی صاحب تشریف لیجاتے تھے۔

مولینا صاحب کی خواہش پر حاجی صاحبؒ نے پھپھوند بھی تشریف لیجانے کا قصد کیا اور جب اس طرف کا سفر فرماتے تو مولینا صاحب کو تار یا خط

کے ذریعہ سے اطلاع دی جاتی تھی۔ مگر عجب اتفاق ہے کہ جو زمانہ آپؒ کے سفر کا ہوتا وہ حضرت مولینا کے قیام پھپھوند کا نہ ہوتا تھا۔ حتیٰ کہ حضرت حاجی صاحبؒ نے ترک سفر فرما دیا اور آپؒ کا دیوہ شریف میں مستقل قیام ہو گیا۔

ہمارے حضرت مولینا صاحب قبلہ کا اشتیاق روبہ ترقی تھا۔ مولینا صاحب خود پھپھوند سے دیوہ شریف تشریف لائے میں بھی ہمراہ تھا۔

جیسے ہی مولینا صاحب پہنچے آپؒ نے کھڑے ہو کر معانقہ اور اپنے اشتیاق ملاقات کا بھی مختصر تذکرہ فرمایا۔ حضرت مولینا صاحب قبلہ کو علم مناظرہ سے خاص دلچسپی تھی جناب حاجی صاحب نے حاضرین سے مولینا صاحب کی ایسے الفاظ میں تعریف فرمائی جن سے مناظرہ سے سکوت کی ہدایت مترشح ہوتی تھی اس کے بعد سکوت کا عالم اس محفل میں طاری ہو گیا دو ایک باتیں ارشادوں میں ہوئیں جن کو حاضرین نہ سمجھ سکے۔ اس وقت تاثیر استغراق تمام حاضرین پر طاری تھی اس کے بعد خلوت ہو گئی اور ہم لوگ باہر چلے گئے۔

حضرت مرشدنا و مولنا صاحب قبلہ کچھ عرصہ کے بعد باہر تشریف لائے تو وجد کی حالت تھی۔ حضرت حاجی صاحب قبلہ نے بطور مدارات قیام کے لیے فرمایا تو حضرت مولنا صاحب نے فرمایا کہ جو غرض ملاقات سے تھی وہ بحمد اللہ حاصل ہو گئی۔

مولینا شاہ نذیر علی صاحب فتحپوری رحمت اللہ علیہ

مولینا حاجی عابد حسین صاحب مدظلہ العالی رئیس فتح پور ضلع بارہ بنکی جو فی زمنا نہایت ابرار میں سے ہیں۔

اپنے پیر و مرشد حضرت مولینا شاہ نذیر علی صاحب قبلہؒ کا اور حضرت حاجی صاحب قبلہ قدس سرہٗ کا باہمی ارتباط تحریر فرماتے ہیں۔ چنانچہ مولینا ممدوح کے دو والا ناموں کا اقتباس حسب ذیل ہے:

"حضرت مولینا و مرشدنا قبلہ و کعبہ ارشاہ محمد نذیر علی صاحبؒ کی ہمراہی

میں جب جانے کا اتفاق ہوا تو میں نے دیکھا کہ حضرت حاجی صاحب بہت تپاک سے سرو قد کھڑے ہو کر بچھونے کا کنارہ تک آکر ہاتھ پکڑ کے اپنے برابر بٹھالیتے تھے اور میں بھی بعد مصافحہ کنارہ بچھونے کے بیٹھ جاتا تھا پانچ سات منٹ بیٹھ کر اٹھ جاتے تھے۔

دو چار مرتبہ شاید جلسۂ طویل کی نوبت آئی وہ بھی بوجہ مذاکرہ کسی مسئلہ خاص کے۔ جناب حاجی صاحب کو مولینا سے اور مولینا کو جناب حاجی صاحب قبلہ سے بہت لطف تھا اور جناب حاجی صاحب کو حضرت مولینا بہت اچھا جانتے تھے بعد رحلت حضرت مولینا و مرشدنا کے بھی میں کبھی کبھی بدستور سابق حاضر ہوتا رہا اور بعد سلام علیک و مصافحہ و مزاج پرسی دو چار منٹ حاضری دیکر اٹھ آیا کیا۔۔۔۔۔"

حضرت حاجی منصب علیشاہ چشتی سلونی و حضرت میاں سید مقصود علی شاہ

مولوی رونق علی صاحب دارثی الرزاقی پیتھے پوری لکھتے ہیں کہ اس جوار میں فقرائے متاخرین میں دو بزرگ بڑے پایہ کے گذرے ہیں ایک تو حاجی منصب علی شاہ چشتی سلونی پیتھے پوری خلیفۂ خاص حضرت شاہ نعمت اللہ و حضرت شاہ ابوالحسن صاحبان پھلواروی قدس سرہما اور دوسرے حضرت میاں سید مقصود علی شاہ صاحب چشتی مانا پوری خلیفہ مجا شاہ قلندری لاہرپوری ان دونوں حضرات سے بکثرت مخلوقِ الٰہی فیضیاب ہوتی تھی اور یہ دونوں بزرگ اپنے اپنے مقام پر مرجعِ انام تھے۔

جب سے حضرتِ اقدس حاجی صاحب قبلہؒ نے بیعت لینا شروع فرمائی اِن دونوں بزرگوں نے طالبانِ ہدایت کو حضورِ انور کے حلقۂ غلامی میں داخل ہونے کے لیے ارشاد فرمایا۔

حضورِ انور جب پہلے پہل چھیتے پور تشریف لائے اور حضرت حاجی منصب علی شاہ صاحب کا تذکرہ آیا تو آپ نے فرمایا:

"وہ ہمارے بھائی ہیں اور ہمسفرِ حج ہیں ہم کو ان سے ملنا چاہیئے" اور یہ فرماتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

چھیتے پور کے اکثر عمائدین حضورِ انور کے ساتھ تھے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ حاجی منصب علی شاہ صاحب کو کیونکر علم ہوگیا کہ وہ مسجد سے چند قدم باہر نکل کر آئے اور حضورِ پُر نور سے مصافحہ کیا۔ جیسے ہی نظر اٹھا کر آپؒ کی طرف دیکھا حاجی منصب علی شاہ صاحب قبلہ نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو گئے حضرت زیرِ لب تبسم فرماتے ہوئے وہاں سے چلدیئے اور حاجی منصب علی شاہ صاحب کے خدام و معتقدین ان کو اٹھا کر حجرہ میں لے گئے۔ اس وقت ان کے منہ سے کف جاری تھا اور ان پر بیخودی کا عالم طاری تھا۔ یہ کیفیت ان کی کئی دن تک رہی۔

حضرت میاں سیّد مقصود علی شاہ صاحب خلیفہ مجا شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ جو مانا پور میں رہتے تھے (مانا پور چھیتے پور سے ایک کوس جانبِ شمال واقع ہے) وہ اپنی محفل میں اکثر آپ کے مداح و ثناخواں رہا کرتے تھے اور اکثر آپؒ سے ملنے آیا کرتے تھے۔ بعد وصالِ حضرت سیّد مقصود علی شاہ صاحب دیکھا گیا ہے کہ جب حضورِ انور کا گذر ان کے مزارِ پر انوار کی طرف سے ہوتا تھا تو آپؒ وہاں ٹھہر جایا کرتے تھے اور ان کے طریقِ فقر کی تعریف فرماتے تھے۔

سائیں توکل شاہ صاحب نقشبندی مجددی انبالوی رحمۃ اللہ علیہ

انبالہ میں سائیں توکل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ خاندانِ نقشبندیہ مجددیہ کے ایک نامور شیخ گذرے ہیں۔

حاجی اوگھٹ شاہ صاحب وارثی حضورِ انور کے حکم سے ان کی خدمت

حضورِ انور جب پہلے پہل پیتھے پور تشریف لائے اور حضرت حاجی منصب علی شاہ صاحب کا تذکرہ آیا تو آپؒ نے فرمایا :

" وہ ہمارے بھائی ہیں اور ہمسفرِ حج ہیں ہم کو ان سے ملنا چاہیئے " اور یہ فرماتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے ۔

پیتھے پور کے اکثر عمائدین حضورِ انور کے ساتھ تھے ۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ حاجی منصب علی شاہ صاحب کو کیونکر علم ہوگیا کہ وہ مسجد سے چند قدم باہر نکل کر آئے اور حضورِ پُر نور سے مصافحہ کیا ۔ جیسے ہی نظر اٹھا کر آپؒ کی طرف دیکھا حاجی منصب علی شاہ صاحب قبلہ نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہوگئے حضرت زیرِ لب تبسم فرماتے ہوئے وہاں سے چلدیئے اور حاجی منصب علی شاہ صاحب کے خدام و معتقدین ان کو اٹھا کر حجرہ میں لے گئے ۔ اس وقت ان کے منھ سے کف جاری تھا اور ان پر بیخودی کا عالم طاری تھا ۔ یہ کیفیت ان کی کئی دن تک رہی ۔

حضرت میاں سید مقصود علی شاہ صاحب خلیفہ بابا شاہ قلندری جو مانا پور میں رہتے تھے (مانا پور پیتھے پور سے ایک کوس جانب شمال واقع ہے) وہ اپنی محفل میں اکثر آپ کے مداح و ثنا خواں رہا کرتے تھے اور اکثر آپؒ سے ملنے آیا کرتے تھے ۔ بعد وصال حضرت سید مقصود علی شاہ صاحب دیکھا گیا ہے کہ جب حضورِ انور کا گذر ان کے مزار پر انوار کی طرف سے ہوتا تھا تو آپؒ وہاں ٹھہر جایا کرتے تھے اور ان کے طریقِ فقر کی تعریف فرماتے تھے ۔

سائیں توکل شاہ صاحب نقشبندی مجددی انبالوی رحمۃ اللہ علیہ

انبالہ میں سائیں توکل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ خاندانِ نقشبندیہ مجددیہ کے ایک نامور شیخ گذرے ہیں ۔

حاجی اوگھٹ شاہ صاحب وارثی حضورِ انور کے حکم سے ان کی خدمت

میں گئے تو دیکھا کہ زمین پر بستر بچھا ہوا ہے اور شاہ صاحب آنکھیں بند کئے ہوئے استراحت میں ہیں۔

حاجی اوگھٹ شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں:

"میں تھوڑی دیر تک کھڑا رہا۔ جب شاہ صاحب نے آنکھیں کھولیں تو مجھے سر سے پاؤں تک بغور دیکھا اور ایک آہ سرد بھر کر اپنی پنجابی زبان میں فرمایا:

"رسولِ کریم دا اور حاجی صاحب دا ساڈے نال فیض آوندا اے۔"

مجھکو اپنے یہاں کے لنگر میں کھانے کا حکم دیا اور اگلے روز سرہند شریف کو رخصت کیا۔

حضرت شاہ ابوالحسن صاحب قبلہ نوری میاں مارہروی رحمۃ اللہ علیہ

(حافظ سراج الدین صاحب بدایونی دبیش امام لوہا منڈی آگرہ)

جو حضرت نوری میاں رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ ہیں تحریر فرماتے ہیں کہ ہرچند مجھکو صرف ایک بار زیارت نصیب ہوئی۔ سبحان اللہ سبحان اللہ، کیا کہنا ہے۔ میں ہرگز ہرگز اُن کے اوصاف میں قلم نہیں اٹھا سکتا اور نہ زبان کو جنبش دے سکتا ہوں۔ چھوٹا منہ اور بڑی بات ہے۔

میں نے اپنے شیخ علیہ الرحمۃ سے جو اپنے وقت کے کامل گزرے اور آپؒ ہی اپنا جواب تھے برسبیلِ تذکرہ سنا ہے:

ارشاد فرماتے تھے:

"حاجی وارث علی اپنے وقت کے یکتا ہیں اور بزرگ ہیں، سلسلۂ رزاقیہ میں آفتاب ہیں۔ جو ان کو بُرا کہے خود بُرا ہے۔ فقیر ہیں، کسرِ نفسی انہیں کا حصّہ ہے اور بہت اچھے ہیں، کلام پاک کے حافظ ہیں، کئی حج پاپیادہ کئے ہیں۔"

جب کبھی تذکرہ درویشوں کا ہوتا تو یہی فرماتے کہ "حاجی صاحب نے بڑے بڑے مجاہدے کئے ہیں، فقیری کر رہے ہیں ان کی جانب سے بدظن نہ

ہونا چاہیے۔"

عرض کیا گیا:

"یا حضرت ایسا سنا گیا ہے کہ حاجی صاحب نماز نہیں پڑھتے۔"

فرمایا:

"ہاں نہیں پڑھتے۔ اول تو یہ کہ ان لوگوں کی نماز دکھانے کے لیے نہیں ہوتی اور سوا اس کے جو درویش کہ حدِ سلوک سے باہر آکر قدم زن ہوتا ہے اس کو جذب ہو جاتا ہے اس پر حدِ شرع شریف نہیں۔ مگر میں نے سنا ہے کہ وہ نماز گذار ہیں، متبعِ شریعت عزّا ہیں بغیر اتباعِ شرع شریف، فقیر نہیں ہوتا۔ کیونکہ اتباعِ شریعت عین اتباعِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے ؎

خلافِ پیمبر کسے راہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

ایک مرتبہ میں مارہرہ شریف میں حاضر تھا اتفاق سے ایک مجلس میں شریک ہوا جہاں اکثر بزرگ رونق افروز تھے، منجملہ ان کے ظہوری میاں صاحب قبلہ بھی تشریف فرما تھے۔ کچھ خاصانِ خدا کا تذکرہ ہو رہا تھا اسی مجلس میں ایک غیر نے دریافت کیا کہ:

"حاجی وارث علی شاہ صاحبؒ کی نسبت آپ صاحبوں کے کیا خیالات ہیں؟"

ایک صاحب نے جواب میں کہا:

"میاں یہ کیا سوال ہے ؎

خاصانِ خدا خدا نباشند
لیکن ز خدا جدا نہ باشند

ہم سے اس سلسلہ میں دریافت نہ کرو اس لیے کہ ہم سلاسل میں واسطہ رکھتے ہیں۔ ہمارا اور حاجی صاحب کا سلسلہ ایک ہے۔ یہ سوال کسی غیر واسطہ والے سے کرنا چاہیے۔"

یہی گفتگو تھی کہ حضرت ظہوری میاں صاحب برادر حضرت اقدس نوری میاں صاحب قبلہ نے فرمایا:

" میاں اس فقیر کی طرف متوجہ ہو جائیے اور جو دریافت کرنا ہو فقیر سے فرمایئے "

" حاجی صاحب قبلہ شیخ وقت اور بڑے شیخ کامل زبردست ہیں۔ ان کی نسبت کیا کسی کا خیال ہو سکتا ہے ایسے لوگ قیامت تک پیدا ہونے والے نہیں۔ ان کے اوصاف کما حقہ میں نے اکثر میاں بھائی صاحب سے سُنے ہیں فرماتے تھے کہ بہت بڑے فقیر ہیں۔

یہ تو بسا اوقات میاں بھائی صاحب قبلہ سے سنا کہ میرے خیال میں ایسا شیخ ہونا مشکل ہے۔ تم کبھی اپنا خیال بد کر کے اپنے کو کندۂ نار نہ بنانا خدا ایسے لغو خیال سے پناہ دے۔

جن لوگوں کے خیال ان کے جانب سے اچھے نہیں ہیں ان پر یہ شعر شیخ سعدی رحمۃ اللہ کا صادق آتا ہے ؎:

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمہ آفتاب راچہ گناہ

حضرت مولینا شاہ سید ابو محمد علی حسن صاحب اشرفی الجیلانی

حضرت مولینا شاہ سید ابو محمد علی حسن صاحب

اشرفی الجیلانی تحریر فرماتے کہ حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ ایک بڑے پایہ کے ولی کامل تھے۔ اس قدر محویت کا غلبہ تھا کہ ایک دن آپ نے بمقام سید نپور ارشاد فرمایا:

" ابھی ہمکو وضو کرنے کی ترکیب یاد ہے "

اللہ رے محویت گو بظاہر بات چیت کرتے تھے مگر ایک لمحہ کے لیے

محویت ذاتِ واحدہٗ لاشریک سے غافل نہ تھے۔ میں ان کو عارف باللہ صاحب مقاماتِ عالیہ جانتا ہوں۔ گو لوگ ان کو ہر وقت کی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھتے تھے مگر کوئی نماز ان کی کبھی قضا نہیں ہوئی۔ ...... ناد انوں کی عقل میں یہ راز نہیں سما سکتا بقول حضرت احمد جام زندہ پیر ؒ،

عقل کہ داند کہ ایں رمز از کجا ست
ایں حکایت را بیانے دیگر ست

حضرت حاج الحرمین مولینا سید ابو محمد اشرف حسین صاحب قبلہ اشرفی الجیلانی

حضرت مولینا سید ابو محمد علی حسن صاحب اشرفی الجیلانی مسند آرائے کچھوچھہ شریف اپنے پیر و مرشد حضرت حاج الحرمین شریفین مولینا سید ابو محمد اشرف حسین صاحب قبلہ اشرفی الجیلانی ظلہ العالی کے ہمراہ بھی حضرت سے ردولی شریف میں ملے۔ چنانچہ مولینا شاہ سید علی حسن صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ایک رئیس کے مکان پر جہاں حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ ٹھہرے تھے۔ وہیں ہم جا کر ملے تو بعد تعظیم ملاقات حضرت حاجی صاحب نے معانقہ و مصافحہ کیا اور فرمایا :

"تم حضرت پیرانِ پیر دستگیر کے فرزند ہو اور ہمارے مرشد زادے ہو"

اس کے بعد چند اشعار عاشقانہ جو توحید کے اردو زبان میں تھے، پڑھ کر سنائے اور فرمایا :

"صاحبزادے اولیا اللہ کو موت نہیں، ہمیشہ زندہ رہتے ہیں قرآن شریف میں كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ آیا ہے كُلُّ رُوْحٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ نہیں آیا پس نفوس کو موت ہے رُوح تو موت سے آزاد ہے"

بعد ملاقات حضرت حاجی صاحب مجھ سے حضرت پیر و مرشد نے ارشاد

فرمایا:

"جناب حاجی صاحب اعلیٰ درجہ کے درویش مقام محویت میں ہیں جنکو ماسوی اللہ سے قطعی خبر نہیں زمانہ میں اس پایہ کا درویش ہزاروں میں ایک ہوتا ہے۔

حضرت بہادر شاہ صاحب نقشبندی

مولوی محمد ناظم علی صاحب فضلی مہتمم مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ تحریر فرماتے ہیں:

ایک مسن بزرگ بہادر شاہ صاحب نقشبندی چشم ظاہر سے نابینا ازولہ ضلع گونڈہ میں ایک شخص کے زنانہ مکان میں پنہاں تھے۔ اتفاق سے مجھکو پتہ چل گیا تو ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اثنائے تقریر میں حضرت حاجی صاحب کا ذکر آیا تو نہایت جوش میں آکر فرمایا:

"شمشیر برہنہ ہیں۔"

حاجی سیّد علی عابد شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ

سیّد علی حامد شاہ صاحب چشتی قادری سجادہ نشین سانڈی ضلع ہردوئی لکھتے ہیں کہ میں بہ اعتبار ظاہر حاجی صاحب قبلہ سے خوش اعتقاد نہ تھا۔

ایک مرتبہ جناب قبلہ وکعبہ مولٰنا و مرشدنا حاجی سیّد علی عابد شاہ صاحب رح نے میرے مشکوک خیالات کی بنا پر ارشاد فرمایا:

اے عزیز حضرت حاجی صاحب قبلہ کے متعلق ظن نیک رکھنا چاہیے۔ جس مقام پر وہ فائز ہیں اہلِ سلوک کے نزدیک وہ معراجِ روحانی کا آخری زینہ ہے۔ ان کے اعلیٰ مدارج سے روگردانی کرنا ایسا ہی ہے جیسے روز روشن سے انکار کرنا۔"

"ان کی نماز کہاں اور کیسی ہوتی ہے اس کو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا۔ ان کے کمالِ استغراق کو دیکھتے ہوئے یہ اعتراض صحیح نہیں ہے۔ اس پُر آشوب زمانہ میں ان کو جنید ثانی کہنا چاہیئے۔"

البتہ بعض مریدین نے حضرت ممدوح الشان کے ظاہری حال سے سبق لیا۔ اچھا ہوتا اگر وہ اوامر و نواہی کے سختی سے پابند رہتے اور ظاہر بینوں کو حضرت حاجی صاحب کی نسبت اعتراض کا موقع نہ دیتے۔

حاضرین میں سے ایک صاحب نے سوال کیا:
"طوالفوں کو بکثرت بغیر ہدایت مرید کرتے ہیں؟" تو حضرت قبلہ نے ارشاد فرمایا:

"حاجی صاحب قبلہ ایسے مقام پر ہیں جہاں خیر و شر کی تمیز نہیں رہتی" اور یہ شعر مثنوی شریف کا پڑھا:

ہر چہ گیرد علتی علت شود
کفر گیرد کاملے ملت شود

مولینا سید محمد کریم رضا صاحب بہاری مدظلہ العالی

مسند آرائے رشد و ہدایت مولینا سید محمد کریم رضا صاحب چشتی نظامی اشرفی درویشی

جونی زمانہ مشاہیر علمائے کرام میں سے اور باعتبارِ طریقت بھی نہایت ممتاز مشائخین میں ہیں۔

تحریر فرماتے ہیں کہ "اگرچہ میں حاجی صاحب قدس سرہٗ کا نہ مرید ہوں نہ فقیر مگر اظہارِ حق ضرور ہے کہ وہ ذات بابرکات کامل اولیائے زمان صاحب خوارق عادات فراواں عاشق خدا، تارک دنیا اور جو جو اوصاف اولیا ہیں ان کے ساتھ متصف تھے۔ مولوی غنی حیدر صاحب دو کیل گیاہ نے مجھکو

حضرت حاجی صاحب قبلہ کی خدمت بابرکت میں لیجا کر قدمبوسی کرائی ۔

مولینا شاہ محمد سلیمان صاحب قادری چشتی پھلواروی بہاری

حضرت مولینا شاہ محمد سلیمان صاحب قادری چشتی، پھلواروی نے حاجی سید غفور شاہ صاحب حسامی الوارثی کو ان کی معصوم دختر کے انتقال پر تعزیت نامہ تحریر فرمایا ہے جس کا اقتباس حسب ذیل ہے ۔

" آپ کی دختر کے انتقال سے آپ کی تردد خاطر کا تعلق ہوا مگر پھر یہ خیال ہوتا ہے کہ آپ درویش ہیں اور درویش کی آنکھوں کے سامنے حیات و موت کوئی متعجب خیز واقعہ نہیں اور بالخصوص آپ حضرت قبلہ حاجی وارث علی شاہ صاحب قدس اللہ نفسہٗ کے فقیر ہیں جن کے یہاں جینے اور مرنے کی خوشی اور غم کا سبق پڑھایا ہی نہیں جاتا ۔ وہاں غناو فقر اور عزت و بے وقعتی سب کا خالق ایک ہی مانا گیا تھا اور خالق بھی محبوب، بس محبوب کی ہر ادا محبوب ہے پس حضرت موصوف کا مسلک رضا بقضا تھا ۔

اور یہ بھی عرض کئے دیتا ہوں کہ حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کا اصلی رنگ یہ تھا کہ دریائے وحدت میں ڈوبے ہوئے تھے ۔ فردِ غیریت ان کے سامنے بالکل محو تھی ۔

میں نے مکہ معظمہ میں حضرت شیخ العالم حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ کی زبانِ مبارک سے سُنا ہے کہ حاجی وارث علی شاہ سا موحد دیکھنے میں نہیں آیا۔"

سبحان اللہ ایک شیخ الشیوخ جس شخص کو بے مثل سمجھے اور دریائے توحید کا شناور جانے وہ کس پایہ اور رتبہ کا شخص ہے ۔۔۔۔۔ والسلام

حضرت مولینا شاہ محمد سلیمان صاحب قبلہ قادری چشتی پھلواری نے راقم الحروف کو جو والا نامہ لکھا ہے اس میں بعض فقرائے خرقہ پوش کے متعلق اُن

کی ظاہری حالت کے اعتبار سے) افسوس کیا ہے اور آخر میں تحریر فرمایا ہے:

"آپ کے اصرار سے مجبوراً میں نے اسقدر اظہار کیا ہے۔ ورنہ کم فہموں کے ڈر سے اتنا بھی میں بولنا نہیں چاہتا، اور معاف کیجئے گا پھر میں اپنا اعتقاد ظاہر کرتا ہوں کہ جب تک دریائے تفرید و تجرید کا شناور نہ ہو حضرت قبلہ حاجی وارث علی شاہ صاحب کا نہ فقیر ہو سکتا ہے نہ خلیفہ ہو سکتا ہے۔ دنیاداری خودداری کے ساتھ وارثی فقر ہرگز جمع نہیں ہو سکتا۔ حضرت قبلہ حاجی صاحب وہ مقام رفیع رکھتے تھے ؎

ما مقیمانِ کوے دلداریم
رُخ بہ دنیا و دیں نے آریم

حضرت مولینا شاہ محمد سلیمان صاحب قبلہ نے جو خیال ظاہر فرمایا ہے وہ بالکل حق بجانب ہے حقیقتہً جب تک حضورؒ انور سے حقیقی نسبت نہ پیدا ہو کیونکر اس مقدس ذات سے منسوب ہو سکتے ہیں ؎

خلعت گر اس کا اپنے بدن میں نہ ٹھیک آئے
ہے جسم کی خطا یہ قصورِ قبا نہیں

اور اسی مفہوم میں ایک بزرگ عالی نسبت کیا خوب فرماتے ہیں ؎

آنچہ بر ما ہست از ناسازئ اندام ماست
ورنہ تشریفِ تو بر بالائے کس کوتاہ نیست

مبارک ہیں وہ لوگ جو اُس ذات محمود الصفات سے حقیقی نسبت و محبت رکھتے ہیں۔

مولوی سید محمد صاحب سندیلوی رحمتہ اللہ علیہ

حافظ سراج الدین صاحب بدایونی خلیفہ حضرت نوری میاں صاحب

قبلہ مارہروی(رح) تحریر فرماتے ہیں:

۱۳۲۰ھ میں مجھکو حضرت استاذی ذاکر ومداح حبیب خدا مولینا سید محمد رضا صاحب قبلہ سندیلوی کی خدمتِ عالی میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا آپ کی صحبت میں صبح وشام خاصانِ خدا کا تذکرہ رہتا تھا۔

ایک مرتبہ عصر کے وقت منشی محمد بشیر الزمان صاحب جو ایک معزز رئیس ہیں اور عائدینِ سندیلہ میں نہایت مشہور ومعروف ہیں تشریف لائے اور بندگانِ خدا کا کچھ ذکر فرمانے لگے۔ اس جلسہ میں ایک لکھنؤ کا قوال بھی حاضر تھا۔ اُس کو بزرگانِ دین کا تذکرہ سُنتے سُنتے کچھ ایسا جوش پیدا ہوا کہ کہ بے ساختہ اس کی زبان سے نکلا:

"ہمارے حاجی صاحب کا بھی دم غنیمت تھا"

منشی بشیر الزماں صاحب نے فرمایا:

"بے شک یہ سچ ہے اسمیں سرِ مو فرق نہیں"

جنابِ مولینا صاحب قبلہ ممدوح الصدر مدظلہٗ خاص طور پر متوجہ تھے یکبارگی میری طرف نظر کر کے فرمایا:

"کچھ سُنا کس کا ذکر ہے، یہ شیخِ وقت تھے بلکہ شیخِ زماں، ان کی نسبت جو کچھ کہا جائے سو بجا ہے" پھر جناب منشی صاحب کی جانب مخاطب ہو کر حق و باطل کا فرق بتایا۔ اور فرمایا:

"یہ بہتر سے بہتر ہیں ان کا نام ادب سے لینا چاہیئے"

پھر یکبارگی مستانہ وار جھوم کر یہ شعر زبانِ فیض ترجمان سے ادا فرمایا اور آنکھوں میں آنسو بھر لائے ؎:

ہزار بار بشویم دہن ز مشک وگلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

پھر سکوت فرمایا اور ایک آہ سرد بھر کر فرمایا کہ:

"ان لوگوں کا ذکر اور ہمارا فکر۔ یہ لوگ ذکر و فکر سے مبرّا و مستثنیٰ ہیں۔

یہ خاص خاصہ بارگاہِ کبریا ہیں"

از حضرت حاجی مولینا شاہ شاہزادہ سید محبوب عالم صاحب قبلہ قادری حسنی الحسینی نبیرۂ حضرت مولینا شاہ محمد اکمل آفندی متوطن بغداد شریف،

جن کا قیام زیادہ تر آستانۂ حضرت خواجہ غریب نواز پر رہتا ہے فرماتے ہیں میں نے بغداد میں اپنے دادا صاحب قبلہ حضرت پیر و مرشد مولینا شاہ محمد اکمل صاحب سے دریافت کیا کہ حضرت حاجی صاحب قبلہ کی نسبت آپ کا کیا خیال ہے؟

آپؒ نے فرمایا:

"اس زمانہ میں کوئی ان کا ثانی نہیں ہے، اُن کا عرفان اسقدر زیادہ ہے کہ جس کی انتہا نہیں ہے۔ میں نے بہت سے فقرا و مشائخ کو دیکھا ہے اور جہاں تک غور کیا ہے ان کے مدارج کی انتہا نہیں ملی۔ ان کی اعلیٰ درجہ کی تکمیل ہوئی ہے۔ میں نے بہت سیاحی کی ہے مگر ایسا خاص اور مکمل بزرگ دیکھنے میں نہیں آیا"

(حضرت اقدس و پیر و مرشد) دادا صاحب قبلہ کی زبانِ فیض ترجمان سے یہ تعریف سن کر مجھے بھی کمالِ اشتیاق پیدا ہوا کہ ان کی زیارت سے بہرہ مند ہوں۔

چنانچہ میں دیوہ شریف خدمتِ عالی میں حاضر ہوا اور یہ خیال کر کے گیا کہ مجھے بھی دیکھنا چاہیئے کہ حضرت کیسے ہیں۔

تو مجھے دیکھتے ہی فرمایا:

"سنا سنا ہم تمہیں خوب پہچانتے ہیں، جس گھر کے تم ہو وہیں کے ہم ہیں۔ تم محمد اکمل کے پوتے ہو، بغداد کے رہنے والے ہو، اجمیر شریف میں رہتے ہو

پیرانِ کلیر ہوتے ہوئے آئے ہو۔ سنبھل کر بیٹھ جاؤ۔ فقیر کا امتحان لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اس کے بعد میری پشت پر دستِ مبارک مارا تو اس وقت جو میری قلبی کیفیت ہو گئی وہ لفظوں میں ادا کرنے کے قابل نہیں۔

حضرت موصوف فرماتے ہیں:

"جس دن میں حاضر ہوا اسی دن شام کو مجھے خیال ہوا کہ کہیں مجھے حضورؒ یہیں نہ رکھ لیں۔ کسی طرح اجازت لینا چاہیئے۔" تو میں انگوروں میں نمک ملا کر حاضر ہوا اور پیش کیا تو فرمایا:

"سُنا سُنا تم چلے جاؤ ہم تمہیں نہیں روکتے۔"

جب حضرت حاجی صاحبؒ مدینۂ منورہ سے ملکِ شام ہوتے ہوئے بغداد شریف پہنچے ہیں تو آپ کے پہنچنے کے قبل حضرت شاہ محمد اکمل صاحب اور حضرت سید محمد مصطفےٰ صاحب سجادہ نشین بغداد شریف جو سید ابراہیم سیف الدین صاحب قادری البغدادی موجودہ سجادہ نشین بغداد شریف کے والد تھے۔ ان دونوں بزرگوں کو آپؒ کے پہنچنے سے ایک ماہ قبل سرکار حضرت محبوب سبحانی غوث پاکؒ کی زبان مبارک سے خواب میں ارشاد ہوا کہ ہمارے ایک فرزند ہندوستان کے رہنے والے عرب سے آتے ہیں انہوں نے تمام عمر کوئی کپڑا نہیں پہنا، احرام باندھتے ہیں ان کے لیے دو تین احرام تیار رکھو۔"

جس وقت آپؒ پہنچے تو صاحبِ سجادہ نے اور حضرت شاہ محمد اکمل صاحبؒ نے اور دیگر بزرگوں نے چلتے وقت حضرت غوث پاکؒ کی جانب سے یہ تحفہ دیا۔

کچھ لوگوں نے اعتراض بھی کیا کہ "سب کو عمامہ یا خرقہ ملتا ہے یہ نئی بات کیسی کہ ان کو احرام دیا گیا۔"

تو ان دونوں بزرگوں نے جواب دیا:

" لوگوں کو ہم اپنی طرف سے خرقہ دیتے ہیں مگر ان کے لیے فرمان نوشت یہی ہے جس کی تعمیل کی گئی "

میرے دادا صاحب قبلہ نے حضرت سے کہا :

" آپ کے یہاں آپ کا جانشین کون ہوگا "

آپ نے فرمایا :

" سنا سنا وارث کا کوئی وارث نہیں ہوتا "

نوٹ : بغداد شریف میں ہمارے خاندان میں ہر قسم کی زبان سمجھی جاتی ہے اور پڑھی جاتی ہے اس وجہ سے انہوں نے سمجھ لیا۔

بقلم خود شاہ محبوب عالم عفی عنہ

۲۰ ستمبر ۶۹ء مطابق ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

بمقام آگرہ محلہ کٹرہ نیل منڈی

مکان امیرالدین شاہ

حضورِ انور کے متعلق جو اس زمانہ کے علمائے کرام و مشائخ عظام کے واقعات ملاقات و خیالات مستند ذرائع سے دریافت ہو سکے وہ درج کر دیے گئے ان واقعات سے ہر شخص نتیجہ نکال سکتا ہے کہ جس ذات محمود الصفات کی نسبت دیگر سلاسل کے واجب التعظیم علماء و مشائخ کے یہ خیالات ہوں وہ حقیقتہً کن کن خوبیوں سے آراستہ ہوگی۔

اس زمانہ کے بعض ممتاز اور مقدس بزرگوں نے اپنی اولاد کو حضور کے سلسلۂ عالیہ میں داخل ہونے کی ہدایت فرمائی۔ جیسا کہ حاجی اوگھٹ شاہ صاحب کا واقعہ ہے۔ اور بھی بعض واقعات ایسے ہیں۔

چنانچہ حاجی سید غفور شاہ صاحب حسامی الوارثی عین عنفوان شباب میں حضرت مخدوم حسام الدین مانکپوری رحمتہ اللہ علیہ کے اشارۂ روحانیت سے حضورِ انور کی خدمتِ عالی میں حاضر ہوئے اور خلعتِ فقر حاصل کیا۔

حضورِ انور کے محامد و محاسن فضائل و حالات کرامات آیات کا کما حقہ

پتہ لگانا نہایت دشوار ہے۔ بس کیا اور میری محدود معلومات کیا ہیں نے جو کچھ حالات جمع کئے ہیں وہ ہدیۂ ناظرین ہیں۔

حضورِ انور کے واقعات عالم ہیں مثلِ آفتاب تاباں و درخشاں ہیں اور بقول خواجۂ حافظ شیراز ؎:

نہ من بر آں گلِ عارض غزل سرایم و بس
کہ عندلیبِ تو از ہر طرف ہزار انند

حالاتِ وصال

اب وہ سانحۂ قیامت خیز لکھا جاتا ہے جو ہوش ربا ہے یعنی حضورِ انور کا ہماری ظاہری آنکھوں سے حجاب فرمانا ہے:

دیدار مے نمائی و پرہیز می کنی
بازار خویش و آتش ما تیز می کنی

حضورِ انور کو ۱۴ - یا ۱۵ محرم ۱۳۲۳ھ سے معمولی طور پر زکام کی شکایت پیدا ہوگئی تھی۔ ۲۰ محرم ۱۳۲۳ھ روز دوشنبہ سے مزاجِ مبارک زیادہ ناساز ہوگیا اور بخار کی بھی زیادتی ہوگئی جس سے عام طور پر انتشار پیدا ہوگیا اور حکماء و اطباء وغیرہ کو بلایا جانے لگا، مگر حضورِ انور کی زبانِ مبارک سے کوئی شکایت نہیں سُنی گئی نہ روئے مبارک پر انتشار کے آثار دیکھے گئے۔ بلکہ اس عالم میں بھی وہی فیوضِ ظاہری و باطنی وہی تعلیمات فیض آیات اسی انداز سے جاری تھیں۔

مولوی حکیم سید شاہ محمد حمید صاحب فردوسی ابو العلائی بہاری تحریر فرماتے ہیں کہ ۲۱ محرم الحرام ۱۳۲۳ھ کو دن کے ۸ بجے ہوں گے کہ ایک شاہ صاحب دیوہ شریف سے حضرت استاذی مولٰینا مولوی حکیم محمد عبد الحفیظ صاحب قبلہ مدظلہ العالی کی خدمتِ مبارک میں تشریف لائے اور فرمانے لگے:

"مجھے نواب عبد الشکور خان صاحب نے بدیں غرض بھیجا ہے کہ ایک ہفتہ سے حضرت اقدس حاجی صاحب قبلہ کا مزاجِ عالی ناساز ہے۔ آپ تشریف

لے چلیں تو بہت اچھا ہو۔ ۱۲ بجے دن کی گاڑی سے آج ہی تشریف لے چلیئے اور حضرت قبلہ وکعبہ کو دیکھ لیجئے۔ حکیم صاحب نے علالت کی کیفیت دریافت فرمائی تو انہوں نے بخار، کھانسی، ضعف و نقاہت کی شکایتیں ظاہر فرمائیں۔

میں اس وقت حکیم صاحب کے سامنے حاضر تھا۔ میں نے پوچھا:

"حضور کہاں تشریف لے جائیں گے"

حکیم صاحب قبلہ نے فرمایا:

"یہاں کے قطب الاقطاب پیر و مرشد عالم جناب عالمتاب حاجی سید شاہ وارث علی صاحب قبلہ وکعبہ کا مزاج مبارک ایک ہفتہ سے ناساز ہے"

جو حکیم صاحب قبلہ کو لینے آئے تھے ان کی ننت فرمایا:

"آپ اس وقت تشریف لائے ہیں۔ آج ۱۲ بجے دن کو ہمارا قصد دیوہ شریف جانے کا ہے"

میں نے جناب حکیم صاحب قبلہ سے عرض کیا:

"مجھے بھی اگر آپ اپنے ہمراہ لے چلیں تو میں بھی ایسے بزرگ باخدا کی زیارت سے شرف حاصل کروں"

حکیم صاحب قبلہ نے میری درخواست قبول فرمائی اور جو صاحب آئے تھے ان سے فرمایا:

"دیوہ شریف میں دوائیں اچھی نہیں ملیں گی اس لیے آپ کو ایک فہرست دواؤں کی دیجاتی ہے۔ آپ کسی عطار کے ہاں سے وہ دوائیں لیکر آئیے تو ۱۲ بجے کی گاڑی سے ہم چلیں"

مگر دواؤں وغیرہ کی فراہمی میں کچھ ایسی تعویق ہوئی کہ دن کے چار بج گئے۔ شب کی گاڑی سے حکیم صاحب کا جانا مناسب نہ معلوم ہوا اور یہ طے پایا کہ حکیم صاحب کل تشریف لے چلیں۔

چنانچہ حکیم صاحب نے مجھکو شاہ صاحب کے ہمراہ کر دیا اور فرمایا:

"یہ ہمارے خاص شاگرد ہیں" اور مجھ سے ارشاد فرمایا:

"تم حضرت حاجی صاحب قبلہ کی حضور میں میری طرف سے سلام نیاز عرض کرنا اور میری طرف سے عیادت کر لینا اور بارہ بنکی میں سواری کا انتظام درست رکھنا اور بذریعہ تار مجھے اطلاع دینا یا خود لکھنؤ آکر مجھے اطلاع کرنا"

چنانچہ میں شاہ صاحب کے ہمراہ ۹ بجے شب کی گاڑی سے بارہ بنکی روانہ ہوا، وہاں سواری کے لئے ٹم ٹم موجود تھی۔ ۱۲ بجے شب کے ہم لوگ دیوہ شریف پہنچ گئے اور میں نواب عبدالشکور خان صاحب کے مکان پر فرود ہوا۔ کھانا آیا کچھ کھا کر میں سو رہا۔ عجیب و غریب خواب دیکھا کہ ایک مجمع کثیر ہے لاکھوں آدمی ہیں جن کی حد و پایاں نہیں ہے۔ تمام خلقت اُمڈی پڑ رہی ہے اور وہ سب حضرات حاجی صاحب قدس سرہٗ کے آستانۂ عالی میں جا رہے تھے، اُس مجمع میں میں بھی ہوں اور میرے ساتھ بہار کے چالیس طالبعلم بھی ہیں چونکہ مجھے اس سے پیشتر کبھی حاجی صاحب قبلہ کی زیارت کا اتفاق نہیں ہوا تھا اور دل کو عرصہ سے اشتیاق دیدار تھا اس لیے قلب بے چین تھا میں نے دیکھا کہ آستانۂ عالی کا دروازہ چھوٹا ہے اور آدمی جوق در جوق اسی دروازہ میں جھک جھک کر جا رہے ہیں، میں بھی جھک کر اُس دروازہ کے اندر چلا گیا۔ دروازہ سے گذر کر میں اندر گیا وہاں میدانِ حشر کا نمونہ نظر آتا تھا۔ آدمیوں کی ایسی کثرت نظر آتی تھی کہ بیان سے باہر ہے لیکن سارا مجمع عالمِ تحیّر میں محو تھا اور حاجی صاحب قبلہؒ کا ایسا رعب سب پر طاری تھا کہ کسی کو مجالِ دم زدن نہ تھی ساری خلقت لرزاں و ترساں ہو رہی تھی اور سب کی نگاہیں اپنے اپنے قدموں پر تھیں، حضرت حاجی صاحب قبلہ اس وقت سخت جلال میں تھے اور آپؒ کے دونوں ہاتھوں میں بانس کی قمچیاں تھیں اور باہم دونوں قمچیوں کو ضرب دے رہے تھے اور بڑی سرعت کے ساتھ سعی فرما رہے تھے اور اس وقت آپؒ کوٹھے پر تھے اور ساری مخلوق نیچے صحن میں تھی آپؒ کی اس کیفیت سے تمام لوگ مرعوب ہو رہے تھے۔

یکایک حضرت حاجی صاحب قبلہ کی نظرِ فیض اثر مجھ پر پڑی اور مجھکو نہایت شفقت سے دیکھا۔ میرے قریب ایک عورت بہت دیر سے کھڑی تھی وہ بھی

سخت مرعوب تھی اور کانپ رہی تھی۔

جب حضورؐ مجھے دیکھ رہے تھے تو مجھ پر بھی بڑی دہشت طاری تھی اور میں خیال کرتا تھا کہ میری طرف متوجہ ہونے کا کیا سبب ہے مجھے تو بیعت ہو چکی ہے اور تعلیم و تعلّم رشد و ارشاد اپنے والد ماجد صاحب قدس سرہٗ العزیز سے حاصل ہے۔

میں اسی فکر میں تھا کہ ایک عورت نہایت حسین و خوبصورت آئی اور میرے قریب جو ایک عورت بہت دیر سے کھڑی تھی اس کے پاس کھڑی ہو گئی۔ اس عورت کے کھڑے ہوتے ہی حضورؐ کوٹھے سے یکبارگی کود پڑے اور اس کے نزدیک تشریف لائے وہ نیچی نظر کیے ہوئے خاموش و متحیرانہ طور پر ایستادہ تھی۔ آپؐ نے ان قمچیوں کو اس کے منہ پر پھیر دیا۔ وہ قمچیاں پھیرتے ہی اس عورت کی شکل خنزیر کی ہو گئی۔ اور وہی حرکات اس سے ظاہر ہونے لگے۔ پھر دوبارہ آپؐ نے اس کے منہ پر قمچیوں کو پھیرا تو وہ اصلی حالت پر آ گئی بلکہ پہلے سے بھی زیادہ اُس کی شکل حسین ہو گئی۔ قبل والی عورت اس سے ملنے لگی اور دیر تک دونوں ملتی رہیں۔

اب حضور میری جانب مخاطب ہوئے اور فرمایا:

"تم اس عورت کو پہچانتے ہو؟"

میں نے عرض کیا:

"نہیں! مجھے مطلقاً واقفیت نہیں ہے یہ کون عورت ہے۔"

آپؐ نے فرمایا:

"یہ سائلہ تھی، اور جو شخص سوال کرتا ہے اس کی شکل خنزیر کی سی ہو جاتی ہے۔"

پھر آپؐ میرے نزدیک تشریف لائے اور متبسم ہو کر میری جانب نظر فرمائی اور چشم زدن میں کوٹھے پر تشریف فرما ہو گئے۔

میں پہلے سے خوفزدہ تھا مگر اس واقعہ کے بعد جو قلب کی حالت تھی۔ وہ حدِ بیان سے باہر ہے۔

آپ بالائے بام آہستہ آہستہ چہل قدمی فرما رہے تھے اور نظر میری جانب تھی کہ اتنے میں چند اصحاب تشریف لائے اور مجھ سے کہنے لگے:

"حضرت حاجی صاحب نے آپ کی دعوت فرمائی ہے، کھانا تیار ہے دسترخوان بچھا ہوا ہے، تشریف لے چلیے اور طعام تناول فرمائیے۔"

مجھے بھوک نہیں تھی اس لیے میں نے عذر کیا لیکن انہوں نے نہ مانا اور کہنے لگے:

"کچھ تو کھا لیجئے۔"

میرے ساتھ جو بہار کے طلبا تھے۔ میں نے کہا:

"آپ پہلے ان لوگوں کو کھلوا دیجئے۔"

چنانچہ وہ میرے ہمراہیوں کو لے گئے اور دسترخوان پر بٹھا دیا پھر مجھ سے وہ لوگ کھانے کے لیے اصرار کرنے لگے۔

بالآخر جہاں سب کھانا کھا رہے تھے میں بھی گیا اور کھڑے کھڑے بطورِ تبرک کوئی چیز اٹھا کر میں نے کھالی اور باہر کی طرف ٹہلنے لگا۔ چند قدم چلا تھا کہ دفعتاً خانۂ کعبہ زاد اللہ شرفاً و تعظیماً کے اندر داخل ہو گیا اور اپنے پیر و مرشد حضرت والد ماجد سید شاہ امین الدین احمد فردوسی قدس سرہٗ العزیز پر یکایک نظر پڑی کہ عصر کا وظیفہ پڑھ رہے ہیں اور روئے انور جانب جنوب ہے۔

میں ـــ سلام و نیاز مؤدبانہ بجالایا آپ نے بیٹھنے کا اشارہ فرمایا اور وظیفہ سے فارغ ہو کر مجھے گلے سے لگالیا اور فرمایا:

"ڈرنے کی کونسی بات ہے" اور دیر تک کچھ ارشاد فرماتے رہے۔

اتنے میں صبح کی آذان ہوئی اور میری آنکھ کھل گئی۔ اس وقت میرا دل گنجینۂ اسرار ہو رہا تھا میں صبح کی نماز پڑھ کر اور کچھ پڑھنے لگا۔ اب آفتاب بھی قریبِ طلوع تھا کہ حضرت حاجی صاحب قبلہ نے مجھے بلوا بھیجا۔ فوراً میں حاضرِ خدمتِ عالی ہوا تو تعجب سے دیکھا کہ دروازہ بھی وہی ہے جو خواب میں دیکھا تھا اور مکان بھی

وہی تھا۔ اس وقت حضرت حاجی صاحب قبلہ ایک گدّے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ میں سلام مؤدبانہ بجالایا اور دستِ مبارک کو بوسہ دیکر حسب اجازت آپؒ کے قریب بیٹھ گیا اور حکیم صاحب قبلہ کی طرف سے تسلیم عرض کی اور مزاج پرسی کی۔

اس وقت آپؒ نے مجھکو نظرِ عنایت وشفقت سے دیکھا اور دیر تک دیکھتے رہے شب کا خواب میری آنکھوں کے سامنے تھا لیکن خوف بالکل نہ تھا بلکہ دلی مسرت اور قلبی بہجت کے آثار نمایاں تھے۔

آپؒ نے اپنا داہنا دستِ مبارک میری جانب نبض دیکھنے کے لیے بڑھا دیا۔ میں نے نبض دیکھی۔ پھر دوسرا دستِ مبارک عطا فرمایا اس دستِ اطہر کی بھی نبض دیکھی۔ اس وقت سید محمد ابراہیم شاہ صاحب بھی تھے۔ انہوں نے حالت دریافت کی تو جو میری سمجھ میں آیا تھا میں نے بیان کیا۔

پھر خود حضورِ انور نے دریافت فرمایا۔ میں نے ادب سے عرض کیا۔ آپؒ سنکر بہت خوش ہوئے اور لبہائے مبارک سے آثارِ تبسّم نمودار ہوئے۔

مجھ سے فرمایا:

"تم نسخہ لکھ دو۔"

اسی وقت ایک صاحب قلم دوات کاغذ لیکر آئے۔

میں نے عرض کیا:

"حضورؒ کی تعمیلِ حکم میں میری عین سرفرازی ہے لیکن حضرتِ اقدس کے لیے نسخہ لکھنا مجھے زیبا نہیں۔"

"اس خدمت کے لیے عالی جناب حضرت استاذ المعظم مدظلہ العالی زیادہ مناسب ہیں اور انشاءاللہ وہ آج کسی وقت تشریف لاتے ہیں۔ وہ خود آکر نسخہ تحریر فرمائیں گے۔"

لوگوں نے اصرار کیا۔ میں نے پھر حضورِ اقدس کی خدمتِ عالی میں یہی عرض

کیا تو حضرت نے میری استدعا کو منظور فرمایا۔

تیسرے دن حضرت استاذی حکیم محمد عبدالعزیز صاحبؒ بھی دیوہ شریف تشریف لے آئے تھے اور پھر انہیں کا معالجہ ہوتا رہا۔

میں نے اس کبر سنی میں ایسی قوی نبض کسی کی نہیں دیکھی البتہ پیر و مرشد قدس سرہٗ العزیز کی نبض وقتِ وصال تک قوی تھی۔ ان بزرگوں میں قوتِ قلبی ایسی ہوتی ہے کہ عام اطبّا اس کی تشخیص نہیں کر سکتے۔

حضرت حاجی صاحب قبلہ میں انقطاع عن الدنیا میں نے کامل طریقہ سے دیکھا۔ قلب ماہیت کی بڑی زبردست قوت آپؒ میں تھی۔ جس کا مشاہدہ میرے سامنے ہوا ہے۔

اللہ پاک ایسے بزرگانِ دین کے طفیل سے سب مسلمانوں کو اعلیٰ مدارج عطا فرمائے اور اپنی محبت کا ذائقہ چکھائے۔

"آمین اللّٰھمّ آمین"

یہ رویائے صادقہ جو مولوی شاہ محمد حمید صاحب ابوالعلائی کو نظر آیا۔ اس سے علاوہ دیگر امور کے حضورِ انور کی یہ تعلیم بھی ظاہر ہوتی ہے کہ وقتِ وصال تک حضورِ پُر نور نے ظاہری و باطنی طور پر سوال سے منع فرمایا اور یہ اس بارگاہِ عالی کی خاص ہدایت ہے۔ جو عام متوسلین کو فرمائی گئی اور اس کی نہایت شد و مد سے ہدایت کی گئی ہے۔ زمانۂ وصال میں بھی حضور انور کے فیوض ظاہری باطنی کے مشاہدات لوگوں کو ہوتے تھے اور بدستور وہی نسبتیں جاری تھیں۔

قوی نبض کے متعلق جیسا کہ مولوی حکیم شاہ محمد حمید صاحب ابوالعلائی کا بیان ہے۔ دیگر حکما کو بھی حیرت ہوئی ہے۔

چنانچہ حکیم محمد احمد صاحب متوطن کرسی ضلع بارہ بنکی بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے خود جناب حکیم عبدالعزیز صاحب لکھنوی مرحوم و مغفور نے بیان فرمایا کہ اس قدر حضورِ انور کی نبض زمانۂ وصال میں قوی تھی کہ حیرت ہوتی تھی اور میں نے مدت العمر ایسی قوی نبض نہیں دیکھی۔

حضورِ انور کے زمانۂ وصال کے واقعات بھی عجیب و غریب ہیں اور قسم قسم کی باتیں لوگوں نے دیکھی ہیں۔ جناب حاجی اوگھٹ شاہ صاحب مکتوب نویس بارگاہِ وارثی تحریر فرماتے ہیں کہ زمانۂ وصال میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ آپ بستر مبارک پر انگشتِ شہادت سے ایک مربع شکل بناتے اور اُس پر انگشتِ مبارک رکھ کر فرماتے تھے: "یہی کعبہ ہے" پھر اس کے چاروں طرف مصلے بنا کر فرمایا:

"یہ چاروں مصلے ہیں۔ ادھر بھی نماز ہوتی ہے، اُدھر بھی نماز ہوتی ہے۔"

پھر فرمایا: "چاہے کسی طرف آدمی ہو مگر نماز کعبہ کی طرف ہوگی۔"

پھر پُورا ہاتھ مار کر فرماتے: "بس یہی کعبہ ہے۔"

حضورِ انور کا زمانۂ وصال بھی فیوضِ ظاہری و باطنی کے اعتبار سے مابہ الامتیاز ہے۔ زمانۂ وصال میں ہزاروں آدمی شرفِ بیعت حاصل کرنے کے لیے آتے تھے اور مجمعِ کثیر کی ملبوسِ مبارک کے ذریعے سے بیعت لی جاتی تھی۔

ایک نانک شاہی ہندو اور دوسرے ایک سوات نیبرہ کے مولوی صاحب بھی اسی غرض سے حاضر ہوئے اور دونوں کو خود حضورِ انور نے اپنے دستِ مبارک پر بیعت لی اور فقیر بنایا تہ بند عطا فرمایا۔ مولوی صاحب کو فقیر شاہ کا لقب عطا ہوا اور نانک شاہی ہندو کو رسول شاہ کا خطاب مرحمت فرمایا۔

حضرت فصیحت شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ میں ۲۶ محرم کو ۲ بجے دن کے دیوہ شریف حاضر ہو کر حضورِ انور سے قدمبوس ہوا۔ بخار ننانوے درجے تک ترقی کر جاتا تھا، ضعف بے حد تھا مگر بااین ہمہ حرفِ شکایت یا کسی قسم کا اثر مرض کا حضورِ انور زبانِ مبارک سے ظاہر نہیں فرماتے تھے۔ بڑے بڑے اطبا معالج تھے۔

حکیم عبدالعزیز صاحب لکھنوی، حکیم عبدالرشید صاحب، حکیم عبدالحیٰ صاحب مہونوی، حکیم عبدالباقی صاحب فتحپوری، حکیم محمد یعقوب بیگ خیر آبادی، حکیم سلطان محمود صاحب اٹاوی وغیرہ۔

امرأ وغربا اور ہر طبقہ کے افراد حضورِ انور کی عیادت کے لیے موجود تھے۔ امرأ نے جی کھول کر زرِ کثیر صرف کیا۔ اور خیرات وغیرہ میں کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ حضورِ انور کا مرض روبہ ترقی تھا، بلغم خشک ہوگیا تھا۔ اس کے نکلنے میں سخت تکلیف ہوتی تھی، بخار بہ شدت تھا اور حبسِ بول کا حرج بھی واقع ہوگیا تھا مگر با ایں ہمہ نہ زبانِ مبارک سے کراہنے کی آواز نکلتی تھی نہ نشست و استراحت میں کوئی فرق تھا۔ وہی سیدھی کروٹ وہی انداز نشست تھا۔ حرکات و سکنات میں شمہ برابر فرق نہ تھا۔

مولوی نادر حسین صاحب وارثی نگرامی (وکیل بارہ بنکی) تحریر فرماتے ہیں کہ حکیم عبدالعزیز صاحب لکھنوی نے حضورِ پرنور کی نبض دیکھ کر کہا:

"حضورؐ کے سینہ میں درد ہے۔" اس کے جواب میں ارشاد فرمایا:

"تم تو بڑے حکیم ہو، تم تو بڑے حکیم ہو!"

جب دوا تیار ہو کر حضورِ انور کے روبرو آئی تو تھوڑی خود پی لی باقی ایک ضعیف شخص کو مرحمت فرمادی جو قریب ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ اور فرمایا:

"تم پی لو حاجی فیضو شاہ صاحب۔" خادم نے عرض کیا:

"حضور! یہ دوا اِن کے واسطے نہیں ہے۔" فرمایا:

"ان کو بھی تو بخار ہے۔" وہ اسی وقت سب دوا پی گئے۔ حالتِ مرض میں بھی حضورِ انور کو دوسروں کے مرض کا زیادہ احساس تھا۔

مولوی نادر حسین صاحب وارثی نگرامی لکھتے ہیں:

اسی زمانۂ علالت میں ایک روز حضورِ پرنور کا مزاجِ مبارک بہت ناساز تھا حضورِ انور آرام فرما رہے تھے میں حاضر ہوا تو حکیم عبدالباقی خان نے مجھکو روکا اور کہنے لگے: "حضرت قبلہ کی اس وقت طبیعت بہت ناساز ہے، قریب نہ جاؤ۔"

میں نے کہا "اچھا سامنے جاکر قدمبوسی کرلوں۔"

میں دالان کے اندر گیا اور تھوڑے فاصلہ سے زمین ہی پر قدمبوس

ہوا۔ حضورِ انور اس وقت فرد اوڑھے ہوئے لیٹے ہوئے تھے۔ سرِ مبارک سے فرد کو ہٹا کر خود ہی فرمایا: "کون؟"

میاں ظہور اشرف صاحب نے عرض کیا: "منشی نادر حسین ہیں"

فرمایا: "آؤ!" اور دستِ مبارک بڑھایا:

اُس وقت جو حاضرین حضورؒ کے قریب بیٹھے تھے مجھ سے کہنے لگے:

"جلدی آؤ، جلدی آؤ حضورؒ بلاتے ہیں" مجھکو قریب پہنچنے میں چار قدم چلنا دشوار ہو گیا۔ میں نے قریب پہنچکر دستِ مبارک کو بوسہ دیا۔

اس کے بعد مجھ سے چائے پینے کے لیے ارشاد فرمایا۔ سب کو تعجب تھا کہ یہ کیا ارشاد ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد جب باہر آیا تو مکی شاہ صاحب وارثی نے کہا: "منشی چائے تیار ہے پی لیجئے" میں نے کہا: "کیسی چائے ہے؟"

مکی شاہ صاحب نے کہا:

"وہی چائے ہے جو شاہ صاحب نے فرمائی ہے۔ دوا ساز دوا بنانے کا ڈبہ لایا تھا۔ وہ ڈبہ چائے کا تھا اس لیے چائے تیار ہو گئی ہے، پی لیجئے"

میں نے پی لی۔ حالت علالت میں بھی حضورِ پر نور کو لوگوں کا اس قدر خیال تھا کہ حیرت ہوتی ہے۔ اللہ اکبر کیا شفقت ہے مولوی سید غنی حیدر صاحب قبلہ وارثی (سابق وکیل سرکار ورئیس گیا) فرماتے ہیں:

حضورِ پر نور کے زمانۂ علالت میں، میں تین دن حاضر رہا میں نے دیکھا کہ اس شدتِ مرض کی حالت میں ایک ضعیفہ حاضر ہوئی اور حضورِ انور کی اس حالتِ مرض کو دیکھ کر نہایت بیقراری سے عرض کرنے لگی:

"میاں اب تو اچھے ہو جاؤ"

حضورؒ اس ضعیفہ کی بیقراری کے الفاظ سنکر اس سے دس حصہ زیادہ بیقرار ہو گئے اور اس سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"ہم تو بالکل اچھے ہیں، ہم تو بالکل اچھے ہیں۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ بیمار ہیں"

مولوی صاحب قبلہ کا بیان ہے کہ حضور اس ضعیفہ کی بیقراری سے جسقدر اس کو تسکین دینے کے لیے بیقرار ہو گئے اس شدتِ مرض میں یہ حالت ایک عجیب حالت تھی جو اس وقت نگاہوں کے سامنے پیش آئی۔ میں اُس بیقراری کی حالت کا نقشہ الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔

مولوی محمد ناظم علی صاحب فضلی نائب مہتمم مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ تحریر فرماتے ہیں:

قریب وصال میں عیادت کے لیے گیا تو آپ حسبِ دستور داہنی کروٹ سے لیٹے تھے اس وقت سخت تنفس ہو رہا تھا۔ کسی شخص نے مزاجِ مبارک کی حالت دریافت کی تو فرمایا: "الحمدللہ، میں اچھا ہوں۔" لوگوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: "یہ لوگ بیمار کہتے ہیں۔"

حضورِ انور کی زبانِ مبارک سے وقتِ وصال تک کوئی لفظ تسلیم و رضا کے خلاف نہیں نکلا۔ شدتِ مرض میں بھی مرض کا نام تک نہیں لیا حتیٰ کہ کسی طبیب کی تشخیص پر کوئی معمولی طور پر بھی شکایت نہیں فرمائی کہ ہاں فلاں تکلیف زیادہ ہے حالانکہ مرض روبہ ترقی رہا اور ضعف بہت بڑھتا گیا۔ بعض اطبا کی رائے سے حضورِ پرنور کو جواہر مہرہ کا بھی استعمال کرایا۔ مگر اس سے بلغم اور خشک ہو گیا۔ ہونٹوں کی خشکی سے معلوم ہوا کہ تشنگی بھی بڑھ گئی کیونکہ جب پانی پیش کیا جاتا تھا تو حضورِ انور دو ایک گھونٹ تو نوش فرما لیتے تھے۔ سید معروف شاہ صاحب قبلہ وارثی صاحب فرماتے ہیں کہ اسی زمانۂ علالت میں حضورِ پرنور نے ایک مرتبہ غلامانِ بارگاہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا:

"یہ دنیا خوابگاہ ہے ایک نہ ایک دن ضرور سب کی نگاہوں سے غائب ہونا پڑتا ہے۔ جس جگہ اور جس مقام پر ہم سو جائیں وہیں ہم کو زمین میں اُتار دینا۔ چاہیئے کہ عاشق جس لباس میں ہو اسی میں دفن کر دینا لازم ہے۔"

سید معروف شاہ صاحب قبلہ وارثی فرماتے ہیں کہ قبلِ علالت بھی حضورؒ نے اکثر مرتبہ یہی فرمایا تھا۔

یہ حضورؒ انور کے وہ آخری کلمات مفارقت تھے جن سے اہلِ محبت کے حواس جاتے رہے اور حسرت سے بادیدۂ پرنم ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگا۔ حضور پرنور کے الفاظ کا اہلِ دل پر جو اثر ہوا وہ حقیقتہً قیامت کا اثر تھا جو بیان سے باہر ہے۔ (از حضرت یاس ٹونکی)

قیامت تھا یہ کہکر اُن کا پہلو سے نکل جانا
خدا حافظ ہے اب میرے تصوّر سے بہل جانا

حضرت فضیحت شاہ صاحبؒ ناقل ہیں: ۳۰ محرم ۱۳۲۳ھ پنجشنبہ کے دن حضورؒ انور نے شام سے انگشتِ شہادت اٹھائی اور فرمایا:

"اللہ ایک ہے" پھر کچھ رات گئی تھی کہ حکیم محمد یعقوب صاحب خیرآبادی سے پوچھا: "کیا وقت ہے؟" انہوں نے عرض کیا:

"دس بجے ہیں" پھر ارشاد فرمایا: "کیا وقت ہے؟"

حکیم صاحب نے کہا: "دس بجے ہیں" ارشاد فرمایا:

"ہم چار بجے کے بعد اپنے رفیقِ اعلیٰ کے پاس جائیں گے"

حاجی فیضو شاہ صاحب خادم، ٹھنڈے پانی میں شہد ملا کر بار بار دیتے تھے۔ فضیحت شاہ صاحب اور حافظ عبدالقیوم صاحب کرمانی کلمہ کی انگلی سے حضورؒ کو چٹاتے تھے۔ اس وقت ذکرِ الٰہی کی ضربیں جو بلغم کی خشکی کی وجہ سے بہ آواز نکل رہی تھیں کچھ آہستہ آہستہ ہوگئیں۔ اسی حالت میں چار بجکر ۱۳ منٹ پر قریب صبح صادق جو وقت کہ اس محبوبِ حقیقی سے قربتِ خاص کا ہے حضورِ انور نے شربتِ وصال نوش فرمایا یکم صفر[1] المظفر ۱۳۲۳ھ کو جمعہ کا دن تھا حضورؒ انور نے ہماری ظاہری آنکھوں سے پردہ فرمایا۔ حجاب عظمت

---

[1] مطابق ۷ اپریل ۱۹۰۵ء۔ ماہ چیت ۱۳۱۳ فصلی موافق ماہ چیت سوای سمت ۱۹۶۱ بکرمی

میں مستور ہو گئے اور اس دائرہ قیودِ عالم کو توڑ کر اس نقطۂ سرمدی سے مل گئے جو مقصودِ حقیقی ہے۔ چنانچہ آپؒ کے وصال کی یہ الہامی تاریخ ہوئی:

(از فرید الدین یکتا) ہے:

عاشق صادق ملا معشوق سے

حضورِ انور کے وصال کے زمانہ میں لوگوں نے عجیب عجیب تصرفات مشاہدہ کیے۔ شیخ محمد شفیع صاحب وارثی مرزاپوری (جنکا نام پیشتر لالہ بدھولال تھا) ناقل ہیں:

میں قریب زمانۂ وصال حضورِ انور کی خدمتِ عالی میں حاضر تھا۔ میں نے حضورِ انور کے کرم سے ایک عجیب بات مشاہدہ کی جس کا نقشہ اب تک میری نگاہوں کے سامنے ہے کہ حضورِ انور بالکل طفل نوزائدہ معلوم ہوتے تھے۔ اور میں اس واقعہ کو حیرت سے مشاہدہ کر رہا تھا۔ مجھکو خیال پیدا ہوا کہ یہ کرشمہ دکھانے کا شاید یہ سبب ہے کہ ہم جس شانِ معصومیت سے دنیا میں آئے اور دنیا میں رہے دیکھ لو اسی طرح بے لوث معصومیت کی حالت میں دنیا سے جاتے ہیں۔ اور حضرت فضیحت شاہ قدس سرہٗ نے مولینا سید عبدالغنی صاحب قبلہ وارثی بہاری اور دیگر بزرگوں سے ذکر فرمایا کہ حضورِ انور نے اسی سال ماہ ذیحجہ میں مجھے رخصت کرتے وقت اپنی صورت بے ریش و بروت امرد کی دکھائی اور فرمایا تھا: "اب تم مجھے اسی صورت میں دیکھو گے"۔

شیخ وزیر علی صاحب قدوائی متوطن مسولی ضلع بارہ بنکی لکھتے ہیں کہ حضور کی تجہیز و تکفین کے وقت جو لوگ موجود تھے ان سے پوچھا جائے کہ تمہارے دل میں آثارِ مسرت تھے یا رنج و غم کی حالت تھی۔

کیونکہ اس وقت ایک عام مسرت ظاہر ہو رہی تھی ہر شخص کے چہرہ سے دلی انبساط کا پتہ چلتا تھا۔ میں نے ایک بزرگ سے پوچھا:

"یہ کیا معاملہ ہے یہ تو رنج و غم کا وقت ہے؟" انہوں نے فرمایا:

"یہ وقت عاشق و معشوق کے وصال کا ہے اس لیے عام مسرت ہے"۔

بعد وصال یہ بحث بھی چھڑ گئی کہ حضورِ انور کا مزارِ مبارک کہاں ہونا چاہیے

بعض کی رائے تھی کہ اپنے والد ماجد سید ناقربان علی شاہ صاحب کے قریب دفن ہوں اور فتحپور ضلع بارہ بنکی کے اصحاب کی خواہش ہے کہ فتحپور میں لے چلنا چاہیے۔ حضرت فضیحت شاہ صاحب قبلہ لکھتے ہیں کہ اس وقت حضور انور کی وصیت کے موافق میں اور سید معروف شاہ صاحب قبلہ اور حاجی فیضو شاہ صاحب اور دیگر فقرائے وارثی آمادہ ہو گئے کہ جس مقام پر وصال ہوا ہے وہیں تجہیز و تدفین ہوگی اور سامانِ غسل کی فراہمی بھی شروع کر دی گئی اور زمین بھی کھودی جانے لگی۔ اس وقت کچھ لوگ مانع ہوئے کہ مزار بستی سے باہر بننا چاہیئے۔ سید معروف شاہ نے اور میں نے یک زبان ہو کر کہا "اول اس کھدی ہوئی زمین میں ہم دفن ہو جائیں گے اس وقت دوسری قبر تیار ہوگی"۔ اس پر وہ لوگ دوسری فکریں کرنے لگے اور ہم لوگ تجہیز و تکفین میں مصروف ہوئے۔ نماز کی متعدد جماعتیں ہوئیں ۷ مرتبہ مکان کے اندر اور چار مرتبہ مکان کے باہر اس طرح گیارہ مرتبہ نماز ادا کی گئی۔

لوگوں کا ہجوم اس کثرت سے تھا اور ایسی محویت و بے خودی کا عالم عام طور پر طاری تھا کہ سمتِ کعبہ کی تمیز نہ ہو سکی اور چاروں طرف نماز ادا کی گئی حضور انور کا وہ ارشاد پورا ہوا کہ چاہے کسی طرف آدمی ہو مگر نماز کعبہ کی طرف ہوگی۔ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ۔ اسی آیۂ پاک سے روضۂ مبارک کی تاریخ نکلتی ہے۔ جو عبد العلی صاحب وارثی خدا نما کی خداداد جودتِ طبع کا نتیجہ ہے۔ قبلِ تدفین قبر اطہر میں عطر گلاب اور سہاگ اور موتیا چھڑکا گیا۔
سید معروف شاہ صاحب اور رحیم شاہ صاحب، حاجی فیضو شاہ صاحب اور نور محمد شاہ صاحب اور نواب عبد الشکور خاں صاحب رئیس دھرمپور اور ٹھاکر پنچم سنگھ صاحب رئیس ملاؤلی نے غسل دیا۔ بیدم شاہ صاحب اور حافظ احمد شاہ صاحب، شیخ مظہر علی صاحب قدوائی اور میاں عبد الصمد صاحب مولوی نے قبر شریف میں اتارا اور اوپر سے حاجی فیضو شاہ صاحب و دیگر مریدین نے ہاتھوں ہاتھ اندر تک پہنچایا۔
مولوی عبد العلی صاحب خدا نما نے اسی شب میں یہ خواب دیکھا تھا کہ

موضع قبر کی خاک پاک جس کے پاس ہوگی اس کی نجات ہو جائے گی ۔

چنانچہ ان کا بیان ہے "میں نے اس خواب کی تعبیر بچشم خود مشاہدہ کی کہ لوگ خود بخود اُس خاک کو دامن میں بھر بھر کے لیے جاتے تھے بہ مشکل تمام مجھکو تھوڑی سی خاک دستیاب ہوئی ۔ غرضکہ حضورِ انور کو اسی احرام کی چادر میں جو حیاتِ ظاہری میں آپکا ملبوس تھا قبر شریف میں رکھا گیا اور تدفین عمل میں آئی ۔ جب حضور کی تجہیز و تکفین کے بعد لوگ رخصت ہوئے تو اس قدر گریہ زاری اور کہرام تھا کہ حدِ بیان سے باہر ہے ۔ آہ ہے

سالارِ قافلہ سفر کر گیا قافلہ کو زیر و زبر کر گیا

۲۷ محرم ۱۳۲۳ھ کو ہندوستان میں ایک سخت زلزلہ آیا تھا جس نے عام پریشانی پیدا کر دی تھی ۔ اور بعض مقامات پر تین چار روز تک خفیف زلزلے محسوس ہوتے رہے ۔

مولوی محمد سرفراز خان صاحب محقق وارثی سابق منیجر درگاہ اجمیر شریف تحریر فرماتے ہیں کہ میں مراد آباد محلہ نئی بستی میں تھا اور منشی یعقوب علی صاحب کے مکان میں رہتا تھا ۔ ایک روز صبح کو بہت زور کا زلزلہ محسوس ہوا اس وقت مجھے ایک بات یاد آگئی جو مجھ سے ایک مدراسی درویش مدار شاہ صاحب نے ۱۸۹۵ء میں بمقام شہر بانڈہ بطور پیشین گوئی فرمائی تھی کہ حضرت حاجی صاحب قبلہ کا اولیا اللہ میں بہت بڑا مرتبہ ہے ان کا جس روز وصال ہوگا ایسا زلزلہ زمین میں آئیگا جو کبھی ہندوستان میں نہ آیا ہوگا ۔ اور یہ شعر ہندی کا پڑھا ہے :

یہ سُد جگت نہ رہیئے پرتھمی ڈولے اور جگ بہیئے

الغرض وہ حضورِ انور کی حیاتِ ظاہری کا دور جو ہمہ وجوہ ایک حقیقت و معرفت کا دور تھا اور جس نے عالمِ روحانیت و حقانیت کا پرچم بلند کر دیا اور اپنی گلی میں شاہراہِ طریقت کا مشاہدہ کرا دیا ۔ آخر ہماری نگاہوں سے نہاں ہوگیا ۔ خدائے واحد کی ایک تجلی تھی جو شکلِ انسان میں ظاہر ہوئی اور عالم کو مثلِ آئینہ حیرت زدہ و ششدر بنا کر اور ذات و صفات کے کرشمے دکھا کر اُسی ذات میں پنہاں ہوگئی جو روحانی سربلندیوں کا منبع و مرکز ہے ۔ اُس

تجلّی ذاتِ الٰہی نے جو روشنی دنیا میں دکھائی اور جو روح عالم میں پھونک دی وہ اظہر من الشمس ہے۔

آہ وہ مقدس ذات جو محویت و استغراقِ توحید میں یکتا تھی جو از خود رفتگی کے عالم میں ماسوی اللہ کو فراموش کر چکی تھی۔ جس کو خود اپنی خبر نہ تھی ؎:

معشوق ہوں یا عاشق معشوق نما ہوں،
معلوم نہیں مجھکو کہ میں کون ہوں کیا ہوں
ہوں شاہدِ تنزیہ کے رُخسار کا پردہ
یا خود ہی میں شاہد ہوں کہ پردہ میں چھُپا ہوں
انداز ہیں سب عاشق و معشوق کے مجھ میں
سوزِ جگر و دل ہوں کبھی نازو ادا ہوں
اے مصحفیؔ شاہین مِری جلوہ گری میں
ہر رنگ میں، میں مظہرِ انوارِ خدا ہوں

وہی ذاتِ محمود الصفات اپنے بے شمار صفاتِ برتر سے ہم کو حیرت میں ڈال کر اس ذات سے مِل گئی جس کی تجلّی تھی۔ اگرچہ اب بھی اس کے فیوض و برکات میں کمی نہیں اور بمصداق اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا یَمُوْتُوْنَ وہ ذات بابرکات ہمارے حالات سے باخبر اور مثلِ حیاتِ ظاہری ہماری دستگیر ہے۔ ؎:

لیکن ایں دیدۂ دیدار طلب راچہ علاج

اب وہ مقدّس اور بزرگ صورت ہماری نگاہوں سے اوجھل ہے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ؎:

اَب اسے کہاں پاؤں ڈھونڈنے کہاں جاؤں
مُنہ چھُپا لیا اُس نے صورت آشنا ہو کر

آہ اب وہ پیارا سماں ہماری آنکھوں سے نہاں ہے جو بزمِ وارث میں وحدت و کثرت کے مشاہدے نظر آتے تھے۔ آہ وہ حضورِ انور کا وقارِ شاہانہ

وہ رعب حسن و جمال وہ نیچی نگاہیں " وہ زیرِ لب تبسّم وہ طرزِ نشست وہ بوئے خلقِ محمدی وہ خوئے مرتضوی وہ فیض و عطا وہ عقدہ کشائی وہ شفقت و رحمت وہ دستگیری وہ شان یداللّٰہی وہ بات بات میں رموز و نکات وہ اشارات و مشاہدات وہ مشاہدۂ راز و نیاز وہ کریمانہ انداز اب عالمِ خیال میں بھی نہیں۔

وہ حضورِ انور کا نیچی نگاہیں کئے ہوئے بیٹھنا وہ دہانِ مبارک پر دستِ اطہر رکھکر زیرِ لب تبسّم فرمانا، وہ گلفشانیاں وہ مہربانیاں وہ شانِ کرم وہ فیضِ اتم۔ وہ حاجتمندوں کا مجمع وہ مقربینِ بارگاہ کی چہل پہل جو اُس بارگاہِ عالی میں ہر وقت نظر آتی تھی اس کا اب شائبہ بھی نظر نہیں آتا۔ وہ شعراء کی قصیدہ خوانی، وہ حضورِ انور کی معجز بیانی وہ اربابِ ذوق و شوق کا جمگھٹ وہ دل گرفتہ عشاق کا جھرمٹ وہ پروانوں کی طرح اس شمعِ ولایت پر جاں نثاری وہ امنگ وہ جوش وہ ولولے وہ کیفیاتِ قلبی وہ سوز و گداز اب کسی پچھلی رات کے خواب کی طرح خیال میں ہیں جنکا کچھ حصّہ یاد ہے اور کچھ بھولا ہوا ہے۔ اب وہ شمع محفلِ قدس میں روشن ہے۔ اب وہ پھول گلشنِ فردوس کی زینت ہے، وہ حسنِ عالم افروز اب حجابِ عظمت میں مستور ہے اور ہماری نگاہوں سے دُور ہے۔

ایک دن تھا کہ وہ نور کی صورت ہماری نگاہوں کے سامنے تھی وہ پیارا سماں ہمارے پیشِ نظر تھا۔ اب وہی محفل ہے مگر وہ رونقِ محفل نہیں ہے۔ وہی بستی ہے مگر وہ چراغ ہستی نہیں ہے۔ وہی آفتاب و ماہتاب ہیں مگر وہ روز و شب نہیں ہے۔ وہی ذکر و فکر ہے مگر وہ جوشِ مسرّت نہیں وہی خیال وہ انہماک ہے مگر وہ داروئے دلِ غمناک نہیں ہے۔ آہ وہی زمین کا بستر ہے، وہی خاکِ پاک ہے وہی فقر ہے جو زبانِ حال سے کہہ رہی ہے ؎:

مسندِ من بودم از من تا ختے
بر سرِ منبر تو مسند ساختے

اب چراغ لیکر بھی ڈھونڈیں تو اس حسنِ دلفریب کی جھلک نظر نہیں آ سکتی۔ اب وہ ذات عالمِ اجسام میں اپنے مشاہدات کی نیرنگیاں دکھا کر اس پردۂ نور میں جلوہ گر ہوگئی جہاں سے انوار و برکات کے چشمے جاری ہوتے ہیں۔ اب وہ ذات مرکزِ نور ہے، اب وہ عالمِ عناصر میں نہیں مل سکتی اب بھی وہ ذاتِ محمود الصفات ہماری کفیل و مددگار ہے مگر وہ پہلی سی بات نظر نہیں آسکتی۔

اب ہم ہیں اور ہماری تنہائی و بیکسی، بیکسی و تنہائی ہے اور بے سروسامانی بے سروسامانی ہے اور تمنائے دیدار، خواب ہی میں وہ جمالِ پر انوار نظر آجائے تو عین بیدار بختی ہے۔

از حسرت موہانی ؎ :

بن گئی محفل کی محفل اِک طلسمِ بے خودی
چل گیا آخر فسونِ نرگسِ جادوئے دوست
رہ گئی ناکام و حیراں میری چشمِ اشتیاق
کامیابِ نور تھا کس درجہ حسنِ روئے دوست
ہو چکے اب ہم گرفتارانِ فرقت کو نصیب
آہ وہ خوشبو کہ تھی پروردۂ گیسوئے دوست

کیا نورانی منظر تھا کیا مبارک اور نکھری ہوئی محفل تھی۔ جو آناً فاناً عالمِ بے مثال کی طرح ہمکو عجائباتِ قدرت کا مشاہدہ کرا گئی اور وہ ذات اس عین ذات سے مل گئی جو مرکزِ جمیع صفات ہے ؎ :

حیف در چشمِ زدن صحبتِ یار آخر شد
روئے گُل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

تیسرے دن حضور پُر نور کا قل ہُوا اور پھول اٹھانے کی رسم ادا کی گئی درود خوانی و قرآن خوانی ہوئی ؎ :

از حق بود صلوٰۃ زامت بود سلام

برحضرتِ محمدؐ بر آل او مدام

سید معروف شاہ صاحب قبلہ وارثی نے سلام عرض کیا جو حسبِ ذیل ہے :

السلام اے مونس و غمخوارِ ما
السلام اے دلبر و دلدارِ ما
السلام اے مردمِ چشمانِ من
خوں شدہ اے دیدۂ گریانِ من
السلام اے یوسفِ کنعانِ من
السلام اے دلبرِ جانانِ من
السلام اے جانِ ما جانانِ ما
السلام اے دینِ ما ایمانِ ما
السلام اے مظہرِ انوارِ حق
السلام اے مصدرِ اسرارِ حق
السلام اے وجہ تسکیں روئے تو
السلام اے روحِ جانم بوئے تو
السلام اے معدنِ صدق و صفا
السلام اے مخزنِ علم و حیا
السلام اے جانِ من قربانِ تو
ہر دو عالم تابعِ فرمانِ تو
السلام اے چشمِ پر شرم و حیا
سوئے زنداں مے برد زلفِ دوتا
السلام اے منزلِ ما کوئے تو
میکشد آں خنجرِ ابروئے تو

السّلام اے ابرِ رحمت السّلام
السّلام اے بحرِ شفقت السّلام
السّلام اے قوّتِ ادراکِ ما
السّلام اے مرہم و تریاکِ ما
السّلام اے دردِ تو ما را دوا
خاکِ پایت بہرِ ما خاکِ شفا
السّلام اے قوّتِ بازوئے ما
دل شدہ از دست و از قابوئے ما
السّلام اے ماہِ تاباں السّلام
السّلام اے شاہِ خوباں السّلام
السّلام اے وارثِ عالم پناہ
السّلام اے بیکساں را تکیہ گاہ
السّلام اے چارہ بیچارگاں
السّلام اے مرہم دل خستگاں
السّلام اے نورِ چشمِ آرزو
خاک در ہجرت فشاں دم کُو بکو
فرقتِ تو کرد عالم را تباہ
شد نصیبِ خادماں روزِ سیاہ
گشت ویراں خانۂ آبادِ ما
رحم کُن بر نالہ و فریادِ ما
یاد باد آں حالتِ دیوانگاں
یاد باد آں خدمتِ دلدادگاں
یاد باد آں محفلِ شعر و سخن
یاد باد آں مجلسِ اربابِ فن

یاد باد آں دعوتِ شیرازِ ما
یاد باد آں غیظِ تو آں نازِ ما
یاد باد آں خندہ و آں طنطنہ
یاد باد آں نغمہ و آں زمزمہ
یاد باد آں شیوۂ جانانِ تو
یاد باد آں طرز و رنگ و گفتگو
ما کجا ؤ تو کجا ذکرت کجا
اللہ اللہ نسبتِ شاہ و گدا
بادشاہا آبروئے ما توئی
جانِ ما ہم گفتگوئے ما توئی
در فگن آتش بہ ملکِ جانِ ما
زود کُن از قیدِ غم مارا رہا
وا نما بنما جمالِ خویشتن
رحم کن بر ما بحق پنجتن ،
قصۂ معروفِ غمگیں اے صبا
وا رساں در حضرتِ سلطانِ ما
کُن فنا در ذاتِ خود مارا تمام
ختم شد ایں قصہ اکنوں والسّلام

تمت بالخیر

قطعۂ تاریخ کتاب

حمدِ بے حد مر خدائے پاک ربّ العالمین | مالکِ روزِ جزا رزّاق و خلّاق و معین
بر صنائع اوست شاہد انا زینا السماء | بر کمالِ قدرتش پیداست اطباقِ زمین
واحد و بے مثل اسمِ ذات اللہ الصمد | غافر الذنب و کریم الوصف خیر الرازقین
انت ربّی انت حسبی انت لی نعم النصیر | باعنا لی ذوالجلالی یا معین و نستعین
شکرِ احسانات و انعامات بے پایانِ تو | کے شود یا رب ادا از بندۂ خوار و مہین
منتخب بہرِ ہدایت کرد ذاتِ انبیاءؑ | تا جدا گردد ز ایشاں رازہائے کفر و دین
بالخصوص آں سرورِ عالم محمد مصطفےٰ | خاتمِ پیغمبراں وارثِ خلدِ برین
بلبلِ شاخِ نبوّت قمریٔ سروِ شرف | شاہبازِ اوجِ دیں شاہینِ معراجِ یقین
مصحفِ روئے مجیدش مظہرِ ذاتِ صمد | ساقیِ تسنیم و کوثر حامیٔ دینِ متین
سورۂ والشمس تفسیرِ بیاضِ صبحِ رو | آیتِ واللیل تفسیرست زلفِ عنبرین
باعثِ ایجادِ عالم مظہرِ نورِ خداؐ | آیتِ انا فتحنا رایتِ فتحِ مبین
در ازل حکمِ قضا بر تارکِ اقدس نہاد | تاجِ ارسلناک الا رحمۃ للعالمین
صاحبِ لیٰسین و مصداقِ علیٰ خلقٍ عظیم | باعثِ ایجادِ نورِ اوّلین و آخرین
مقصدِ اقصائے رحمت غایت القصوای خود | واقفِ رازِ حقیقت کاشفِ اسرارِ دین
در اطاع اللہ مشروط ست من یطع الرسول | شد عیان از آیتش توضیحِ ختم المرسلین
میرسد از غیب بہرِ عاشقانِ مصطفےٰ | مژدۂ جان بخش طبتم فادخلوہا خالدین
بر روانِ مصطفےٰ و آلؑ و اصحابِ رسولؐ | صد سلام و رحمۃ اللہ علیہم اجمعین !!
بعد حمد و نعت و الائے حبیبِ کبریا | میکنم اوصافِ خاصانِ الٰہ العالمین
آں رئیس الاتقیا عالی نسب والا حسب | حاجی وارث علیؒ محبوبِ خیر الوارثین

نقش بندِ کاف و نوں از خامۂ قدرت کشید　　صورتِ زیبا و شکل غیرتِ ماہِ مبین

قطبِ دیں و غوثِ دوراں و سراجِ اولیا　　مقتدائے اہلِ عرفا پیشوائے کاملین

رتبۂ الفقر فخری یافت در حبِ نبیؐ　　شُد فنا فی اللہ از عشقِ امام المرسلین

بقعۂ پُر نور دیوہ ہست چوں باغِ ارم　　از مزارِ پاک سالار و امیر العارفین

خوش رقم فرمود با تحقیق احوالِ شریف　　کس نہ دیدہ واقعات از چشمِ باطن اینچنین

ہست از تالیفِ کلکِ مولوی فضلِ حسین　　حیف شد زیں دارِ فانی داخلِ خلدِ بریں

گفت ذاکر سالِ تاریخ کتابِ مستطاب

منبعِ اسرار سالارِ گروہ صالحین

۱۳۳۶ھ

ناچیز:

سید ذاکر حسین وارثی محافظ میونسپل بورڈ اٹاوہ